اَحْسَنُ الْوِعَاء لِآدَابِ الدُّعَاء معہ ذَیْلُ الْمُدَّعَاء لِاَحْسَنِ الْوِعَاء

کی تسہیل و تخریج شدہ

فضائلِ دُعا

مصنف: رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان علیہ رحمۃ المنان

شارح: اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن



مکتبۃ المدینہ
(دعوتِ اسلامی)
SC1286

یاد داشت

(دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے۔ان شاء اللہ عزوجل علم میں ترقّی ہوگی)

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان

دعا کے فضائل و آداب اور اس سے متعلقہ احکام پر مشتمل بے مثال تحقیقی شاہکار

أحسن الوعاء لآداب الدعاء

مصنّف: رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان علیہ رحمۃ الرحمن

مع

ذیل المدعاء لأحسن الوعاء

شارح: اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن

کی تسہیل و تخریج بنام

فضائلِ دعا

تسہیل و تخریج: عبد المصطفیٰ رضا مدنی، محمد یونس علی عطاری مدنی
محمد کاشف سلیم عطاری مدنی، سید عقیل احمد عطاری مدنی

پیشکش

مجلس: **المدینة العلمیة** (دعوتِ اسلامی)

شعبۂ کتبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ناشر

مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلٰی آلک واصحابک یاحبیب اللہ

نام کتاب : أحسن الوعاء لآداب الدعاء و ذیل المدعاء لأحسن الوعاء

تسہیل وتخریج بنام : فضائلِ دعا

مصنف : رئیس المتکلمین مولانانقی علی خان علیہ رحمۃ المنان

شارح : اعلیٰ حضرت امام احمدرضاخان علیہ رحمۃ الرحمٰن

تسہیل وتخریج : عبدالمصطفیٰ رضامدنی، محمدیونس علی عطاری مدنی

محمدکاشف سلیم عطاری مدنی، سیدعقیل احمدعطاری مدنی

پیش کش : مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبۂ کتب اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن)

سن طباعت : ربیع النورشریف ۱۴۳۰ھ بمطابق مارچ 2009ء

ناشر : مکتبۃ المدینہ، باب المدینہ کراچی

مکتبۃ المدینہ کی مختلف شاخیں

مکتبۃ المدینہ شہیدمسجد کھارادر، باب المدینہ کراچی

مکتبۃ المدینہ دربارمارکیٹ گنج بخش روڈ، مرکز الاولیاء لاہور

مکتبۃ المدینہ اصغرمال روڈنزدعیدگاہ، راولپنڈی

مکتبۃ المدینہ امین پوربازار، سردارآباد (فیصل آباد)

مکتبۃ المدینہ نزدپیپل والی مسجداندرون بوہڑگیٹ، مدینۃ الاولیاء ملتان

مکتبۃ المدینہ آفندی ٹاؤن، حیدرآباد

مکتبۃ المدینہ چوک شہیداں، میرپورکشمیر

E.mail:ilmia26@yahoo.com

Ph:4921389-90-91 Ext:1268

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

''دعا مومن کا ہتھیار ہے'' کے سترہ حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ''17 نیّتیں''

فرمانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم: **نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ** مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (''المعجم الکبیر'' للطبرانی، الحدیث: ۵۹۴۲، ج۶، ص۱۸۵، داراحیاء التراث العربی بیروت)

دو مَدَنی پھول: ﴿1﴾ بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
﴿2﴾ جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿1﴾ رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا ﴿2﴾ حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضُو اور ﴿3﴾ قِبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا ﴿4﴾ قرآنی آیات اور ﴿5﴾ اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا ﴿6﴾ جہاں جہاں ''اللّٰہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور ﴿7﴾ جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پڑھوں گا ﴿8﴾ اس روایت ''عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ یعنی نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔'' (حلیة الاولیاء، حدیث: ۱۰۷۵۰، ج۷، ص۳۳۵، دارالکتب العلمیة بیروت) پر عمل کرتے ہوئے اس کتاب میں دیئے گئے بُزُرگانِ دین کے واقِعات دوسروں کو سنا کر ذکرِ صالحین کی بَرَکتیں لُوٹوں گا ﴿9﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) ''یادداشت'' والے صفحہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا ﴿10﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) عِندَ الضَّرورت خاص خاص مقامات پر انڈر لائن کروں گا

﴿10﴾ کتاب مکمل پڑھنے کے لیے بہ نیتِ حصولِ علمِ دین روزانہ چند صفحات پڑھ کر علمِ دین حاصل کرنے کے ثواب کا حقدار بنوں گا ﴿11﴾ دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا ﴿12﴾ اس حدیثِ پاک "**تَهَادَوْا تَحَابُّوْا**" ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی (موطأ امام مالك، ج٢،ص٤٠٧، رقم: ١٧٣١،دارالمعرفة بيروت) پر **عمل** کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق تعداد میں) یہ کتابیں خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا ﴿13﴾ اس کتاب کے مطالعے کا ساری اُمّت کو ایصالِ ثواب کروں گا۔ ﴿14﴾ جو مسئلہ سمجھ میں نہیں آئے گا اس کے لیے آیتِ کریمہ "**فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝**" ترجمۂ کنزالایمان: "تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔" (پ١٤، النحل:٤٣) پر **عمل** کرتے ہوئے علماء سے رجوع کروں گا ﴿15﴾ جس مسئلے میں دشواری ہوگی اس کو بار بار پڑھوں گا ﴿16﴾ جو نہیں جانتے انہیں سکھاؤں گا ﴿17﴾ کتابت وغیرہ میں شَرْعی غَلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطَّلع کروں گا۔ (ناشرین ومُصَنِّف وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرْف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا۔)

اچھی اچھی **نیّتوں** سے متعلق رَہنمائی کیلئے، **امیرِ اہلسنّت** دامت بَرَکاتُہُم العالیہ کا سنّتوں بھرا بیان "**نیّت کا پھل**" اور نیتوں سے متعلق آپ کے مُرتّب کردہ **کارڈ** اور **پمفلٹ** **مکتبة المدينه** کی کسی بھی شاخ سے ھدیّۃً حاصِل فرمائیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

کتبِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور **المدینۃ العلمیۃ**

از: بانیِ دعوتِ اسلامی، عاشقِ اعلیٰ حضرت، شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت حضرت
علّامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ علی اِحْسَانِہٖ وَبِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم میرے ولیٔ نعمت، میرے آقا اعلیٰحضرت، اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البَرَکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دِین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر و بَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافظ القاری الشّاہ امام **اَحمد رَضا خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن بے مثال ذہانت وفَطانت، کمال دَرَجہ فقاہت اور قدیم وجدید عُلُوم میں کامل دَسترس ومہارت رکھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریباً ایک ہزار کُتُب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پچپن سے زائد علُوم وفُنُون میں تبحُّرِ علمی پر دالّ ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جن قلمی کاوشوں کو بین الاقوامی شُہرت حاصل ہوئی اُن میں ''کنزالایمان''، ''حدائقِ بخشش'' اور ''فتاوٰی رضویہ'' (تخریج شدہ ۳۳ جلدیں) بھی شامل ہیں، آخِرُ الذّکر تو علُوم وفُنُون کا ایسا بَحرِ بیکراں ہے جو بے شمار و مُستند مسائل اور تحقیقاتِ نادِرہ کو اپنے اندر سَموئے ہوئے ہے، جسے پڑھ کر قدر دان انسان بے ساختہ پُکار اُٹھتا ہے کہ امامِ اہلسنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، سیِّدُنا امامِ اعظم ابوحنیفہ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجتہدانہ بصیرت کا پَرتو ہیں۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کُتُب رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ ہر اسلامی بھائی اور اسلامی بہن کو چاہیے کہ سرکارِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جُملہ تصانیف کا حسبِ استطاعت ضرور مطالَعہ کرے۔

تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحُسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدَّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس **''المدینۃ العلمیۃ''** بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تعالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اُٹھایا ہے۔اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۲) شعبۂ تخریجِ کُتُب

(۳) شعبۂ درسی کُتُب (۴) شعبۂ اصلاحی کُتُب

(۵) شعبۂ تراجِمِ کُتُب (۶) شعبۂ تفتیشِ کُتُب

''المدینۃ العلمیۃ'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البَرَکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دِین ومِلَّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر وبَرَکت، حضرتِ علاّمہ مولانا الحاج الحافِظ القاری الشّاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ الرَّحۡمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوُسع سَہل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع

ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عزّ وجلّ ''**دعوتِ اسلامی**'' کی تمام مجالس بَشُمُول''المدینۃ العلمیۃ'' کو دن گیارہویں رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں اپنے مدنی حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کا پڑوس نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم



رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پیش لفظ

پیارے اسلامی بھائیو!

دُعا ،اللہ رب العزت جل وعلا سے مناجات کرنے ، اس کی قربت حاصل کرنے ،اس کے فضل وانعام کے مستحق ہونے اور بخشش ومغفرت کا پروانہ حاصل کرنے کا نہایت آسان اور مجرب ذریعہ ہے۔اسی طرح دعا پیارے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متوارث سنت، اللہ رب العزت جل وعلا کے پیارے بندوں کی متواتر عادت، درحقیقت عبادت بلکہ مغزِ عبادت،اور گنہگار بندوں کے حق میں اللہ رب العزت جل وعلا کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت وسعادت ہے۔

دُعا کی اہمیت اور وقعت کا اندازہ خود قرآن پاک میں اللہ رب العزت جل وعلا کے ارشاد:﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ﴾[1] اور﴿اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ﴾[2] فرمانے،اور عالمین پر نہایت ہی رؤف ورحیم رسول کریم صلی اللہ

---

1 ''مجھ سے دعا مانگو میں قبول فرماؤں گا جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر۔'' (پ ٢٤ ، المؤمن: ٦٠) یہاں عبادت سے مُراد دُعا ہے۔
(''فضائل دعا''،ص ۴۸)

2 ''میں دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارے۔'' (پ ٢ ، البقرة: ١٨٦)
(''فضائل دعا''،ص ۴۸)

تعالیٰ علیہ وسلم کے پیدا ہوتے ہی اپنی امت کے حق میں ((ربّ هب لي أمّتي))(1) فرمانے، روزِ محشر بھی ((أنا لها))(2) پکارنے پھر بارگاہِ رب العزت میں سربسجود رہ کر اُمت کی شفاعت فرما کر بخشوانے اور احادیث مبارکہ میں بار بار ترغیب دلانے اور نہ مانگنے کی صورت میں ربِ جلیل کا نہایت سخت حکم: ((من لا يدعوني أغضب عليه))(3) سنانے سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

دعا کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اسی کتاب کی فصلِ اوّل میں رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اِرشاد فرماتے ہیں:

''اے عزیز! دعا ایک عجیب نعمت اور عمدہ دولت ہے کہ پروردگار تَقَدَّسَ وَتَعَالٰی نے اپنے بندوں کو کرامت فرمائی اور اُن کو تعلیم کی، حلِ مشکلات میں اس سے زیادہ کوئی چیز مؤثر نہیں، اور دفعِ بلا وآفت میں کوئی بات اس سے بہتر نہیں۔''

چنانچہ دعا کے اس قدر مفید اور نفع بخش ہونے کے باوجود اس سے استفادہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ اس کے شرائط وآداب بھی ملحوظِ خاطر رہیں ورنہ عین ممکن ہے کہ دعا کرنا فائدہ مند نہ ہو۔

---

1 ''خدایا میری امت کو میرے واسطے بخش دے۔''

(''الكلام الأوضح في تفسير سورة الم نشرح''موسوم به'' انوار جمال مصطفى ''، ص١٠٤، شبير برادرز)

2 میں اس کام کیلئے ہوں یعنی تمہاری شفاعت میرے ذمہ ہے۔

''صحيح البخاري''، كتاب التوحيد، باب كلام الرب عزوجل... إلخ، الحديث: ٧٥١٠، ج٤، ص٥٧٧.

3 یعنی ''جو مجھ سے دعا نہ کرے گا میں اُس پر غضب فرماؤں گا۔''

(''كنز العمال''، الحديث: ٣١٢٤، الجزء الثاني، ج١، ص٢٩)

اسی کتاب کی فصل دوم میں دعا کے شرائط و آداب کا مفصل بیان موجود ہے، یہاں موقع کی مناسبت سے سورۂ مومن کی آیت کریمہ نمبر ۶۰ کے تحت صدر الافاضل، بدر الاماثل سید مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی بیان کردہ تفسیر سے ایک نہایت جامع اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے اور ان کے قبول کے لیے چند شرطیں ہیں: ایک اخلاص دعا میں، دوسرے یہ کہ قلب غیر کی طرف مشغول نہ ہو، تیسرے یہ کہ وہ دعا کسی امرِ ممنوع پر مشتمل نہ ہو، چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتا ہو، پانچویں یہ کہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعا مانگی قبول نہ ہوئی جب ان شرطوں سے دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے حدیث شریف میں ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے یا تو اس کی مراد دنیا ہی میں اس کو جلد دے دی جاتی ہے یا آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ ہوتی ہے یا اس سے اس کے گناہوں کا کفارہ کردیا جاتا ہے''

(''خزائن العرفان''، ص۸۵۷، مطبوعہ مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند)

مختصر یہ کہ زیرِ نظر کتاب دعا سے متعلق جملہ احکام کی جامع ہونے کے ساتھ ساتھ کئی قرآنی آیات کی تفسیر، احادیث کی تشریح، علم کلام سے متعلق چند نہایت اہم عقائد کی تحقیق، بعض تحقیق طلب فقہی مسائل کی تفصیل، اور بعض نادر و نایاب اہم افادوں اور وضاحتوں کے ساتھ ایک زبردست علمی شاہکار ہے۔

چنانچہ اس جلیل القدر علمی تحقیقی اور دعا کے موضوع پر لاجواب کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کی مجلس

''الـمـديـنـة الـعـلـمية'' کے شعبۂ کتبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان مَدَنی علماء کرام: محمد یونس علی عطاری مدنی، محمد کاشف سلیم عطاری مدنی، سید عقیل احمد عطاری مدنی، حامد علی عطاری، قاری اسماعیل عطاری مدنی، محمد گلفراز عطاری مدنی سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے دوبارہ طبع ہونے سے پہلے پچھلی طباعت کو کافی حد تک برقرار رکھتے ہوئے عوام اسلامی بھائیوں کی آسانی کے پیش نظر مزید حواشی، تسہیلات، اور احادیث مبارکہ، فقہی جزئیات، اور دیگر دوسری عبارات کی حتی المقدور تخریج کے ساتھ اس کتاب کو ازسر نو مرتّب کیا، لہٰذا مسلسل محنت اور جانفشانی کے ساتھ اس کام کو مکمل کرنے پر یہ مدنی علماء کرام نہایت داد و تحسین کے مستحق ہیں۔

ذیل میں دی گئی تفصیل ملاحظہ فرمانے کے بعد کچھ حد تک ان علماء کرام کی محنت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اس کتاب کی طباعت سے پہلے ان امور کو ملحوظ رکھا گیا:

۱۔ آیات واحادیث اور دیگر عبارات کے حوالہ جات کی مقدور بھر تخریج کی گئی ہے۔

۲۔ مشکل الفاظ کے معانی اور اُن کی تسہیل کا اہتمام کیا گیا ہے تاکہ عام قاری کو بھی یہ ''کتاب'' پڑھنے میں دشواری محسوس نہ ہو۔

۳۔ مختصر تسہیلیں متن ہی میں بریکٹ میں کردی گئی ہیں، جبکہ طویل تسہیلوں کی ترکیب حاشیہ میں کی گئی ہے تاکہ ربطِ عبارت میں خلل نہ آئے۔

۴۔ آیاتِ قرآنیہ کو منقش بریکٹ ﴿ ﴾، متنِ احادیث کو ڈبل بریکٹ (( ))، کتابوں کے نام اور دیگر اہم عبارات کو Inverted commas '' '' سے ممتاز کیا گیا ہے۔

۵۔ امام اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاں خود بریکٹ میں کلام فرمایا ہے اسے بڑے موٹے فاؤنٹ (   ) سے ممتاز کیا گیا ہے۔

۶۔ جن آیاتِ قرآنیہ کا متن میں ترجمہ نہیں کیا گیا تھا ان کا حاشیہ میں ''کنز الایمان'' سے ترجمہ کردیا گیا ہے۔

۷۔ عربی دعاؤں پر مکمل اعراب کا اہتمام کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے میں غلطی نہ ہو۔

۸۔ مشکل الفاظ پر بھی حتی الامکان اعراب کی ترکیب کی گئی ہے تاکہ تلفُّظ کی غلطی نہ ہو۔

۹۔ کتاب کو حتی الامکان اغلاط سے پاک کرنے کی غرض سے اس کا ایک سے زائد نسخوں سے، ایک سے زائد مرتبہ تقابل کیا گیا ہے۔

۱۰۔ عربی عبارات کا حاشیہ میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

۱۱۔ عربی اور فارسی اشعار کا ترجمہ بھی حتی الامکان اشعار کی صورت میں کیا گیا ہے۔

۱۲۔ نئی گفتگو نئی سطر میں درج کی گئی ہے تاکہ پڑھنے والوں کو بآسانی مسائل سمجھ آسکیں۔

۱۳۔ علاماتِ ترقیم مثلاً: فل اسٹاپ (۔)، کومہ (،)، کالن (:) وغیرہ کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

۱۴۔ فہرست میں اہم نکات کو جدا جدا لکھ کر پورے رسالہ کا اجمالی خاکہ پیش کردیا گیا ہے۔

۱۵۔ آخر میں مآخذ و مراجع کی فہرست، مصنفین ومؤلفین کے نام بمع مطابع ذکر کردی گئی ہے۔

اس ''**کتاب**'' کے پیش کرنے میں آپ کو جو خوبیاں دکھائی دیں وہ اللہ عزوجل کی عطا، اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نظر کرم، علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ بالخصوص شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی کے فیض سے ہیں اور جو خامیاں نظر آئیں ان میں یقیناً ہماری کوتاہی ہے۔

قارئین خصوصاً علمائے کرام دامت فیوضہم سے گزارش ہے کہ اس ''**کتاب**'' پر کام کے معیار کو مزید بہتر بنانے کے سلسلے میں ہمیں اپنی قیمتی آراء سے تحریری طور پر مطلع فرمائیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ''**کتاب**'' کو عوام وخواص کے لیے نفع بخش بنائے!

آمین بجاہ النبی الامین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم!

شعبۂ کتبِ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت

(مجلس المدينة العلمية)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلي على رسوله الكريم

مختصر حالات حضرت مُصنِّف علّام قدس سرّہ الملک المُنعام

(اَز عالم شریعت، امام اہلسنّت مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن)

وہ جناب فضائل مآب، تاج العلماء، رأس الفضلاء، حامیِ سنّت، ماحیِ بدعت، بقیّۃ السلف، حجۃ الخلف، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَأَرْضَاهُ وَفِيْ أَعْلٰی غُرَفِ الْجِنَانِ بَوَّأَهُ سلخ جمادی الآخرہ یا غرۂ رجب[1] ۱۲۴۶ھ قدسیہ کو رونق افزائے دارِ دنیا ہوئے اپنے والد ماجد حضرت مولائے اعظم، بحرِ غَطَمْطَم فضائل پناہ عارف باللہ صاحب کمالاتِ باہرہ وکراماتِ ظاہرہ حضرت مولانا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب رَوَّحَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ وَنَوَّرَ ضَرِيْحَهٗ سے اکتسابِ علوم فرمایا بحمد اللہ منصب شریف علم کا پایہ ذروۂ علیا کو پہنچایا

ع راست میگویم ویزداں نہ پسند وجز راست[۱]

کہ جودتِ انظار وحدّتِ افکار وفہمِ صائب وَرائے ثاقب حضرت حق جل وعلا نے اِنہیں عطا فرمائی ان دِیار وامصار میں اس کی نظیر نظر نہ آئی فراستِ صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا، عقلِ معاش ومعاد دونوں کا بروجہِ کمال اجتماع بہت کم سنا یہاں آنکھوں دیکھا علاوہ بریں سخاوت وشجاعت وعلوِّ ہمت وکرم ومروّت وصدقاتِ

---

1 یعنی جمادی الآخرہ کی آخری تاریخ یا رجب کی چاندرات۔

۱ سچ کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سچ ہی پسند فرماتا ہے۔۱۲

خفیہ ومبرّ ات جلیہ وبلندیٔ اقبال ودبدبہ وجلال وموالاتِ فقرا اورامرِ دینی میں عدمِ مبالات باغنیاء، حکّام سے عزلت، رزقِ موروث پر قناعت وغیر ذالک فضائلِ جلیلہ وخصائلِ جمیلہ کا حال وہی کچھ جانتا ہے جس نے اس جناب کی برکتِ صحبت سے شرف پایا ہے۔

ع ایں نہ بحر است کہ در کوزۂ تحریر آید[1]

مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ اس ذاتِ گرامی صفات کو خالق عزوجل نے حضرت سلطانِ رسالت علیه أفضل الصلاة والتحیة کی غلامی وخدمت اور حضورِ اقدس کے اعداء پر غلظت وشدّت کے لئے بنایا تھا بحمد اللہ ان کے بازوئے ہمت وطنطنۂ صولت نے اس شہر کو فتنۂ مخالفین سے یکسر پاک کردیا کوئی اتنا نہ رہا کہ سر اٹھائے یا آنکھ ملائے یہاں تک کہ ۲۶ شعبان ۱۲۹۳ھ ہجری کو مناظرۂ دینی کا عام اعلان مسمّٰی بہ بنام تاریخی ''اصلاحِ ذاتِ بین'' طبع کرایا اور سوا مہرِ سکوت یا عارِ فرار وغوغائے جہال وعجز واضطرار کے کچھ جواب نہ پایا، ''فتنۂ شش مثل'' کا شعلہ کہ مدت سے سر بفلک کشیدہ تھا اور تمام اقطارِ ہند میں اہلِ علم اس کے اِطفا پر عرق ریز وگرویدہ، اس جناب کی ادنیٰ توجہ میں بحمد اللہ سارے ہندوستان سے ایسا فِر و ہوا کہ جب سے کان ٹھنڈے ہیں، اہلِ فتنہ کا بازار سرد ہے خود اس کے نام سے جلتے ہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ خدمت روزِ ازل سے اس جناب کے لئے ودیعت تھی جس کی قدرے تفصیل رسالہ: ''تنبیه الجُهَّال بإلهام الباسط المتعال'' میں مطبوع ہوئی وَذَالِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیهِ مَنۡ یَّشَاءُ.

---

[1] یہ وہ دریا نہیں جو تحریر کے کوزے میں آجائے۔۱۲

تصانیفِ شریفہ اس جناب کی سب علومِ دین میں ہیں نافعِ مسلمین ودافعِ مفسدین والحمد للّٰہ رَبِّ العالمین ازانجملہ "الکلام الأوضح في تفسیر سورة ألم نشرح" کہ مجلدِ کبیر ہے علومِ کثیرہ پر مشتمل "وسیلة النجاة" جس کا موضوع ذکرِ حالات سید کائنات ہے صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم مجلد وسیط "سرور القلوب في ذکر المحبوب" کہ مطبع نَوَل کِشور میں چھپی، "جواهر البیان في أسرار الأرکان" جس کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ع ذوق ایں می نشناسی بخدا تانہ چشی[1]

فقیر غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ نے صرف اس کے ڈھائی صفحوں کی شرح میں ایک رسالہ مسمّٰی بہ "زواهر الجنان من جواهر البیان" ملقب بنام تاریخی "سلطنة المصطفی في ملکوت کُلِّ الوریٰ" تالیف کیا، "أصول الرَّشاد لقمع مباني الفساد" جس میں وہ قواعد ایضاح واثبات جن کے بعد نہیں مگر سنّت کو قوت اور بدعتِ نجدیہ کو موتِ حسرت، "هدایة البریة إلی الشریعة الأحمدیة" کہ دس فرقوں کا رَدّ ہے یہ کتابیں مطبع صبح صادق سیتاپور میں طبع ہوئیں، "إذاقة الأثام لمعاني عمل المولد والقیام" کہ اپنی شان میں اپنا نظیر نہیں رکھتی اور ان شاء اللّٰہ العزیز عنقریب شائع ہوگی[2]، "فضل العلم والعلماء" ایک مختصر رسالہ کہ بریلی میں طبع ہوا، "إزالة الأوهام" ردِّ نجدیّہ، "تزکیة

---

[1] اس شراب طہور کی لذت بخدا چکھے بغیر تو نہیں جان سکتا۔۱۲

[2] پہلی بار مطبع اہلسنّت میں طبع ہوئی اور شائع ہو چکی مدت سے ایک نسخہ بھی اب باقی نہ رہا اب ان شاء اللّٰہ دوبارہ طبع ہو کر شائع ہوگی۔۱۲

الإيقـان ردِّ تقوية الإيمان" کہ یہ عشرۂ کاملہ زمانۂ حضرت مُصنِّف قدس سرہ میں تبییض پاچکا، "الـكـواكـب الـزهـراء في فضائل العلم و آداب العلماء" جس کی تخریجِ احادیث میں فقیر غفر اللّٰہُ تعالٰی لہٗ نے رسالہ: "النجوم الثواقب في تخريج أحاديث الكواكب" لکھا، "الرواية الروية في الأخلاق النبويّة"، "النقادة النقوية في الخصائص النبويّة"، " لمعة النبراس في آداب الأكل واللباس"، "التمكُّن في تـحـقـيـق مسـائل التزيُّن"، "أحسـن الـوعـاء لآداب الدعـاء"، " خير الـمـخـاطبة في المحاسبة والمراقبة"، "هـداية الـمشتاق إلى سير الأنفس والآفاق"، "إرشـاد الأحبـاب إلى آداب الاحتساب"، "أجـمـل الفكر في مباحث الذكر"، "عين المشاهدة لحسن المجاهدة"، "تشوّق الأداة إلى طـريـق محبّة اللّٰه"، "نهاية السعادة في تـحقيق الهمة والإرادة"، "أقوى الـذريـعة إلـى تـحـقـيـق الـطـريـقة والشـريـعة"، "تـرويـج الأرواح في تـفسيـر الانشـراح" ان پندرہ رسائل مابین وجیز ووسیط کے مسوّدات موجود ہیں جن کی تبییض کی فرصت حضرت مُصنِّف قدس سرہ نے نہ پائی فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کا قصد ہے کہ انہیں صاف کر کے ایک مجلد میں طبع کرائے انشاء اللہ سبحانہ وتعالٰی

ع کہ حلوا بہ تنہا نباید خورد[1]

ان کے سوا اور تصانیف شریفہ کے مُسَوَّدے بستوں میں ملتے ہیں مگر منتشر جن کے اجزا اوّل، آخر یا وسط سے گم ہیں ان کے بارے میں حسرت ومجبوری ہے۔

1 حلوا تنہا نہیں کھانا چاہیے۔۱۲

غرض عمر اس جناب کے ترویجِ دین وہدایتِ مسلمین ونکاتِ اعدا وحمایتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری جَزَاهُ اللّٰهُ مِنَ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ جَزَاءٍ آمین.

پنجم جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو مارہرہ مطہرہ میں دستِ حق پرست حضرت آقائے نعمت دریائے رحمت، سید الواصلین، سند الکاملین، قطبِ اوانہ وامامِ زمانہ حضور پرنور سَيِّدُنَا وَمُرْشِدُنَا مَوْلَانَا وَمَأْوانَا ذُخْرَتِيْ لِيَوْمِيْ وَغَدِيْ حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی تاجدار مسندِ مارہرہ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَأَرْضَاهُ وَأَفَاضَ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِهٖ وَنُعْمَاهُ پر شرفِ بیعت حاصل فرمایا حضور پیر ومرشد برحق نے مثال خلافت واجازتِ جمیع سلاسل وسندِ حدیث عطا فرمائی یہ غلام ناکارہ بھی اسی جلسہ میں اس جناب کے طفیل اِن برکات سے شرف یاب ہوا۔ والحمد للّٰہ رب العالمین

چھبیس شوال ۱۲۹۵ ہجری کو باوجود شدتِ علالت وقوتِ ضعف خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص طور پر بلانے سے کہ ((من رآني في المنام فقد رآني))[1] عزمِ زیارت وحج مصمم فرمایا یہ غلام اور چند اصحاب وخدام ہمراہِ رکاب تھے ہر چند احباب نے عرض کی کہ علالت کی یہ حالت ہے آئندہ سال پر ملتوی فرمائیے، ارشاد کیا: مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم دروازہ سے باہر رکھ لوں پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کرجائے دیکھنے والے جانتے ہیں کہ تمام مَشاہد میں تندرستوں سے کسی بات میں کمی نہ

[1] رواه البخاري والترمذي عن أنس رضي الله تعالى عنه. ١٢

"صحيح البخاري"، كتاب التعبير، باب من رأى النبي صلى الله عليه وسلم في المنام، الحديث: ٦٩٩٤، ج٤، ص٤٠٧.

و"سنن الترمذي"، كتاب الرؤيا، باب في قول النبي: ((من رآني... إلخ))، الحديث: ٢٢٨٣، ج٤، ص١٢٢.

فرمائی بلکہ وہ مرض ہی خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک آبخورہ میں دوا عطا فرمانے سے کہ ((من رآني فقد رآی الحق))[1] حدِّ منع پر نہ رہا، وہاں حضرت أجل العلماء، أکمل الفضلاء، حضرت مولانا سید احمد زینی دحلان شیخ الحرم وغیرہ علمائے مکہ معظّمہ سے مکرر سندِ حدیث حاصل فرمائی۔

سلخ ذی القعدہ روز پنجشنبہ وقتِ ظہر ۱۲۹۷ ہجریہ قدسیہ کو اکاون۵۱ برس پانچ مہینے کی عمر میں بعارضۂ اِسہال دَموی (یعنی خونی دست) شہادت پا کر شبِ جمعہ اپنے والدِ ماجد قُدِّسَ سِرُّہٗ کے کنار میں جگہ پائی ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ روزِ وصال نمازِ صبح پڑھ لی تھی اور ہنُوز وقتِ ظہر باقی تھا کہ انتقال فرمایا نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کیے متواتر سلام فرماتے تھے جب چند انفاس باقی رہے ہاتھوں کو اعضائے وضو پر یوں پھیرا گویا وضو فرماتے ہیں یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا سبحان اللہ! وہ اپنے طور پر حالتِ بیہوشی میں نمازِ ظہر بھی ادا فرما گئے جس وقت روح پرفتوح نے جدائی فرمائی فقیر سرہانے حاضر تھا واللّٰہ العظیم ایک نور ملیح علانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برقِ تابندہ کی طرح چہرہ پر چمکا اور جس طرح لمعانِ خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی، پچھلا کلمہ زبانِ فیضِ ترجمان سے نکلا لفظ ''اللہ'' تھا وبس اور اخیر تحریر کہ دستِ مبارک سے ہوئی ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' تھی کہ انتقال سے دو روز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی بعدہ فقیر نے حضور پیر و مرشدِ برحق رضی اللہ عنہ کو رُؤیا میں دیکھا کہ حضرت والد قُدِّسَ سِرُّہُ الْمَاجِدُ کے مرقد پر تشریف لائے، غلام نے عرض کی: حضور

---

1 ''صحيح البخاري''، كتاب التعبير، باب من رأى النبي صلى الله عليه وسلم في المنام، الحديث: ٦٩٩٤، ج٤، ص٤٠٧.

یہاں کہاں! أو لفظاً هذا معناه فرمایا: آج سے یا فرمایا: اب سے ہم یہیں رہا کریں گے، رحمهما اللّٰه تعالی رحمة واسعةً۔

ذهب الذين يعاش في أكنافهم　　وبقيت في ناس كجلد الأجرب

ليهن رعاء الناس وليفرح الجهل　　بعدك لا يرجو البقا من له عقل

اللّٰهم ارحمهما وأرض عنهما وأكرم نزلهما، وأفض علينا من بركاتهما، آمين، برحمتك يا أرحم الراحمين وصلى اللّٰه تعالٰى على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين. آمين.

مُناجات

امام اہلسنّت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو	جب پڑے مشکل شہِ مشکل کُشا کا ساتھ ہو
یاالٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو	شادیٔ دیدارِ حُسنِ مصطفٰی کا ساتھ ہو
یاالٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات	اُنکے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو
یاالٰہی جب پڑے محشر میں شورِ داروگیر	امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو
یاالٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے	صاحبِ کوثر شہِ جودوعطا کا ساتھ ہو
یاالٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر	سیدِ بے سایہ کے ظِلِّ لِوا کا ساتھ ہو
یاالٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن	دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
یاالٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں	عیب پوشِ خلق ستّارِ خطا کا ساتھ ہو
یاالٰہی جب بَہیں آنکھیں حسابِ جُرم میں	ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو
یاالٰہی جب حسابِ خندۂ بیجا رُلائے	چشمِ گریانِ شفیعِ مُرتجٰے کا ساتھ ہو
یاالٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں	انکی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو
یاالٰہی جب چلوں تاریک راہِ پل صراط	آفتابِ ہاشمی نورُ الہدیٰ کا ساتھ ہو
یاالٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے	رَبِّ سَلِّمْ کہنے والے غمزُدا کا ساتھ ہو
یاالٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں	قدسیوں کے لب سے آمین رَبَّنَا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب رضؔا خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدار عشقِ مصطفٰی کا ساتھ ہو

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم ۝

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ السَّمِيۡعِ الۡقَرِيۡبِ الۡمَجِيۡدِ الۡمُجِيۡبِ، قَرِيۡبٌ رَبُّنَا فَنُنَاجِيۡهِ لَا بَعِيۡدٌ فَنُنَادِيۡهِ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّجِيِّ النَّجِيۡبِ الۡمُنَاجِي الۡحَبِيۡبِ الۡبَشِيۡرِ النَّذِيۡرِ الدَّاعِيۡ إِلَى اللّٰهِ بِإِذۡنِهِ السِّرَاجِ الۡمُنِيۡرِ وَعَلٰى اٰلِهِ الۡكِرَامِ وَصَحۡبِهِ الۡعِظَامِ الدَّاعِيۡنَ رَبَّهُمۡ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، وَأَشۡهَدُ أَن لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ، إِمَامُ الدُّعَاةِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ أَجۡمَعِيۡنَ إِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ.[1]

اٰمِيۡنَ يَا رَبَّ الۡعَالَمِيۡنَ.

1 سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو جو سننے والا، اپنے بندوں سے نزدیک، بزرگی والا، اپنے بندوں کی دعاؤں کوقبول فرمانے والا، ہمارا پروردگار نزدیک ہے کہ اس سے آہستہ کہیں نہ دور کہ اسے پکاریں اور درود وسلام ہواس پر جونجات دلانے والے، عمدہ نسب والے، اپنے رب کے حضور مناجات کرنے والے، اس کے پیارے، خوشخبری دینے والے، ڈرسنانے والے، اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے، چمکا دینے والے روشن آفتاب ہیں، اور درود وسلام ہوان کی معزز آل اور عظمت والے صحابہ پر جو اپنے رب عزوجل سے دعائیں مانگتے جبکہ لوگ خواب غفلت میں ہوتے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے بندے اور اس کے رسول، تمام دعا کرنے والوں کے امام ہیں۔ قیامت تک اللہ عزوجل ان پر اور ان کی تمام آل واصحاب پر رحمت نازل فرمائے۔

آمین یا ربَّ العالمین.

أَمَّا بَعْدُ:

یہ رسالہ ہے دُعا کے آداب وفضائل اور اِجابت کے موانع ووسائل [1] اور اس کے متعلق نفیس مسائل میں، مُسمّٰی به (بنام) "أَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاءِ" تصنیفِ لطیف اعلیٰ حضرت، داعیِ سنَّت، راعیِ شریعت، أَفْضَلُ الْمُحَقِّقِین، أَکْمَلُ الْمُدَقِّقِین [2]، حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خان صاحب، محمدی، سُنّی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَأَرْضَاهُ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَصِيْرَهُ وَمَثْوَاهُ [3] کہ فقیر ناسزا عبدالمصطفیٰ احمد رضا غَفَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهُ وَأَصْلَحَ عَمَلَهُ [4] نے اس کا شرفِ خدمت لیا اور خاص مسوّدۂ حضرت مصنِّف علّام قُدِّسَ سِرُّهٗ سے مبیّضہ کیا۔ [5]

اَثنائے تبییض میں کہیں وضاحتِ مرام، کہیں اِزاحت اوہام، کہیں مناسبتِ مقام کے لیے فقیر نے زیاداتِ کثیرہ کیں [6] کہ اصل رسالہ سے نہ قدر (یعنی: اہمیت میں تو نہیں)

---

1 یعنی یہ "رسالہ" ان چیزوں کے بیان میں ہے جو دعا کی قبولیت میں رکاوٹ یا دعا کی قبولیت کا سبب بنتی ہیں۔

2 نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلانے اور شریعتِ محمدیہ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کی خدمت کرنے والے، سب سے اچھی تحقیق کرنے والے، اور بہترین باریک بین۔

3 اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور انہیں ہم سے راضی کرے، اور جنت ان کا ٹھکانہ بنائے۔

4 اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے اور اس کے اعمال کو اچھا کرے۔

5 یعنی میں نے اپنے والد محترم مولانا نقی علی خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر "أحسن الوعاء لآداب الدعاء" کو صاف ستھرا کر کے ترتیب دیا۔

6 یعنی: کتاب کو آخری شکل دیتے وقت کہیں مقصد کی وضاحت، کہیں اِشکال کا اِزالہ اور کہیں موقع مناسبت کی رعایت کرتے ہوئے تفصیل بھی بیان کی۔

بلکہ مقدار میں بڑھ گئیں تو مناسب ہوا کہ انہیں رسالۂ مستقلہ قرار دیجئے اور اصل کیلئے بجائے شرح وذیل سمجھ کر بنام ''ذیل المدّعاء لأحسن الوعاء'' مسمّٰی کیجئے۔[1]

اصل رسالہ سے ان زیادات کے امتیاز کا یہ طریقہ رکھا کہ اُن کے شروع میں **قال الرضاء** اور آخر میں اس شکل ۱۲ کا خطِ ہلالی لکھا۔

اس مبارک رسالہ کے مطالبِ نفیسہ (عمدہ ابحاث) کا دس۱۰ فصل پر اِختتام اور آخر میں ایک تذییل (ضمیمہ) اور ایک خاتمہ پر انتہائے کلام۔

والحمد للّٰہ وليّ الإنعام والصلاۃ علی محمّد وآلہ والسلام.[2]

فصل اوّل: فضائل دعا میں۔

فصل دوم: آدابِ دعا واَسبابِ اجابت میں۔

فصل سوم: اوقاتِ اِجابت میں۔

فصل چہارم: اَمکنۂ اِجابت میں۔

فصل پنجم: اسم اعظم وکلماتِ اِجابت میں۔

فصل ششم: موانع اجابت میں۔

---

1 یعنی: اس تفصیل اور وضاحت کے باوجود میری یہ تحریر، والدِ محترم کے رسالے کے مقابلے میں صرف مقدار میں بڑھی نہ کہ قدر ومنزلت میں چنانچہ یہ ایک مستقل رسالہ کی صورت اختیار کرگئی، لہٰذا اصل متن کے لئے بطور ''شرح وحاشیہ'' اس کا نام ''ذیل المدعاء لأحسن الوعاء'' تجویز کیا۔

2 اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو فضل واِحسان والا، اور درود وسلام ہو نبیٔ رحمت اور ان کی آل ذی شان پر، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

فصل ہفتم: کن کن باتوں کی دعا نہ کرنی چاہیے۔

فصل ہشتم: ان لوگوں کے بیان میں جن لوگوں کی دعا قبول ہوتی ہے۔

فصل نہم: ان اعمالِ صالحہ میں جن کے کرنے والے کوکسی دعا کی حاجت نہیں۔

فصل دہم: مبحثِ دعا کے متعلق چند نفیس سوال و جواب میں۔

تذییل: غیرِ خدا سے سوال کے حکم میں۔

خاتمہ: چند ترکیب نماز حاجت میں۔ **أفاد قدّس سرّہ** (جسے مصنِّف علیہ الرحمہ نے فائدہ مند ہونے کی وجہ سے بیان فرمایا۔)

فصلِ اوّل فضائلِ دُعا میں

قال الرضاء: فضائلِ دعا میں احادیث بکثرت ہیں، دس اس فصل میں مذکور ہونگی آئندہ بھی ضمنِ کلام میں بہت احادیث آئیں گی۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ.[1]

قال اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ:

﴿اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾

''میں دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارے۔'' (پ۲، البقرة: ۱۸۶)

اور فرماتا ہے:

﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾

''مجھ سے دعا مانگو میں قبول فرماؤں گا۔'' (پ۲٤، المؤمن: ٦٠)

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ﴾

''جولوگ میری عبادت سے تکبّر کرتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر۔'' (پ۲٤، المؤمن: ٦٠)

یہاں عبادت سے مُراد دُعا ہے۔

قال الرضاء: اور فرماتا ہے:

﴿فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾

---

1 اور اللہ عزوجل ہی توفیق دینے والا ہے۔

''تو کیوں نہ ہوا جب آئی تھی اُن پر ہماری طرف سے سختی تو گڑ گڑائے ہوتے لیکن سخت ہو گئے ہیں دل اُن کے۔'' (پ۷، الأنعام: ٤٣)

اِس آیت سے ترکِ دعا پر تہدید شدید نکلی[1] .

حدیث۱: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے[2]:

''میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں۔'' یعنی وہ جیسا گمان مجھ سے رکھتا ہے میں اُس سے ویسا ہی کرتا ہوں، ((وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِيْ)) ''اور میں اُس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دعا کرے۔''

قال الرضاء: یہ حدیث بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔[3]

أقول: اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت سے ساتھ ہونا تو ہر شئے کے لیے ہے، یہ خاص معیّتِ کرم ورحمت ہے، جو دعا کرنے والے کو ملتی ہے۔ اس سے زیادہ کیا دولت ونعمت ہوگی

---

1 یعنی اس آیت مبارکہ میں دعا کے چھوڑ دینے پر شدید خوف دلایا جا رہا ہے۔

2 **حدیث قدسی:** هو ما نقل إلينا عن النبي صلّى الله عليه وسلم مع إسناده إيّاه إلى ربّه عزّ وجلّ. ("تيسير مصطلح الحديث"، الباب الأول، الفصل الرابع، ص ١٢٦)

یعنی حدیث قدسی وہ حدیث ہے جس کے راوی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں اور نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔

3 "صحيح مسلم"، كتاب الذكر والدعاء ... إلخ، باب فضل الذكر والدعاء ... إلخ، الحديث: ٢٦٧٥، ص ١٤٤٢.

کہ بندہ اپنے مولیٰ کی معیّت سے مشرّف ہو ہزار حاجت روائیاں اس پر نثار اور لاکھ مقصد ومراد اس کے تصدُّق۔ ﴾[1]

حدیث۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز دعا سے بزرگ تر نہیں۔''[2]

قال الرضاء: اسے ترمذی وابن ماجہ وابن حبان وحاکم نے اُنہیں صحابی (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا۔ ﴾

حدیث۳: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں:

''اے فرزندِ آدم! تو جب تک مجھ سے دعا کرتا اور میرا اُمیدوار رہے گا، میں تیرے گناہ کیسے ہی ہوں معاف فرماتا رہوں گا اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔''

قال الرضاء: رواه الترمذي عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه. ﴾[3]

---

1 یعنی: اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ علم وقدرت سے تو ہر چیز کے ساتھ ہے، لیکن اُس کا وہ خاص قرب، جو دعا کرنے والے کو ملتا ہے، اتنی بڑی نعمت وسعادت ہے کہ اگر اس نعمت پر بندے کی ہزاروں مقبول دعائیں اور مرادیں بھی قربان ہو جائیں تو کم ہیں۔

2 ''سنن الترمذي''، كتاب الدعوات، باب ماجاء في فضل الدعاء، الحديث: ٣٣٨١، ج٥، ص٢٤٣.

3 اس حدیث کو امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

''سنن الترمذي''، كتاب الدعوات، باب في فضل التوبة ... إلخ، الحديث: ٣٥٥١، ج٥، ص٣١٨-٣١٩.

حدیث۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

''دعا سے عاجز نہ ہو کہ کوئی شخص دعا کے ساتھ ہلاک نہ ہوگا۔''

قال الرضاء: رواه عنه ابن حبّان والحاكم﴾.(1)

حدیث۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

''دعا مسلمانوں کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور آسمان وزمین کا نور۔''

قال الرضاء: رواه الحاكم عن أبي هريرة وكأبي يعلى عن علي رضي الله تعالى عنهما. ﴾(2)

حدیث۶: منقول کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

''جو بلا اُتر چکی اور جو ابھی نہ اُتری، دعا سب سے نفع دیتی ہے، تو دعا اختیار کرو اے خدا کے بندو!۔''

قال الرضاء: رواه الترمذي والحاكم عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما. ﴾(3)

---

1 اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

''المستدرك''، كتاب الدعاء والتكبير... إلخ، الحديث: ١٨٦١، ج٢، ص١٦٤.

2 اس حدیث کو حاکم نے حضرت ابو ہریرہ اور اسی کی مثل ابو یعلی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

''المستدرك ''، كتاب الدعاء والتكبير... إلخ، الحديث: ١٨٥٥، ج٢، ص١٦٢.

3 اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

''سنن الترمذي''، باب في دعاء النبي... إلخ، الحديث: ٣٥٥٩، ج٥، ص٣٢٢.

حدیث ۷: وارِد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

''بَلا اُترتی ہے پھر دعا اس سے جا ملتی ہے تو دونوں کُشتی لڑتے رہتے ہیں قیامت تک۔''

یعنی دعا اُس بَلا کو اترنے نہیں دیتی۔

قال الرضاء: رواه البزّار والطبراني والحاكم عن أمّ المؤمنين رضي الله تعالى عنها.(1)

حدیث ۸: مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

''دعا عبادت کا مغز ہے۔''

قال الرضاء: رواه الترمذي عن أنس رضي الله تعالى عنه.(2)

حدیث ۹: مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

''کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دے اور تمہارے رزق وسیع کر دے، رات دن اللہ تعالٰی سے دعا مانگتے رہو کہ دعا سلاحِ مومن (یعنی مومن کا ہتھیار) ہے۔''

---

1 اس حدیث کو بزار، طبرانی اور حاکم نے اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔

"المستدرك"، كتاب الدعاء والتكبير... إلخ، الحديث: ۱۸۵٦، ج۲، ص۱٦۲.

2 اس حدیث کو امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

"سنن الترمذي"، باب ما جاء في فضل الدعاء، الحديث: ۳۳۸۲، ج٥، ص۲٤۳.

قال الرضاء: رواه أبـو يـعلى عن جابر بن عبد اللّٰہ رضـي اللّٰہ تعالى عنهما. ﴾[1]

حدیث۱۰: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

''جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرے، اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے۔''

قال الرضاء: أخـرجـه أحمد وابن أبي شيبة والبخاري في ''الأدب المفرد'' والترمذي وابن ماجه والحاكم عن أبي هريرة رضي اللّٰہ تعالى عنه.[2]

اور یہ معنی بعض احادیثِ قدسی میں بھی آئے۔

أخـرجـه الـعسكري في ''المواعظ'' عنه عن النبي صـلى اللّٰہ تعالى عليه وسلم قال: ((قال اللّٰہ تعالى: من لا يدعوني أغضب عليه)).

یعنی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جو مجھ سے دعا نہ کرے گا میں اُس پر غضب فرماؤں گا۔'' **العِياذ باللّٰہ تعالى.** ﴾[3]

---

1 اس حدیث کو ابو یعلی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

''مسند أبي يعلى''، الحديث: ١٨٠٦، ج٢، ص٢٠١-٢٠٢.

2 اس حدیث کو امام احمد وابن ابی شیبہ، اور امام بخاری نے ''الادب المفرد'' میں اور امام ترمذی وابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

''المستدرك''، كتاب الدعاء والتكبير... إلخ، الحديث: ١٨٤٩، ج٢، ص١٦٠.

3 ''كـنـز الـعـمـال''، الباب الثامن، الفصل الأول، الحديث: ٣١٢٤، الجزء الثاني، ج١، ص٢٩، (بحوالہ ''مواعظ'').

اے عزیز! دعا ایک عجیب نعمت اور عمدہ دولت ہے کہ پروردگار تَقَدَّسَ وَتَعَالٰی (پاک اور بلند وبالا) نے اپنے بندوں کو کرامت فرمائی اور اُن کو تعلیم کی، حلِّ مشکلات میں اس سے زیادہ کوئی چیز مؤثر نہیں، اور دفعِ بلا وآفت میں کوئی بات اس سے بہتر نہیں۔ (1)

ایک دعا سے آدمی کو **پانچ فائدے** حاصل ہوتے ہیں:

اوّل: عابدوں کے گروہ میں داخل ہوتا ہے کہ دعا فِي نَفْسِهٖ (یعنی بذاتِ خود) عبادت بلکہ سرِّ عبادت (یعنی عبادت کا مغز) ہے۔

دُوُم: وہ اِقرارِ عجز و نیاز[1] داعی واعتراف بہ قدرت وکرمِ اِلٰہی پر دلالت کرتی ہے۔

سِوُم: امتثالِ امرِ شرع، کہ شارع نے اُس پر تاکید فرمائی، نہ مانگنے پر غضبِ اِلٰہی کی وعید آئی۔ (2)

---

1 مشکلات کو حل کرنے میں دعا سے زیادہ اثر کرنی والی اور آفات و بلیات کو ٹالنے میں دعا سے زیادہ بہترین کوئی چیز نہیں۔

[1] یعنی جو شخص دعا کرتا ہے وہ اپنے عجز واحتیاج کا اقرار اور اپنے پروردگار کے کرم وقدرت کا اعتراف کرتا ہے۔۱۲ منہ

2 یعنی: دعا مانگنا شریعتِ مطہرہ کے حکم کی بجا آوری ہے کہ اللہ رب العزت جل وعلا نے فرمایا: ﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (پ۲٤، المؤمن: ٦٠) ''مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا'' اور دعا نہ مانگنے والے کے بارے میں عذاب کی وعید ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں آیا: ''جو مجھ سے دعا نہ کرے گا میں اس پر غضب فرماؤں گا''۔

چہارُم: اِتباعِ سنّت کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر اوقات دعا مانگتے اور اوروں کو بھی تاکید فرماتے۔[1]

پنجم: دفعِ بلا و حصولِ مدّعا (بلا ٹلنے اور مراد پوری ہونے) کہ بحکمِ ﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾[2] و ﴿اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾[3].

آدمی اگر بلا سے پناہ چاہتا ہے خدائے تعالیٰ پناہ دیتا ہے اور جو وہ کسی بات کی طلب کرتا ہے اپنی رحمت سے اس کو عطا فرماتا ہے یا آخرت میں ثواب بخشتا ہے۔

سرورِ معصوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے:

''دعا بندے کی تین باتوں سے خالی نہیں ہوتی:

(۱) یا اس کا گناہ بخشا جاتا ہے

(۲) یا دنیا میں اسے فائدہ حاصل ہوتا ہے

(۳) یا اس کیلئے آخرت میں بھلائی جمع کی جاتی ہے کہ جب بندہ اپنی اُن دعاؤں کا ثواب دیکھے گا جو دنیا میں مُسْتَجاب (قبول) نہ ہوئی تھیں تمنّا کرے گا: کاش! دنیا

---

1 کہ دعا سے آفات و بلیات دور ہوتی ہیں اور مقصود حاصل ہوتا ہے۔

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔(پ ٢٤، المؤمن: ٦٠)

3 ترجمۂ کنزالایمان: ''دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے''

(پ٢، البقرة: ١٨٦).

میں میری کوئی دعا قبول نہ ہوتی اور سب یہیں کے واسطے جمع رہتیں۔‘‘[1]

مگر ایسے شخص کو، کہ اپنی دعا کا قبول ہونا اور بصورتِ عدَم حصولِ مُدّعا ثوابِ آخرت اُس کے عوض ملنا چاہتا ہے، مناسب کہ دعا میں اس کے آداب کی رعایت کرے۔[2] وَاللّٰہُ المُوَفِّق (اور اللہ عزوجل ہی توفیق دینے والا ہے).

---

1 "سنن الترمذي"، كتاب الدعوات، باب في جامع الدعوات ... إلخ، الحديث: ٣٤٩٠، ج٥، ص ٢٩٢.

2 یعنی جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اسکی دعا قبول ہو جائے یا اس کے عوض آخرت میں ثواب کا خزانہ ہاتھ آئے، تو اسے چاہئے کہ دعا میں آدابِ دعا کو ملحوظِ خاطر رکھے۔

فصلِ دُوُم آدابِ دعا واسبابِ اِجابت میں

قال الرضاء: آدابِ دعا جس قدر ہیں، سب اسبابِ اِجابت ہیں کہ ان کا اجتماع اِنْ شَاءَ اللّٰہُ العَزِیْز مُورثِ اِجابت ہوتا ہے، بلکہ ان میں بعض بمَنْزِلۂ شرط ہیں جیسے: حضورِ قلب وصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض دیگر مُحْسَنَات و مُسْتَحْسَنَات.[1]

ثم أقول: یہاں کوئی ادب ایسا نہیں جسے حقیقۃً شرط کہیے، بایں معنی کہ اِجابت اس پر موقوف ہو، کہ اگر وہ نہ ہوتو اِجابت زَنہار نہ ہو۔[2] اب یہ حضورِ قلب ہی ہے جس کی نسبت خود حدیث میں ارشاد ہوا: ((واعلموا أنّ اللّٰہ لا یستجیب دعاءً من قلب غافل لاہٍ)).[3]

''خبردار ہو! بیشک اللہ تعالیٰ دعا قبول نہیں فرماتا کسی غافل کھیلنے والے دل کی۔''

حالانکہ بارہا سوتے میں جو محض بلاقصد زبان سے نکل جائے مقبول ہوجاتا ہے

---

1 جتنے بھی آداب دعا ہیں وہ سب قبولیت کا سبب ہیں اگر دعا میں ان کو جمع کرلیا جائے تو انشاء اللہ عزوجل دعا کی قبولیت کا باعث ہونگے بلکہ بعض آداب ایسے ہیں کہ جو دعا میں شرط کی حیثیت رکھتے ہیں جیسے: یکسوئی کے ساتھ دعا کرنا، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اور دیگر نیک امور بجالاکر دعا کرنا۔

2 بہرحال یہاں شرط اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے کہ اگر وہ نہ پائی جائے تو دعا ہرگز قبول ہی نہ ہو۔

3 ''سنن الترمذي''، کتاب الدعوات، باب ماجاء في جامع الدعوات ... إلخ، الحدیث: ۳٤۹۰، ج٥، ص۲۹۲.

و''المستدرك''، کتاب الدعاء والتکبیر... إلخ، الحدیث: ۱۸٦۰، ج۲، ص۱٦٤.

والہذا حدیثِ صحیح[1] میں ارشاد ہوا: ''جب نیند غلبہ کرے تو ذکر ونماز ملتوی کر دو، مَبادا (کہیں ایسا نہ ہو کہ) کرنا چاہو اِستغفار اور نیند میں نکل جائے کوسنا۔''[2]

تو ثابت ہوا کہ یہاں شرط بمعنیٔ حقیقی نہیں، بلکہ یہ مقصود کہ ان شرائط کا اجتماع ہو تو وہ دعا بروجہِ کمال ہے اور اس میں توقعِ اِجابت کو نہایت قُوّت خصوصاً جب کہ مُحسَنات کو بھی جامع ہو، اور اگر شرائط سے خالی ہو تو فِيْ نَفْسِہٖ وہ رِجائے قبول نہیں، بمحض کرم ورحمت یا توافقِ ساعتِ اِجابت، قبول ہو جانا دوسری بات ہے[3] یہ فائدہ ضرور ملاحظہ رکھئے۔ اب شمارِ آداب کی طرف چلئے۔ ﴾

---

1 **حدیثِ صحیح: ما اتّصل سنده بنقل العدل الضابط عن مثله إلى منتهاه من غير شذوذ ولا علة.**

("تيسير مصطلح الحديث"، الباب الأول، الفصل الثاني، ص٣٣).

یعنی: ''وہ حدیث جس کے تمام راوی عادل اور تام الضبط ہوں، اس کی سند ابتداء سے انتہاء تک متصل ہو نیز وہ حدیث علّتِ خفیہ قادحہ اور شذوذ سے بھی محفوظ ہو۔''

2 "صحيح البخاري"، كتاب الوضوء، باب الوضوء من النوم ... إلخ، الحديث: ٢١٢، ج١، ص٩٤.

و"سنن الترمذي"، كتاب الصلاة، باب ما جاء في الصلاة عند النعاس، الحديث: ٣٥٥، ج١، ص٣٧٢.

3 بہرحال یہ بات ثابت ہوئی کہ یہاں شرائط اپنے حقیقی معنوں میں نہیں کہ ان شرائط کے بغیر دعا قبول ہی نہ ہو، ہاں! اتنا ضرور ہے کہ اگر یہ شرائط دعا میں جمع ہو جائیں تو دعا کامل ہے اور اس میں قبولیت کا امکان قوی، بالخصوص جبکہ وہ دیگر نیک امور کو بھی شامل ہو، اس کے برعکس اگر دعا شرائط و آداب سے خالی ہو تو اس کی قبولیت کی امید نہیں، ہاں البتہ کرم ورحمتِ الٰہی ہو جائے یا دعا کی قبولیت کی گھڑی ہو اور دعا قبول ہو جائے تو اور بات ہے۔

آدابِ دعا کہ آیات واحادیثِ صحیحہ معتبرہ وارشاداتِ علمائے کرام سے ثابت، جن کی رعایت اِن شاءاللہ تعالیٰ ضرور باعثِ اجابت (قبولیت کا سبب) ہو۔

قال الرضاء: وہ ساٹھ[۶۰] ہیں۔ اِکاون[۵۱] حضرت مُصَنِّف علّام قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ذکر فرمائے اور نو[۹] فقیر غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالی لَہٗ نے بڑھائے۔﴾

ادب۱: دل کو حتی الامکان خیالاتِ غیر (دوسروں کے خیالات) سے پاک کرے۔

قال الرضاء: ربِ عزوجل کا خاص محلِ نظر (خاص نظرِ کرم فرمانے کی جگہ) دل ہے۔

((إنّ اللّٰہ لا ینظر إلی صورکم وأموالکم ولکن ینظر إلی قلوبکم وأعمالکم.))﴾(1)

ادب۲،۳،۴: بدن ولباس ومکان، پاک ونظیف وطاہر ہوں۔

قال الرضاء: کہ اللہ تعالیٰ نظیف ہے، نظافت کو دوست رکھتا ہے۔﴾

ادب۵: دعا سے پہلے کوئی عملِ صالح کرے کہ خدائے کریم کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو۔

قال الرضاء: صدقہ، خصوصاً پوشیدہ، اس امر میں اثرِ تمام رکھتا ہے (یعنی دعا کی

---

1 ''بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا، البتہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔''

"صحیح مسلم"، کتاب البرّ والصلة والآداب، باب تحریم ظلم المسلم... إلخ، الحدیث: ٢٥٦٤، ص١٣٨٧.

قبولیت میں بہت مؤثّر ہے) ﴿قَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقَةً﴾ [1] وُجوب اگر منسوخ ہے، تو اِستحباب ہَنوز باقی ہے۔ ﴾[2]

ادب ۶: جن کے حقوق اس کے ذمہ ہوں، ادا کرے یا اُن سے معاف کرالے۔

قال الرضاء: خلق (یعنی بندوں) کے مطالبات گردن پر لے کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا ایسا ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ کے حضور بھیک مانگنے جائے اور حالت یہ ہو کہ چار طرف سے لوگ اسے چمٹے دادوفریاد کا شور کررہے ہیں، اسے گالی دی، اسے مارا، اس کا مال لے لیا، اسے لوٹا، غور کرے اس کا یہ حال قابلِ عطاونَوال ہے یا لائقِ سزاونَکال، وحسبنا اللّٰہ ذو الجلال. ﴾[3]

ادب ۷: کھانے پینے لباس وکسب میں حرام سے احتیاط کرے کہ حرام خوار وحرام کار (حرام کھانے والے اور حرام کام کرنے والے) کی دعا اکثر رد ہوتی ہے۔

---

1 ترجمۂ کنزالایمان: ''اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔'' (پ۲۸، المجادلة:۱۲)

2 آیت کریمہ میں ''قَدِّمُوْا'' کے صیغۂ امر کے سبب اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ دعا سے پہلے صدقہ کرنا واجب ہے مگر چونکہ اس آیتِ کریمہ سے ثابت شدہ حکم منسوخ ہو چکا ہے چنانچہ واجب تو نہیں البتہ اب بھی مستحب ضرور ہے۔

(''التفسیر الکبیر''، المجادلة، تحت الآیة: ۱۲، الجزء التاسع والعشرون، ج۱۰، ص۴۹۵).

3 یعنی وہ شخص جو بادشاہ کے حضور حاضر ہو کر فریاد کررہا ہے اور حالت یہ ہے کہ اس نے کسی کا مال لوٹا کسی کو گالی دی، آیا وہ انعام دیئے جانے اور مہربانی کئے جانے کا مستحق ہے یا سزا دیئے جانے کا!۔ اور اللہ تعالیٰ عظمت والا ہمیں کافی ہے۔

ادب ۸: دعا سے پہلے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرے۔

قال الرضاء: کہ نافرمانی پر قائم رہ کر عطا مانگنا بے حیائی ہے۔

ادب ۹: وقتِ کراہت نہ ہو تو دو رکعت نماز خلوصِ قلب سے پڑھے کہ جالبِ رحمت ہے اور رحمت، موجبِ نعمت۔ (1)

---

1 یعنی اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دعا سے پہلے اِخلاص کے ساتھ دو رکعت نفل نماز پڑھے کہ رحمتِ الٰہی عزوجل کا سبب ہے، اور رحمت، نعمتِ الٰہی کے حصول کا باعث ہے۔

بارہ وقتوں میں نوافل پڑھنا منع ہے:

(۱) طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک کہ اس درمیان میں سِوا دو رکعت سنّتِ فجر کے کوئی نفل نماز جائز نہیں۔

(۲) اپنے مذہب کی جماعت کے لیے اِقامت ہوئی تو اِقامت سے ختم جماعت تک نفل وسنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر نماز فجر قائم ہو چکی اور جانتا ہے کہ سنت پڑھے گا جب بھی جماعت مل جائے گی اگرچہ قعدہ میں شرکت ہو گی، تو حکم ہے کہ جماعت سے الگ اور دور سنت فجر پڑھ کر شریک جماعت ہو اور جو جانتا ہے کہ سنت میں مشغول ہو گا تو جماعت جاتی رہے گی اور سنت کے خیال سے جماعت ترک کی یہ ناجائز و گناہ ہے اور باقی نمازوں میں اگرچہ جماعت ملنا معلوم ہو سنتیں پڑھنا جائز نہیں۔

(۳) نمازِ عصر سے آفتاب زرد ہونے تک نفل منع ہے، نفل نماز شروع کر کے توڑ دی تھی اس کی قضا بھی اس وقت میں منع ہے اور پڑھ لی تو ناکافی ہے، قضا اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوئی۔

(۴) غروبِ آفتاب سے فرضِ مغرب تک۔ مگر امام ابن الہمام نے دو رکعت خفیف کا استثنا فرمایا۔

(۵) جس وقت امام اپنی جگہ سے خطبۂ جمعہ کے لیے کھڑا ہوا اس وقت سے فرض جمعہ ختم ہونے تک نماز نفل مکروہ ہے، یہاں تک کہ جمعہ کی سنتیں بھی۔ =

ادب ۱۰، ۱۱، ۱۲: دعا کے وقت باوضو، قبلہ رو، مؤدَّب (باادب) دوزانو بیٹھے یا گھٹنوں کے بل کھڑا ہو۔

قال الرضاء: یابہ نیتِ شکرِ توفیقِ دعاوالتجاء اِلَی اللّٰہ، سجدہ کرے کہ یہ صورت سب سے زیادہ قُربِ رب کی ہے، **قالہ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلّم.**[1]

= (۶) عَین خطبہ کے وقت اگرچہ پہلا ہو یا دوسرا اور جمعہ کا ہو یا خطبۂ عیدین یا کسوف واستسقا وحج و نکاح کا ہو ہر نماز حتیٰ کہ قضا بھی ناجائز ہے، مگر صاحبِ ترتیب کے لیے خطبۂ جمعہ کے وقت قضا کی اجازت ہے۔

(۷) نمازِ عیدین سے پیشتر نفل مکروہ ہے، خواہ گھر میں پڑھے یا عیدگاہ و مسجد میں۔

(۸) نمازِ عیدین کے بعد نفل مکروہ ہے، جب کہ عیدگاہ یا مسجد میں پڑھے، گھر میں پڑھنا مکروہ نہیں۔

(۹) عرفات میں جو ظہر وعصر ملا کر پڑھتے ہیں، ان کے درمیان میں اور بعد میں بھی نفل وسنت مکروہ ہے۔

(۱۰) مزدلفہ میں جو مغرب وعشا جمع کیے جاتے ہیں، فقط ان کے درمیان میں نفل وسنت پڑھنا مکروہ ہے، بعد میں مکروہ نہیں۔

(۱۱) فرض کا وقت تنگ ہو تو ہر نماز یہاں تک کہ سنت فجر وظہر مکروہ ہے۔

(۱۲) جس بات سے دل بٹے اور دفع کر سکتا ہو اسے بے دفع کیے ہر نماز مکروہ ہے مثلاً پاخانے یا پیشاب یا ریاح کا غلبہ ہو مگر جب وقت جاتا ہو تو پڑھ لے پھر پھیرے۔ یوہیں کھانا سامنے آ گیا اور اس کی خواہش ہو غرض کوئی ایسا امر درپیش ہو جس سے دل بٹے خشوع میں فرق آئے ان وقتوں میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(ماخوذ اَز بہارِ شریعت، جلد۱، حصہ سوم، ۴۵۵-۴۵۷)

1 یعنی: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا والتجا کرنے کی توفیق ملنے پر، سجدۂ شکر کی نیت سے سجدہ کرے کہ بندہ سجدے میں سب سے زیادہ اپنے رب کے قریب ہوتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بندہ اس سے زیادہ کبھی اپنے رب سے قریب نہیں ہوتا، تو سجدے میں دعا زیادہ مانگو''۔

وقيّدنا بنية الشكر؛ لأنّ السجود بلا سبب حرام عند الشافعيّة وليس بشيء عندنا إنّما هو مباح لا لک ولا علیک كما نصّوا عليه.﴾[1]

ادب ۱۳،۱۴: اعضاء کو خاشع اور دل کو حاضر کرے۔[2]

حدیث میں ہے: ''اللہ تعالٰی غافل دل کی دعا نہیں سنتا۔''[3]

اے عزیز! حَیف (افسوس) ہے کہ زبان سے اس کی قدرت وکرم کا اِقرار کیجئے اور دل اوروں کی عظمت اور بڑائی سے پُر ہو۔ بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر سے شکایت کی کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی جواب آیا: میں ان کی دعا کس طرح قبول کروں کہ وہ زبان سے دعا کرتے ہیں اور دل ان کے غیروں کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔[4]

---

1 ہم نے شکر کی نیت کے ساتھ سجدہ کو اس لئے خاص کیا کہ بغیر کسی سبب کے سجدہ کرنا شافعیوں کے نزدیک حرام اور ہم حنفیوں کے نزدیک محض مباح یعنی جائز ہے، کہ اس کے کرنے یا نہ کرنے پر نہ ثواب نہ عذاب جیسا کہ علمائے کرام نے اس پر نصوص بیان فرمائیں۔

انظر" ردّ المحتار"، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، مطلب في سجود التلاوة، ج۲، ص۷۲۰.

و"الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الثالث عشر، ج۱، ص۱۳٦.

2 یعنی: ظاہر بدن سے عاجزی وانکساری کا اظہار ہو اور دل حاضر ہو۔

3 "سنن الترمذي"، كتاب الدعوات، باب في جامع الدعوات... إلخ، الحديث: ۳٤۹۰، ج٥، ص۲۹۲.

4 "روح البيان"، پ۸، الأعراف، تحت الآية: ٥٦، ج۳، ص۱۷۸.

و"الرسالة القشيرية"، باب الدعاء، ص۲۹۹.

اے عزیز! جب تک تو دل سے اپنی اور تمام خلق کی ہستی، خدائے تعالیٰ کی ہستی میں گم نہ کرے، رحمتِ خاصہ کہ ازل سے مخلصوں کے لیے مخصوص ہے، تیری طرف کب متوجہ ہو۔ جو شخص جبار بادشاہ کے حضور اپنی بڑائی اور عظمت کا دعویٰ کرے یا بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو اور وہ کسی چُوبدار (نوکر) یا اہلکار کی طرف نظر رکھے سزاوارِ زَجر ہے (یعنی ملامت کے لائق ہے)، نہ کہ مستحقِ انعام (یعنی اِنعام کا مستحق)۔

ایک دن حضرت خواجہ سفیان ثوری قدّس سرّہ نماز پڑھاتے تھے، جب اس آیت پر پہنچے ﴿اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ﴾ "تجھی کو ہم پوجتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہیں"، روتے روتے بے ہوش ہوگئے، جب ہوش میں آئے، لوگوں نے حال پوچھا فرمایا: اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ اگر غیب سے ندا ہو: اے کاذب خموش! کیا ہماری ہی سرکار تجھے جھوٹ بولنے کے لیے رہ گئی، رات دن رزق کی تلاش میں کُوبکُو (دربدر) پھرتا ہے اور بیماری کے وقت طبیبوں سے التجاء کرتا ہے اور ہم سے کہتا ہے: میں تجھی کو پوجتا ہوں اور تجھی سے مدد چاہتا ہوں، تو میں اس بات کا کیا جواب دوں؟[1]

اے عزیز! وہاں دل پر نظر ہے نہ کہ زبان پر۔

ما زباں را ننگریم وقال را
ما رواں را بنگریم وحال را[2]

1 "روح البیان"، پ ۱، الفاتحۃ، تحت الآیۃ: ۵، ج ۱، ص ۲۰.

2 ع زبان وقال کی جانب کبھی ہوتی نہیں مائل
مری رحمت دلِ خستہ تمہاری ہی طرف مائل

چاہیے کہ دل وزبان کو موافق اور ظاہر و باطن کو مطابق اور جمیع ماسوائے اللہ سے رشتۂ امید قطع کرے نہ نفس سے کام، نہ خلق سے غرض رکھے، تا شاہدِ مقصود جلوہ گر ہو اور گوہر مقصد ہاتھ آئے۔ (1)

قال الرضاء: نظر بغیر، جب بالذات نظر بغیر ہو نظر بغیر ہے بلکہ حقیقۃً معنی بالذات مقصود و مراد ہوں تو قطعاً شرک و کفر۔ (2)

محبوبانِ خدا سے توسُّل، نظر بخدا ہے نہ کہ نظر بغیر۔ (3) ولہٰذا خود قرآنِ عظیم نے اس کا حکم دیا، جس کا ذکر ادب ۲۲ میں آتا ہے۔ اس کی نظیر تَوَاضُع ہے (اس کی مثال بزرگوں کی تعظیم و توقیر والا مسئلہ ہے) علمائے کرام فرماتے ہیں: غیر خدا کیلئے تَوَاضُع حرام ہے۔

---

1 اپنے دل وزبان اور اپنے ظاہر و باطن کو ایک سا کرے کہ جو زبان سے مانگے دل بھی اسی کی طرف متوجہ ہو اور اللہ عزوجل کے سوا سب سے امید منقطع کر کے اپنی امید گاہ صرف اسی کی ذات کو بنائے اور مراد برآنے تک اپنی اسی کیفیت کو برقرار رکھے۔

2 غیر خدا کو مُعِین و مددگار ماننا اس طرح کہ وہی مُعِین و مددگار ہے "نظر بغیر" کہلاتا ہے اور اگر حقیقۃً اُسی غیرِ خدا کو بِالذَّات (یعنی اللہ عزوجل کی عطا کے بغیر) حقیقی مُراد اور مقصودِ اصلی سمجھ کر اپنا مُعِین و مددگار مانے تو یہ کُھلا کفر و شرک ہے، یا یوں سمجھیں کہ اللہ عزوجل کے سوا غیروں سے مدد مانگنا "نظر بغیر" ہے، چنانچہ اگر یہ عقیدہ رکھے کہ غیر ہی بِالذَّات (یعنی اللہ کی عطا کے بغیر) اَز خود دینے والا ہے تو یہ عقیدہ، یقینی طور پر کفر و شرک ہے۔ ہاں البتہ! اللہ کے نیک بندوں سے تَوَسُّل یعنی ان کو اپنا وسیلہ بنانا یہ "نظر بغیر" ہے ہی نہیں، جس کی تفصیل خود اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیان فرما رہے ہیں۔

لے فائدہ جلیلہ: اسِتعانت بالغیر و توسل بہ محبوبان کا امتیاز۔

3 اللہ عزوجل کے نیک بندوں کو اپنی حاجت روائی کیلئے وسیلہ بنانا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنا ہے نہ کہ کسی اور سے۔

''فتاوی ہندیہ'' و''ملتقط'' وغیرہما میں ہے: ''اَلتَّواضُعُ لِغَیْرِ اللّٰہِ حَرَامٌ''.[1] حالانکہ مُعظّمانِ دین کے لیےتواضع قطعاً مَامُوْر بِہٖ ہے(یعنی دینی پیشواؤں کی تعظیم کاحکم تو یقینی طور پر دیا گیاہے)خودیہی علماءاس کاحکم دیتے ہیں۔حدیث میں ہے: ((تواضعوا لمن تعلّمون منه وتواضعوا لمن تعلّمونه ولا تكونوا جبابرة العلماء)).[2]

''اپنے استاد کے لیےتواضع کرواوراپنے شاگردوں کیلئے تواضع کرواور سرکش عالم نہ بنو۔''

نیز حدیث شریف میں ارشادہوا:''جو کسی غنی کے لئے اس کے غنا کے سبب تواضع کرے،''ذَھَبَ ثُلُثَا دِیْنِہٖ''اس کا دوتہائی دین جا تا رہے۔''[3]

تو وجہ وہی ہے کہ مالِ دنیا کے لیےتواضع (عاجزی وانکساری) رُو بخدا نہیں یہ حرام ہوئی اوریہی تَوَاضُع لِغَیرِ اللّٰہ ہےاورعلم دین کے لیےتواضع رُو بخداہے،اس کاحکم آیا،اور یہ عَین تَوَاضُع لِلّٰہ ہے۔یہ نکتہ ہمیشہ یادرکھنے کا ہے کہ اسی کو بھول کروہابیہ ومشرکین اِفراط وتفریط میں پڑے۔[4] والعِیاذ باللّٰه ربّ العالمین. ﴿

1''الفتاوی الھندیة''، کتاب الکراھیة، الباب الثامن والعشرون، ج٥، ص٣٦٨.

و''الدر المختار''، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیرہ، ج٩، ص٦٣٢.

2''فیض القدیر''، الحدیث: ٣٣٨١، ج٣، ص٣٦٠.

و''شعب الإیمان''، الحدیث: ١٧٨٩، ج٢، ص٢٨٧.

3''شعب الإیمان''، الحدیث: ١٠٠٤٣، ج٧، ص٢١٣.

4 (تو وجہ وہی ہے.....) سے مراد یہ ہے کہ جس طرح کسی معظم دینی کی تعظیم تواضع لغیر اللہ نہیں

ادب ۱۵: نگاہ نیچی رکھے، ورنہ مَعاذ اللہ زوالِ بصر کا خوف ہے (یعنی نظر کمزور ہوجانے کا اندیشہ ہے)۔

قال الرضاء: یہ اگرچہ حدیث میں دعائے نماز کے لیے وارد، مگر علماء اسے عام فرماتے ہیں۔ ﴿

ہے کیونکہ حدیث پاک میں اس کا حکم دیا گیا ہے تو یہ تواضع خدا کیلئے ہوئی اسی طرح اللہ کے نیک بندوں سے تَوَسُّل درحقیقت اللہ ہی سے مانگنا ہے نہ کہ غیر اللہ سے مانگنا کیونکہ قرآن وحدیث میں کئی جگہ ان بزرگوں سے تَوَسُّل کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا یہ حکمِ قرآنی پر عمل ہوا یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ اس نکتہ کو وہابیوں اور مشرکوں نے بھلا دیا، چنانچہ نصاریٰ تو اس قدر بڑھے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں اس قدر غُلُو (مبالغہ) کیا کہ انھیں اس ﴿لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ﴾ کی شان والی پاک ذات کا بیٹا کہنے لگے اور ادھر وہابیوں، دیوبندیوں نے اس قدر عاجز ولاچار سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کر بیٹھے۔

ع کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کُھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی! ارے ہاں نہیں، ارے ہاں نہیں

(''حدائق بخشش''، ص۸۰، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مَردَک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

(''حدائق بخشش''، ص۱۱۱، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

(مَردَک: ذلیل وگھٹیا آدمی کو کہتے ہیں)۔

محفوظ سدا رکھنا شہا بے ادبوں سے
اور مجھ سے بھی سرزد نہ کبھی بے ادبی ہو

(''ارمغانِ مدینہ''، ص۶۴، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

ادب ۱۶: دعا کے لیے اول وآخر حمدِ اِلٰہی بجالائے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی اپنی حمد کو دوست رکھنے والا نہیں، تھوڑی حمد پر بہت راضی ہوتا اور بے شمار عطا فرماتا ہے۔

حمد کا مختصر وجامع کلمہ:

((لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْکَ أَنْتَ کَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِکَ))(1)

اور((اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا تَقُوْلُ وَخَيْرًا مِمَّا نَقُوْلُ)) ہے(2)۔

قال الرضاء: یونہی ((اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا يُّوَافِيْ نِعَمَکَ وَيُکَافِئُ مَزِيْدَ کَرَمِکَ))(3) وغیر ذالِک کہ احادیث میں وارِد۔ ﴾

ادب ۱۷: اول وآخر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوران کے آل واصحاب پر دُرود بھیجئے کہ درود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہے اور پروردگار کریم اس سے برتر کہ اول وآخر کو قبول فرمائے اور وسط (درمیان) کو رد کردے۔

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے: ''دعا زمین وآسمان کے درمیان روکی جاتی ہے جب تک تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود نہ بھیجے بلند نہیں ہونے پاتی''۔(4)

---

1 یعنی میں تیری حمد وثنا ایسی نہیں کرسکا جیسی حمد وثنا تو خود اپنے لئے کرتا ہے۔

("صحيح مسلم"، كتاب الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود، الحديث: ٤٨٦، ص٢٥٢)

2 اے اللہ! تیرے ہی لئے حمد وستائش ہے جیسا کہ تو خود فرمائے اور اس سے بہتر ہے جو ہم کہیں۔

("سنن الترمذي"، كتاب الدعوات، باب ما جاء في عقد التسبيح، الحديث: ٣٥٣١، ج٥، ص٣٠٩)

3 اے رب ہمارے! ساری خوبیاں تجھی کو کہ تیری نعمتوں کے بدلے اور تیرے مزید انعامات کے مقابلہ میں ہوں۔ ("الترغيب والترهيب"، الحديث: ٢٤٣٦، ج٢، ص٢٨٨، بألفاظ متقاربة)

4 "سنن الترمذي"، كتاب الوتر، باب ما جاء في فضل الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، الحديث: ٤٨٦، ج٢، ص٢٩.

قــال الرضــاء: بلکہ بیہقی وابوالشیخ سیدنا علی کَرَّمَ اللہ تعالٰی وجہہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((**الدعاء محجوب عن اللّٰه حتی یصلّی علی محمّد و أهل بيته**)).[1]

''دعا اللہ تعالٰی سے حجاب میں ہے جب تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کے اہل بیت پر دُرود نہ بھیجی جائے۔''

اے عزیز! دعا طائر ہے اور دُرود شہپر، طائر بے پَر کیا اُڑ سکتا ہے![2]

ادب ۱۸: اب کہ مانگنے کا وقت آیا، تصورِ عظمت وجلالِ اِلٰہی میں ڈوب جائے (یعنی: اللہ تعالٰی کی عظمت وشان کے تصور میں گم ہوجائے)۔

قــال الـرضــاء: اگر اس مبارک تصور نے وہ غلبہ کیا کہ زبان بند ہوگئی تو سبحان اللہ! یہ خاموشی ہزار عرض سے زیادہ کام دے گی ورنہ اس قدر تو ضرور کہ مُورِثِ حیا واَدب وخضوع وخشوع ہوگا (یعنی یہ زبان کا خاموش ہونا حیا وادب اور ظاہر وباطن سے اس کی بارگاہ میں حاضری کا باعث ہوگا) کہ یہی روحِ دُعا ہے دُعا بے اِس کے تنِ بے جان (بے جان جسم) اور تنِ بے جان سے اُمید جہالت۔

---

1 "كنز العمال"، كتاب الأذكار، الحديث: ٣٢١٢، ج١، الجزء الثاني، ص٣٥، (بحوالہ ابوالشیخ).
و"شعب الإيمان"، باب في تعظيم النبي صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم وإجلاله وتوقيره، الحديث: ١٥٧٦، ج٢، ص٢١٦، بتصرف قليل.

2 پرندے کے بازو کا سب سے بڑا پَر کہ جس کے بغیر کوئی پرندہ پرواز نہیں کرسکتا اسے شہپر کہا جاتا ہے۔ یعنی دعا ایک پرندہ اور درود پاک اسکے شہپر کی مانند ہے لہٰذا ایسا پرندہ جس کا شہپر ہی نہ ہو وہ کیا اُڑے گا ایسے ہی وہ دعا جو دُرود پاک سے خالی ہو کیونکر مقبول ہوسکتی ہے!۔

ادب ۱۹: اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمتوں کو، جو باوُجود گناہ، اس کے حال پر فرماتا رہا، یاد کرکے شرمندہ ہو۔

قال الرضاء: یہ شرم باعثِ دل شکستگی ہوگی اور اللہ تعالیٰ دلِ شکستہ سے بہت قریب ہے۔حدیثِ قُدسی میں ہے:((أنا عند المنكسرة قلوبُهم لأجلي))[1] اور نیز تصورِ رحمت جرأتِ عرض پر باعث ہوگا۔

((ومن فتحت له أبواب الدعاء فتحت له أبواب الإجابة))[2].

''جس کے لیے دعا کے دروازے کھلتے ہیں، اِجابت (قبولیت) کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں''۔

ادب ۲۰: اللہ جل جلالہ کی قدرتِ کاملہ اور اپنے عجز واحتیاج پر نظر کرے کہ موجبِ اِلحاح وزاری ہے (یعنی گریہ وزاری کا باعث ہے)۔

ادب ۲۱: شروع میں اللہ عزوجل کو اس کے محبوب ناموں سے پکارے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اسم پاک ''أَرحَمُ الرَّاحِمِينَ'' پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے کہ جو شخص اسے تین بار کہتا ہے، فرشتہ ندا کرتا ہے: مانگ کہ ''أَرحَمُ الرَّاحِمِينَ'' تیری طرف متوجہ ہوا۔''[3]

---

1 یعنی: میں ٹوٹے دل والوں کے پاس ہوں۔

("فيض القدير"، حرف الهمزة، تحت الحديث: ۱۰۵۵، ج۱، ص۶۶۳، بألفاظ متقاربة)

2 "المصنف" لابن أبي شيبة، كتاب الدعاء، في فضل الدعاء، الحديث: ۲، ج۷، ص۲۳، بألفاظ متقاربة.

3 "المستدرك"، كتاب الدعاء والتكبير...إلخ، باب إنّ لله ملكاً موكلاً ... إلخ، الحديث: ۲۰۴۰، ج۲، ص۲۳۹.

اور پانچ بار ''یَا رَبَّنَا'' کہنا بھی نہایت مؤثرِ اجابت ہے (یعنی دعا کی قبولیت میں بہت اَثر رکھتا ہے)۔قرآن مجید میں اس لفظ مبارک کو پانچ بار ذکر کر کے اس کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ﴾ ''تو ان کی دعا قبول کی اُن کے رب نے۔''

(پ٤، ال عمران: ١٩٥).

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے: ''جو شخص عجز کے وقت پانچ بار ''یَا رَبَّنَا'' کہے، اللہ تعالیٰ اسے اس چیز سے جس کا خوف رکھتا ہے، امان بخشے اور جو چیز چاہتا ہے، عطا فرمائے پھر یہ آیتیں تلاوت کیں: ﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا﴾ إلى قوله تعالى: ﴿اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ (پ٤، ال عمران: ١٩١-١٩٤) [1] اور اَسمائے حُسنیٰ کا فضل خود پوشیدہ نہیں۔'' (یعنی اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں کی فضیلت اور انکی برکت تو ظاہر ہی ہے)۔

ادب۲۲: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور اس کی کتابوں خصوصاً قرآن اور ملائکہ وانبیائے کرام بالخصوص حضور سیّد الانام عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اور اس کے اولیاء واصفیاء بالتخصیص (خصوصاً) حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہم سے توسّل اور انہیں اپنے اِنجاحِ حاجات کا ذریعہ کرے (یعنی: ان تمام کو اپنی حاجات کے پورا ہونے کے لیے وسیلہ بنائے) کہ محبوبانِ خدا کے وسیلے سے دعا قبول ہوتی ہے۔

قال الرضاء: قال الله تعالى: ﴿وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ﴾

''اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو''۔(پ٦، المائدة: ٣٥)

---

1 ''روح المعاني''، پ ٣، آل عمران، تحت الآية: ١٩٤، ج٢، الجزء٤، ص٥١٢.

و ''الجامع لأحكام القرآن'' للقرطبي، ج٢، الجزء الرابع، ٢٤٤.

صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کہ یوں دعا کی جائے:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُکَ وَأَتَوَجَّہُ إِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ إِنِّيْ تَوَجَّھْتُ بِکَ إِلٰی رَبِّيْ فِي حَاجَتِيْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِيْ)). [1]

''اِلٰہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے جو مہربانی کے نبی ہیں، یا رسول اللہ! میں نے حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجہ کی اپنی اس حاجت میں کہ میرے لیے پوری ہو۔''

''صحیح بخاری'' میں ہے، امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: **إنّا نتوسّل إلیک بعمّ نبینا** صلی اللہ علیہ وسلم **فاسقنا.** [2]

''الٰہی! ہم تیری طرف توسل کرتے ہیں، اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ بارانِ رحمت بھیج۔''

---

1 ''سنن الترمذي''، کتاب الدعوات، الحدیث: ۳۵۸۹، ج۵، ص۳۳۶.

و''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، الحدیث: ۱۷۲۴۰، ج۶، ص۱۰۷.

نوٹ: حدیث پاک میں **''یا محمد''** ہے۔ مگر اس کی جگہ **''یارسول اللہ''** کہنا چاہئے کہ صحیح مذہب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنا ناجائز ہے۔ علماء فرماتے ہیں: اگر روایت میں وارد ہو جب بھی تبدیل کرلیں۔ یہ مسئلہ مجدّدِ اعظم امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے رسالہ: **''تجلي الیقین بأنّ نبینا سید المرسلین''** میں مُفَصَّل ومُشَرَّح مذکور ہے۔

(انظر للتفصیل ''الفتاوی الرضویة''، ج۳۰، ص۱۵۷.)

2 ''صحیح البخاري''، کتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ تعالی علیه وسلم، باب ذکر العباس بن عبد المطلب رضي اللہ عنه، الحدیث: ۳۷۱۰، ج۲، ص۵۳۷.

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”من استغاث بي في كربة كشفت عنه ومن نادى باسمي في شدة فرجت عنه ومن توسّل بي في حاجة قضيت له.“[1]

”جو کسی تکلیف میں مجھ سے مدد مانگے وہ تکلیف دور ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر پکارے وہ سختی دفع ہو اور جو کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے، وہ حاجت روا ہو۔“

اور فرماتے ہیں: ”إذا سألتم الله فاسئلوا بي.“[2]

”جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو میرے وسیلے سے مانگو، تمہاری مراد پوری ہوگی۔“

یہ مضامین بأسانیدِ صحیحہ (یعنی صحیح سندوں سے) اس جناب سے ائمہ دین واکابرِ معتمدین نے روایت فرمائے۔

ادب ۲۳: اپنی عمر میں جو نیک عمل خالصاً لوجہ اللہ ہوا ہو، اُس سے توسل کرے کہ جالبِ رحمت ہے (یعنی رحمتِ الٰہی کا سبب ہے)۔

قال الرضاء: قصۂ اَصحاب الرقیم اس پر دلیل کافی۔[3]

---

1 ”بهجة الأسرار“، ذكر فضل أصحابه وبشراهم، ص١٩٧.

2 ”بهجة الأسرار“، ذكر كلمات أخبربها عن نفسه محدثا... إلخ، ص٥٤.

3 ”صحیح بخاری شریف“ وغیرہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے ہیں: ”اگلے زمانہ کے تین شخص کہیں جارہے تھے سونے کے وقت ایک غار کے پاس پہنچے اُس میں یہ تینوں شخص داخل ہوگئے پہاڑ کی ایک چٹان اوپر سے گری

جس نے غار کو بند کر دیا اُنہوں نے کہا: اب اس سے نجات کی کوئی صورت نہیں بجز اس کے کہ تم نے جو کچھ نیک کام کیا ہو اُس کے ذریعہ سے اللہ سے دُعا کرو، ایک نے کہا: اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے جب میں جنگل سے بکریاں چَرا کر لاتا تو دودھ دوہ کر سب سے پہلے اُن کو پلاتا اُس سے پہلے نہ اپنے بال بچوں کو پلاتا نہ لونڈی غلام کو دیتا ایک دن میں جنگل میں دور چلا گیا رات میں جانوروں کو لے کر ایسے وقت آیا کہ والدین سو گئے تھے میں دودھ لیکر اُن کے پاس پہنچا تو وہ سوئے ہوئے تھے بچے بھوک سے چلا رہے تھے مگر میں نے والدین سے پہلے بچوں کو پلانا پسند نہ کیا اور یہ بھی پسند نہ کیا کہ انہیں سوتے سے جگادوں دودھ کا پیالہ ہاتھ پر رکھے ہوئے ان کے جاگنے کے انتظار میں رہا یہاں تک کہ صبح چمک گئی اور وہ جاگے اور دودھ پیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا ہے تو اس چٹان کو کچھ ہٹا دے اس کا کہنا تھا کہ چٹان کچھ سرک گئی مگر اتنی نہیں ہٹی کہ یہ لوگ غار سے نکل سکیں، دوسرے نے کہا: اے اللہ! میرے چچا کی ایک لڑکی تھی جس کو میں بہت محبوب رکھتا تھا میں نے اُس کے ساتھ بُرے کام کا ارادہ کیا اُس نے انکار کر دیا وہ قحط کی مصیبت میں مبتلا ہوئی میرے پاس کچھ مانگنے کو آئی میں نے اُسے ایک سو بیس[۱۲۰] اشرفیاں دیں کہ میرے ساتھ خلوت کرے وہ راضی ہوگئی جب مجھے اُس پر قابو ملا تو بولی کہ ناجائز طور پر اس مُہر کا توڑنا تیرے لئے حلال نہیں کرتی۔ اس کام کو گناہ سمجھ کر میں ہٹ گیا اور اشرفیاں جو دے چکا تھا وہ بھی چھوڑ دیں، الٰہی! اگر یہ کام تیری رضا جوئی کے لئے میں نے کیا ہے تو اس کو ہٹا دے اس کے کہتے ہی چٹان کچھ سرک گئی مگر اتنی نہیں ہٹی کہ نکل سکیں، تیسرے نے کہا: اے اللہ! میں نے چند شخصوں کو مزدوری پر رکھا تھا اُن سب کو مزدوریاں دیدیں ایک شخص اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا اُس کی مزدوری کو میں نے بڑھایا یعنی اُس سے تجارت وغیرہ کوئی ایسا کام کیا جس سے اُس میں اضافہ ہوا اُس کو بڑھا کر میں نے بہت کچھ کر لیا وہ ایک زمانہ کے بعد آیا اور کہنے لگا: اے خدا کے بندہ! میری مزدوری مجھے دیدے، میں نے کہا: یہ جو کچھ اونٹ، گائے، بیل بکریاں، غلام تو دیکھ رہا ہے یہ سب تیری ہی مزدوری کا ہے سب لے لے، بولا: اے بندۂ خدا! مجھ سے مذاق نہ کر میں نے کہا: مذاق

ادب۲۴: بہ کمالِ ادب ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر سینے یا شانوں یا چہرے کے مقابل لائے یا پورے اٹھائے یہاں تک کہ بغل کی سپیدی ظاہر ہو، یہ اِبتہال ہے (یعنی گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرنا ہے)۔

ادب۲۵: ہتھیلیاں پھیلی رکھے۔

قال الرضاء: یعنی اُن میں خَم نہ ہو کہ آسمان قبلۂ دعا ہے، ساری کفِ دست

نہیں کرتا ہوں یہ سب تیرا ہی ہے لے جا وہ سب کچھ لے کر چلا گیا، الٰہی! اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے کیا ہے تو اسے ہٹا دے وہ پتھر ہٹ گیا یہ تینوں اُس غار سے نکل کر چلے گئے۔

("صحيح البخاري"، كتاب الإجارة، باب من استأجر أجيرا... إلخ، الحديث: ٢٢٧٢، ج٢ ،ص٦٧.)

امامِ اہلسنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بھی مذکورہ قصہ کو مختصراً "فتاوٰی رضویہ" جلد۲۳ کے صفحہ ۵۳۹-۵۴۰ پر بھی بیان فرمایا ہے۔

۱؎ بعض احادیث سے مستفاد کہ طلب نعمت کی دعا ہو تو کفِ دست (ہتھیلی) سوئے آسمان کرے اور ردِّ بَلا کی تو پشتِ دست۔ مگر "ابوداوٗد" وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ پشت دست سے دعا نہ کرو اور بعض اوقات دعا کے وقت صرف انگشتِ شہادت سے اِشارہ بھی آیا اور امام محمد بن حنفیہ سے منقول کہ دعا چار قسم ہے:

اوّل: دعائے رغبت (یعنی کسی چیز کے حصول کی دعا)، اس میں بطنِ کف (ہتھیلی کا پیٹ) جانبِ آسمان ہو۔

دوم: دعائے رَہبَت (یعنی کسی چیز سے بچنے کی دعا)، اس میں پشتِ دست اپنے چہرے کی طرف ہو۔

سوم: دعائے تَضَرُّع (یعنی گڑگڑانے والی دعا)، اس میں خِنصر و بِنصر (چھنگلیا اور اس کے برابر والی انگلی) بند اور وُسطٰی و اِبہام (درمیانی انگلی اور انگوٹھا) کا حلقہ کر کے **مسبّحۃ** (شہادت کی انگلی) سے اشارہ کرے۔

چہارم: دعائے خفیہ کہ بندہ صرف دل سے عرض کرے، زبان نہ ہلائے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ قدّس سرّہ.

("البحر الرائق"، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج٢، ص٧٧).

مواجہ ٔ آسمان رہے[1]۔﴾

ادب ۲۶: ہاتھ کھلے رکھے، کپڑے وغیرہ سے پوشیدہ نہ ہوں۔

قال الرضاء: ہاتھ اٹھانا اور کریم کے حضور پھیلانا، اِظہارِ عجز وفقر کیلئے مشروع ہوا (عاجزی اور فقیری ظاہر کرنے کیلئے جائز ہوا)، تو ان کا چھپانا اس کے مُخِل (خلل کا باعث) ہوگا۔ جس طرح عمامے کے پیچ پر سجدہ مکروہ ہوا کہ اصل مقصودِ سجود یعنی اِظہارِ تَذَلُّل (عجز و انکساری) میں خلل انداز ہے۔ نماز میں منہ چھپانا مکروہ ہوا کہ صورتِ توجہ کے خلاف ہے اگرچہ رب عزوجل سے کچھ نِہاں (پوشیدہ) نہیں۔

هذا ما ظهر لي، والله تعالٰى أعلم.[2]﴾

ادب ۲۷: دعا نرم و پست آواز سے ہو کہ اللہ تعالٰی سمیع وقریب ہے جس طرح چلّانے سے سنتا ہے اسی طرح آہستہ۔

قال الرضاء: بلکہ وہ اسے بھی سنتا ہے جو ہَنوز (ابھی) زبان تک اصلاً نہ آیا یعنی دلوں کا اِرادہ، نیت، خطرہ کہ جیسے اس کا علم تمام مَوجُودات ومَعدُومات کو مُحِیط (گھیرے ہوئے) ہے یونہی اس کے سمع وبصر جمیع موجودات کو عام وشامل ہیں اپنی ذات وصفات اور دلوں کے اِرادات وخطرات اور تمام اَعیان واَعراضِ کائنات ہر شئے کو دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی نہ اس کا دیکھنا رنگ وضَوء (رنگ وروشنی) سے خاص نہ اس کا سننا آواز کے ساتھ

---

1 یعنی انگلیوں سمیت پوری ہتھیلی آسمان کی طرف رہے۔

2 یہ وہ گوہر پارے ہیں جو میرے رب عزوجل نے مجھ پر ظاہر فرمائے اور اللہ عزوجل ہی سب سے زیادہ علم والا ہے۔

مخصوص (کسی آواز کامحتاج) ﴿اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ﴾.(1)

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً﴾ (پ۸، الأعراف: ٥٥).

''اللہ تعالیٰ سے عاجزی اورآہستگی کے ساتھ دعا مانگو۔''

﴿اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾ (پ۸، الأعراف: ٥٥).

''وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

سیدنا امام حسن مجتبی ابن مولیٰ مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''آہستہ دُعا ظاہر دعا سے سَتّر مرتبہ (یعنی درجے) بہتر ہے۔''(2)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اکثر دعا کرتے اوران کی آواز اچھی نہ سنی جاتی، ایک صحابی نے عرض کی: یا رسول اللّٰه! أقریب ربّنا فنناجیه أم بعید فننادیه؟ ''یارسول اللہ! ہمارا رب نزدیک ہے کہ اس سے آہستہ کہیں یا دور کہ اس کو پکاریں؟'' جواب آیا: ﴿اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ ''جب میرے بندے تجھ سے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں''، ﴿اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ ''دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جس وقت مجھ سے دعا مانگے۔'' (پ۲، البقرة: ١٨٦)(3)

ادب ۲۸: دعا مانگنے میں حاجتِ آخرت کو مُقدّم رکھے کہ امرِ اَہم کی تقدیم

---

1 ترجمۂ کنزالایمان: ''بے شک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔''

(پ۲۹، الملك: ١٩).

2 ''المصنف'' لعبد الرزاق، کتاب الجامع، باب الدعاء، الحدیث: ١٩٨١٥، ج١٠، ص٥٢.

3 ''الدر المنثور''، تحت الآیة: ﴿وإذا سألک... إلخ﴾، ج١، ص٤٦٩.

ضروری ہےاورآیۂ کریمہ:﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَّفِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً﴾ [1] اس کے مُنافِی نہیں (مخالف نہیں) کہ حسنۂ دنیا سے وہ نیکیاں اورخوبیاں جوآخرت میں کام آئیں، مراد لے سکتے ہیں علاوہ بریں (باوجودیکہ) تقدیمِ دنیاباعتبارتقدُّمِ زمانی، منافی اس اعتبار کے نہیں۔ [2]

قال الرضاء: یعنی ''فِي الدُّنۡیَا حَسَنَةً'' فرمایاہےنہ کہ ''حَسَنَةَ الدُّنۡیَا'' اور حسناتِ دین، کہ مُورثِ حسنۂ آخرت ہیں سب دنیاہی میں ملتے ہیں توکلمہ جامِعہ ہے نہ کہ صرف حسناتِ دُنیویہ سے خاص۔ ﴾ [3]

ادب۲۹: دعامیں نہایت عاجزی والحاح کرے (یعنی گریہ وزاری کرے)۔

---

1 ترجمۂ کنزالایمان: ''اے رب ہمارے! ہمیں دنیامیں بھلائی دےاورہمیں آخرت میں بھلائی دے۔''

(پ۲، البقرة: ۲۰۱)

2 جب دعامانگے آخرت کی حاجات کو پہلے ذکرکرے کیونکہ اہم کام پہلے ذکرکیاجاتاہےآیۂ کریمہ میں:﴿فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً﴾ کےالفاظ پہلےآئیں ہیں یہ ہماری بات کےمُخالِف نہیں کیونکہ ''حسنۂ دنیا'' سے وہ نیکیاں مرادلے سکتے ہیں جوآخرت میں فائدہ دیں،مزیدیہ کہ زمانہ کےلحاظ سے دنیاکاپہلے ذکرکرناہمارےقول کےخلاف نہیں۔اس بات کی تفصیل خوداعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **قال الرضاء** کہہ کرفرمارہے ہیں۔

3 یعنی نیکیاں،آخرت کی بھلائیوں کاسبب ہیں اوریہ دنیاہی میں ملتی ہیں لہٰذایہ کلمہ ''فِي الدُّنۡیَا حَسَنَةً'' دنیاوآخرت کی بھلائیوں کوشامل ہوانہ کہ صرف دنیوی بھلائیوں کو۔

زور را بگزار وزاری را بگیر
رحم سوئے زار آید اے فقیر[1]

جس قدر اِدھر سے عاجزی زیادہ اُدھر سے لطف وکرم زائد۔

بپائے بوس تو دست کسے رسد کہ مدام
چو آستانہ بدیں در ہمیشہ سر دارد[2]

من كان أضعف كان الربّ به ألطف[3]

خاک سے زیادہ کوئی بانیاز نہ تھا اسی واسطے آفتاب عنایت، عرش وکرسی اور فلک وملک (آسمانوں اور فرشتوں) کو چھوڑ کر اس پر چمکا۔

قال الرضاء: حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا میں اِلحاح کرنے (گڑگڑانے) والوں کو دوست رکھتا ہے۔[4]

رواه الطبراني في "الدعاء" وابن عدي في "الكامل" والإمام الترمذي في "النوادر" والبيهقي في "شعب الإيمان" والقضاعي وأبو الشيخ

---

1 ع تو چھوڑ دے تکبر ہو بھائی میرے عاجز
چھائی ہے اس پہ رحمت کرتا ہے جو تواضع

2 تیری رحمت کسے نہیں پہنچتی جو تیرے در کو تھام لیتا ہے ہمیشہ سردار رہتا ہے۔

3 یعنی جو زیادہ نیازمند وخستہ حال ہو اللہ عزوجل اس پر زیادہ لطف وکرم فرماتا ہے۔

4 "شعب الإيمان"، باب ما جاء في الرجاء من الله تعالى، الحديث: ١١٠٨، ج٢، ص٣٨.

و"كتاب الدعاء" للطبراني، باب ما جاء في فصل لزوم الدعاء، الحديث: ٢٠، ص٢٨.

عن عائشة رضي الله تعالى عنها.[1] ﴾

ادب۳۰: دعامیں تکرار چاہیے۔

قال الرضاء: تکرارِسوال (یعنی بار بار مانگنا) صدقِ طلب (سچی تڑپ) پر دلیل ہے اور یہ اس کریمِ حقیقی کی شان ہے کہ تکرارِسوال سے ملال نہیں فرماتا بلکہ نہ مانگنے پر غضب فرماتا ہے: **((من لم يسأل اللهَ يغضبُ عليه)).**[2]

بخلاف بنی آدم کہ کیسا ہی کریم ہو کثرتِ سوال وشدتِ تکرار (بار بار مانگے جانے) وہجومِ سائلان (اور مانگنے والوں کی کثرت) سے کسی نہ کسی وقت دل تنگ ہوتا ہے۔

الله يغضب إن تركت سؤاله

وبني آدم حين يسأل يغضب[3]

نسأل الله العفو والعافية عدد السائلين وعدد المسائل، والحمد لله رب العالمين.[4] ﴾

---

1 اس حدیث کوطبرانی نے ''کتاب الدعاء''، ابن عدی نے ''الکامل''، امام حکیم ترمذی نے ''نوادر'' اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں اور قضاعی وابوالشیخ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔

2 یعنی جو اللہ عزوجل سے اپنی حاجت طلب نہیں کرتا اللہ عزوجل اس پر غضب فرماتا ہے۔

("سنن الترمذي"، كتاب الدعوات، باب ما جاء في فضل الدعاء، الحديث: ٣٣٨٤، ج٥، ص٢٤٤).

3 ع

غضب فرمائے اس پر جو نہ مانگے حاجتیں اپنی

بنی آدم ہے کہ اس کو غضب آتا ہے منگتا پر

4 ہم اس پاک پروردگار عزوجل سے اس قدر معافی وجملہ بلیات سے عافیت طلب کرتے ہیں جس قدر حاجت منداوران کی حاجتیں ہیں اورسب خوبیاں اللہ عزوجل کو جو پروردگار سارے جہان والوں کا۔

ادب ۳۱: عدد طاق ہو کہ اللہ وِتر ہے (یعنی اکیلا ہے)، وِتر کو دوست رکھتا ہے (یعنی: طاق عدد کو پسند فرماتا ہے) پانچ بہتر ہے اور سات کا عدد اللہ عزوجل کو نہایت محبوب اور اَقل مرتبہ تین (سب سے کم درجہ تین کا) ہے اس سے کم نہ مانگے حدیث میں ہے: ''بندہ دعا کرتا ہے پروردگار قبول نہیں فرماتا، پھر دعا کرتا ہے پھر قبول نہیں فرماتا، پھر دعا کرتا ہے اس وقت پروردگار تعالیٰ فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے: ''اے میرے فرشتو! میرے بندے نے غیر کو چھوڑ کر میری طرف رجوع کی میں نے اس کی دعا قبول فرمائی۔''[1]

ادب ۳۲: دعا فَہمِ معنی (معنی کو سمجھنے) کے ساتھ ہو۔

قال الرضاء: لفظ بے معنی، قالبِ بے جان ہے۔ (یعنی بے معنی لفظ، بے جان جسم کی طرح ہے۔)

ادب ۳۳: آنسو ٹپکنے میں کوشش کرے اگرچہ ایک ہی قطرہ ہو کہ دلیلِ اِجابت (قبولیت کی دلیل) ہے۔ رونا نہ آئے تو رونے کا سامُنہ بنائے کہ نیکوں کی صورت بھی نیک ہے۔

قال الرضاء: ((من تَشبّه بقوم فهو منهم)).[2]

ایک نَقّال (نقل اتارنے والا) صوفیائے کرام کی نقلیں کرتا بعدِ موت بخشا گیا کہ ہمارے محبوبوں کی صورت تو بناتا تھا اگرچہ بطورِ ہنسی کے۔

یہ صورت بنانا بہ نیتِ تَشَبُّہ، اللہ عزوجل کے حضور ہے نہ کہ اوروں کے دکھانے کو کہ

---

1 ''كتاب الدعاء'' للطبراني، باب ما جاء في فضل لزوم الدعاء، الحديث: ٢١، ص٢٨.

2 یعنی جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔

''سنن أبي داود''، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، الحديث: ٤٠٣١، ج٤، ص٦٢.

وہ رِیا ہے اور حرام، یہ نکتہ یاد رہے۔﴾

ادب۳۴: دعا عزم و جزم (یعنی پختہ ارادے اور یقین) کے ساتھ ہو یوں نہ کہے کہ الٰہی! تو چاہے تو میری یہ حاجت روا فرما کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں۔ (1)

قال الرضاء: وأما قوله صلى الله عليه وسلم:

((إن تغفر اللّٰهم تغفر جمًّا وأَيُّ عبدٍ لک لا أَلَمَّا)). (2)

رواه الترمذي والحاكم عن ابن عباس رضي اللّٰه تعالى عنهما وصححاه فليس "إن" فيه للشکّ بل للتعليل كقولک لابنک: "إن كنت ابني فافعل كذا" أي: افعله وامتثل أمري؛ لأنّک ابني وكقولهم: "إن كنت سلطاناً فأعط الجزيل"، فالمعنى اغفر كثيراً؛ لأنّک غفار.﴾ (3)

---

1 "صحيح البخاري"، كتاب الدعوات، باب ليعزم المسألة... إلخ، الحديث:٦٣٣٨-٦٣٣٩، ج٤، ص ٢٠٠.

2 یعنی "اے رب ہمارے! اگر تو بخشش فرماتا ہے تو اپنے بندوں کے سارے گناہوں کو بخش دے تیرا کونسا بندہ ہے جس سے گناہ سرزد نہ ہوتا ہو۔"

"سنن الترمذي"، كتاب التفسير، باب ومن سورة النجم، الحديث: ٣٢٩٥، ج٥، ص١٨٧.

3 رہا یہ اعتراض کہ مصطفیٰ کریم عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالتَّسْلِيْم نے بھی اس طرح دعا فرمائی کہ "اے رب ہمارے! اگر تو بخشش فرماتا ہے تو اپنے بندوں کے سارے گناہوں کو بخش دے تیرا کونسا بندہ ہے جس سے گناہ سرزد نہ ہوتا ہو" اس حدیث پاک کو امام ترمذی و حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔ مذکورہ بالا اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سرکار نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک کلام میں لفظِ "إِنْ"، بمعنی "اگر" شک اور تذبذب کی بنا پر نہیں کہ اے اللہ! اگر تو مغفرت فرمانا چاہے تو مغفرت فرمادے بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک کلام میں لفظِ "إن"، تعلیل یعنی وجہ بیان کرنے

ادب ۳۵: دعا جامع، قَلِیلُ اللَّفظ و کَثِیرُ المَعنی ہو تطویلِ بے جا سے احتراز کرے۔(1)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے: ''آخر زمانے کے لوگ دعا میں حد سے بڑھ جائیں گے اور آدمی کو اس قدر دعا کفایت کرتی ہے کہ خدایا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مجھے بِہشت (یعنی جنت) عطا فرما اور اس قول و فعل کی جو اس سے نزدیک کرے، توفیق دے۔(2)

بعض کتابوں میں ہے: یہ دعا جامع و کافی ہے:

کیلئے ہے کہ اے مولیٰ! تو اپنے بندوں کی بخشش فرما اس لئے کہ تو ہی بخشش فرمانے والا ہے۔ جیسا کہ باپ اپنے بیٹے سے کہتا ہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو یہ کام کر یعنی تو میرا حکم مان اور یہ کام کر ڈال اس لئے کہ تو میرا بیٹا ہے۔ اسی طرح رعایا میں سے کسی کا حاکم سے کہنا کہ اگر تو حاکم ہے تو مجھ پر عطاؤں کی بارش فرما یعنی مجھے عطیات سے نواز دے، یہ نہیں کہ اگر تو حاکم ہے تو دے ورنہ نہیں۔

چنانچہ مذکورہ حدیث پاک کے معنی یہ ہونگے کہ اے پروردگار! ہماری بخشش فرما، اس لئے کہ تو خوب بخشش فرمانے والا ہے۔

1 یعنی دعا میں کلام کو بلاضرورت طویل کرنے سے پرہیز کرے اور ایسے الفاظ استعمال کرے جس کے مفہوم میں وسعت ہو، مثلاً: ''رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً'' کہ اس مختصر سے کلام میں دونوں جہاں کی بھلائیاں مانگ لی گئیں، اور زہے نصیب! کہ یہی پرہیز عام گفتگو میں بھی ہو کہ فضول گفتگو سے آدمی کا وقار ختم ہو جاتا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ محشر میں ہر ہر لفظ کو پڑھ کر سنانا پڑے گا۔ والعیاذ باللہ۔

2 ''إحیاء علوم الدین''، کتاب الأذکار والدعوات، الباب الثاني، ج۱، ص۴۰۵.

''رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَّفِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ''.

''خدایا! ہمیں دنیا وآخرت کی بھلائی عنایت فرما اور دوزخ کی آگ سے بچا۔'' (پ۲، البقرة: ۲۰۱).

عبداللہ بن مُغفَّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے نے دعا کی: ''خدایا مجھے بہشت میں ایک سپید (سفید) محل دے کہ جاتے وقت میرے دہنے ہاتھ پر پڑے فرمایا: اے بیٹا! خدا سے بہشت کا سوال کر اور دوزخ سے پناہ چاہ''، فضول باتوں سے کیا فائدہ۔ (1)

ادب ۳۶: دعا میں سَجع اور تکلُّف سے بچے کہ باعث شغلِ قلب وزوالِ رِقّت ہے۔ (2) حدیث میں آیا: ((إیّاکم والسجعَ في الدعاء)). (3)

قال الرضاء: اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سجع کا آنا، سجع کا آنا ہے نہ کہ سجع کا لانا اور محذور مُسَجَّع کرنا ہے نہ کہ مسجّع ہونا کہ مشوّشِ خاطر وہی ہے نہ کہ یہ، ولہٰذا

ا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً اَيْ: رَحۡمَةً وَّفِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً اَيْ: اَلۡجَنَّةَ. ۱۲منہ قدس سرہ

یعنی دنیا میں بھلائی سے مراد رحمت اور آخرت میں بھلائی سے مراد جنت ہے۔

1 ''سنن ابن ماجه''، کتاب الدعاء، باب کراهية الاعتداء في الدعاء، الحدیث: ۳۸٦٤، ج٤، ص۲۸۲.

2 یعنی: دعا میں جان بوجھ کر ہم قافیہ وہم وزن جملے استعمال نہ کئے جائیں کہ اس سے یکسوئی ختم ہوتی ہے اور رِقّت جاتی رہتی ہے۔

3 ''دعا میں سجع سے بچو۔''

''إحیاء علوم الدین''، کتاب الأذکار والدعوات، الباب الثاني، ج۱، ص٤٠٥.

و ''اتحاف السادة المتقین''، کتاب الأذکار والدعوات، الباب الثاني، ج٥، ص۲٤۹.

حضرت مُصَنِّف علّام قُدِّسَ سِرُّہٗ نے لفظِ ''تکلُّف'' زیادہ فرمایا۔[1] ﴾

ادب ۳۷: راگ اور زمزمے (ترنُّم) سے احتراز کرے کہ خلافِ ادب ہے۔

ادب ۳۸: اللہ تعالیٰ سے اپنی کُل حاجتیں مانگے۔

قال الرضاء: اس کی تحقیق حضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہٗ عنقریب اِفادہ فرمائیں گے۔ ﴾

ادب ۳۹: بہتر ہے کہ جو دعائیں حدیثوں میں وارد اور اکثر مطالبِ دنیا وآخرت (یعنی دنیا وآخرت کی مرادوں) کو جامع ہیں اِنہیں پر اقتصار (اکتفا) کرے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی حاجتِ نیک دوسرے کے مانگنے کو نہ چھوڑی۔

قال الرضاء: مگر کوئی دعائے ماثور (قرآن وحدیث میں وارد دعائیں) مُعَیَّن نہ کرے کہ تعیین واِدامت (ہمیشگی) باعث زوالِ رقت وقلتِ حضور ہوتی ہے۔ ﴾

---

1 یعنی دعا میں جس سجع سے بچنے کا حکم ہے اس سے مراد قصداً اپنے کلام کو ہم وزن وہم قافیہ کرنا ہے کیونکہ ممانعت کی وجہ دھیان بٹنا اور یکسوئی ختم ہونا ہے اور اگر کسی کا کلام بلا تکلُّف مُسَجَّع (یعنی ہم وزن وہم قافیہ) ہوتا ہو تو یہ ہرگز منع نہیں؛ لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو مُسَجَّع دعائیں منقول ہیں وہ ہرگز ہرگز اس ممانعت کے تحت داخل نہیں کہ وہ بلا تکلُّف ہیں اسی وجہ سے مُصنّف مولانا نقی علی خان علیہ رحمۃ الحنّان نے لفظِ ''تکلُّف'' کی قید کا اضافہ فرمایا ہے۔

ادب ۴۰: جب اپنے لیے دعا مانگے تو سب اہلِ اسلام کو اس میں شریک کرلے۔

قال الرضاء: کہ اگر یہ خود قابلِ عطا نہیں کسی بندے کا طُفَیلی ہو کر مراد کو پہنچ جائے گا۔

ابو الشیخ اصبہانی نے ثابت بنانی سے روایت کی: ''ہم سے ذکر کیا گیا جو شخص مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعائے خیر کرتا ہے قیامت کو جب ان کی مجلسوں پر گزرے گا ایک کہنے والا کہے گا: یہ وہ ہے کہ تمہارے لیے دنیا میں دعائے خیر کرتا تھا پس وہ اس کی شفاعت کریں گے اور جنابِ الٰہی میں عرض کر کے بہشت میں لے جائیں گے۔''

یہاں تک کہ حدیث میں ہے: ''جو شخص نماز میں مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا نہ کرے وہ نماز ناقص ہے۔''(1)

قال الرضاء: یہ بھی ابو الشیخ نے روایت کی اور خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾

''مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے۔'' (پ۲۶، محمد: ۱۹)

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيْ'' (اے اللہ! میری مغفرت فرما) کہتے سنا، فرمایا: ''اگر عام کرتا تو تیری دعا مقبول ہوتی۔''(2)

---

1 ''كنز العمال''، كتاب الأذكار، أمكنة الإجابة، الحديث: ۳۳۷۸، ج۱، الجزء الثاني، ص۴۹، (بحوالہ ابو الشیخ).

2 ''ردّ المحتار''، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة، مطلب: في الدعاء بغير العربية، ج۲، ص۲۸۶.

دوسری حدیث میں ہے: ایک نے ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ'' (اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما) کہا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی دعا میں تعمیم کر کہ دعائے خاص وعام میں وہ فرق ہے جو زمین وآسمان میں۔''(1)

صحیح حدیث میں فرماتے ہیں: ''جو سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے استغفار کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر مسلمان مرد ومسلمان عورت کے بدلے ایک نیکی لکھے گا۔''

رواه الطبراني في ''الكبير'' عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه بسند جيّد.(2)

1''مراسيل أبي داود''، باب ما جاء في الدعاء، ص٨.

و''رد المحتار''، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، آداب الصلاة، مطلب: في الدعاء بغير العربية، ج٢، ص٢٨٦.

''اپنی دعا میں تعمیم کر'' یعنی کسی مخصوص شخص ہی کیلئے دعا کرنے کے بجائے تمام مسلمانوں کو اپنی دعا میں شامل کر کہ کسی خاص شخص کیلئے دعا اور سب مسلمانوں کیلئے دعا، ثواب اور قبولیت کے اعتبار سے زمین وآسمان کا سا فرق رکھتی ہے۔

2اس حدیث کو طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں جیّد سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

''مجمع الزوائد''، كتاب التوبة، باب الاستغفار للمؤمنين والمؤمنات، الحديث: ١٧٥٩٨، ج١٠، ص٣٥٢، (بحوالہ طبرانی).

و''الجامع الصغير''، الحديث: ٨٤٢٠، ص٥١٣، (بحوالہ طبرانی).

اورفرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''جو ہر روز مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے ستائیس۲۷ بار استغفار کرے ان لوگوں میں ہو جن کی دعا مقبول ہوتی ہے اور ان کی برکت سے خلق (یعنی مخلوق) کو روزی ملتی ہے۔''

رواه أيضاً عن أبي الدرداء رضي الله تعالیٰ عنه بسند حسن.(1)

خطیب کی حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو کوئی دعا اس سے زیادہ محبوب نہیں کہ آدمی عرض کرے:

((اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ رَحْمَةً عَامَّةً)). (2)

''الٰہی! اُمتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عام رحمت فرما۔''

اور امام مستغفری کی حدیث میں یہ لفظ ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ مَغْفِرَةً عَامَّةً)).''(3)

''الٰہی! اُمتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عام مغفرت فرما۔''

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آیا: ''جو تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرے بنی آدم کے جتنے بچے پیدا ہوں سب اس کے لیے استغفار کریں یہاں

1 اس حدیث کو بھی امام طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں بسندِ حسن حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔
"مجمع الزوائد"، كتاب التوبة، باب الاستغفار للمؤمنين والمؤمنات، الحديث: ١٧٦٠٠، ج١٠، ص٣٥٢، (بحوالہ طبرانی).

2 "الكامل" لابن عدي، ج٥، ص٥٠٦.

3 "ردّ المحتار"، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: في الدعاء بغير العربية، ج٢، ص٢٨٦.

تک کہ وفات پائے۔'' **رواہ أبو الشیخ الأصبھاني** (اس حدیث کو ابوالشیخ اصبہانی نے روایت کیا ہے۔)

فقیر نے اس بارے میں اس لیے احادیث بکثرت نقل کیں کہ مسلمانوں کو رغبت ہو۔ بعض طبائع (طبیعتیں) دعا میں بخل کرتی ہیں اور نہیں جانتیں کہ خود یہ ان ہی کا نقصان ہے۔ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی دعائے خیر میں **مَلائکۂ** آسمان مشغول ہیں ﴿وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ﴾ [1] **جَعَلَنَا اللّٰہُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَحَشَرْنَا فِیْھِمْ بِمَنِّہٖ، آمین.** [2]

ادب ۴۱: ساتھ ہی والدین ومشائخ کیلئے بھی ضرور دعا کرے ماں باپ مُوجبِ حیاتِ ظاہری ہیں۔

قال الرضاء: اور مشائخ باعثِ حیاتِ باطنی، باپ پدرِ آب وگِل ہے اور پیر واستاذ پدرِ روح ودِل۔ [3]

ع **ذا أبو الروح لا أبو النطف.** [4]

---

1 ترجمۂ کنزالایمان: ''اور زمین والوں کیلئے معافی مانگتے ہیں۔'' (پ ۲۵، الشورٰی: ۵)

2 اللہ عزوجل ہمیں مسلمان رکھے اور اپنے کرم سے ان ہی کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم!

3 اپنی دعا میں والدین کے ساتھ ساتھ اپنے پیر ومرشد اور اپنے اساتذہ کیلئے بھی دعا کرے کیونکہ والدین تو جسمانی زندگی کا سبب ہیں اور یہ حضرات روحانی زندگی کا ذریعہ ہیں۔

4 پیر واستاد روح کے باپ ہیں نہ کہ جسم کے۔

جب کہ وہ حق ورَشاد کے پیرو استاذ ہوں، ورنہ زہر وقہرِ جاں گُسِل (جان لیوا)[1] ے

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست[2]

حدیث میں ہے: ''جو شخص نماز پڑھے اور اس میں ماں باپ کے لئے دعا نہ کرے وہ نماز ناقص ہے۔'' اور دعا والدین کے لیے سنتِ قدیمہ ہے کہ حضرت نوح عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیۡهِ الصَّلاۃُ وَالتَّسۡلِیۡمُ کے وقت سے جاری۔ اللہ تعالیٰ ان سے حکایت فرماتا ہے: ﴿رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ﴾۔[3]

قال الرضاء: اور حضرت ابراہیم عَلَیۡهِ الصَّلاۃُ وَالتَّسۡلِیۡمُ سے حکایت فرمائی:

﴿رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ﴾[4]

---

1 یعنی وہ پیر واستاذ خود بھی شریعت کے پابند ہوں اور اپنے مریدین وتلامذہ کو بھی شرعی احکام کی بجا آوری کیلئے تاکید کرتے ہوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ مسلمان صحیح العقیدہ سنی ہوں ورنہ انکی شاگردی وصحبت جان لیوا زہرِ قاتل کہ آخرت میں خود بھی پشیمان وپریشان اور اپنے مریدین وتلامذہ کیلئے بھی وبال جان۔ بالخصوص! آج کل بے عمل وبدعقیدہ نام نہاد پیروں کا دور دورہ ہے۔ مسلمانوں پر لازم کہ ایسوں سے خود بھی بچیں اور اپنے اقرباء کو بھی بچائیں اور کسی کو بھی پَرکھنے کیلئے شریعت کے ترازو کو استعمال میں لائیں کہ وہ شرعی احکام پر کس قدر عمل پیرا ہے اور کس طرح کے عقائد ونظریات رکھتا ہے کہیں وہ گستاخ وبے دین تو نہیں کیونکہ اصل معیار خرقِ عادت، شعبدے دکھانا نہیں بلکہ شرعی احکام کی بجا آوری اور عقائد ونظریات میں قرآن وسنت وسلف صالحین کی موافقت ہے۔

2 یعنی کبھی ابلیس آدمی کی شکل میں آتا ہے۔

3 ترجمۂ کنز الایمان: ''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو۔'' (پ۲۹، نوح: ۲۸)

4 ترجمۂ کنز الایمان: ''اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔'' (پ۱۳، إبراھیم: ۴۱)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:﴿رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾.[1]

ادب۴۲: سنّت یوں ہے کہ پہلے اپنے نفس کے لیے دعا مانگے، پھر والدین و دیگر اہلِ اسلام کو شریک کرے۔

قال الرضاء: سعید بن یسار کہتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھا تھا، ایک شخص کو یاد کر کے میں نے اس کے لئے دعائے رحمت کی حضرت ابن عمر نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''پہلے اپنے نفس سے ابتدا کر۔''

رواه ابن أبي شيبة.[2]

امام نخعی فرماتے ہیں: ''جب دعا کرے، اپنے نفس سے ابتدا کرے، تجھے کیا خبر کہ کونسی دعا قبول ہو جائے۔''[3]

اور صحاح[4] میں ثابت کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی کے لیے دعا فرماتے اپنے نفسِ نفیس سے ابتدا فرماتے اور بارہا حضورِ اقدس سے اس کا خلاف بھی ثابت۔

---

1 ترجمۂ کنزالایمان: ''اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن (بچپن) میں پالا۔'' (پ ١٥، بنيٓ إسرآئيل: ٢٤)

2 اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا.

"المصنَّف" لابن أبي شيبة، كتاب الدعاء، باب من قال: إذا دعوت فابدأ بنفسك، الحديث: ٤، ج٧، ص٣٣.

3 المرجع السابق.

4 صِحَاح، یہ لفظِ ''صحیح'' کی جمع ہے اور اس سے مراد حدیث کی وہ کتابیں ہیں جن میں اکثر صحیح حدیثوں کا اہتمام کیا گیا ہو مثلاً: ''صحیح البخاری''، ''صحیح مسلم'' وغیرہ۔

امام بدرالدین زرکشی ''حواشي ابن الصلاح'' میں یوں تطبیق دیتے ہیں کہ اگراپنے اور دوسرے کے لیے ایک ہی بات کی دعا کرے، تو اپنے نفس سے ابتداء کرے مثلاً: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ (اے اللہ! میری اور میرے والدین کی بخشش فرما) اوراگر مدعا غیرِ غیر ہو (دوسرے کیلئے کوئی اور دعا کرنی ہو) تو اختیار ہے۔ جیسے: اَللّٰهُمَّ اشْفِ فُلاناً وَاغْفِرْ لِيْ (اے اللہ! میرے فلاں بھائی کوشفا دے اور میری بخشش فرما) یا اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ وَاقْضِ دَيْنَ فُلانٍ (اے اللہ! مجھ پر رحم فرما اور میرے فلاں بھائی سے قرض کا بوجھ اتار دے)۔

اور ''شرح عقیدہ برہانیہ'' میں ہے کہ دعا میں اپنے نفس پر بھائی مسلمانوں کو مقدم رکھے مگر یہ مرتبہ ایثار[1] کا ہے۔ حدیث میں ہے: ''جب بندہ اپنے بھائی مسلمان کے لئے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لبیک اے میرے بندے! اور میں پہلے تجھ سے شروع کروں گا۔''[2] اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوگی کہ اِجابت (قبولیت) میں اس سے بِدایت (ابتداء) ہوگی تو مقام ایثار مقامِ عالی وشریف ہے۔'' یہ لکھ کر اخیر میں اختیار دے دیا کہ **فإن شاء بدء بنفسه وإن شاء بدء بغيره، انتهى.**[3]

---

1 **ایثار:** هو تقديم الغير على النفس وحظوظها الدنياوية ورغبة في الحظوظ الدينية.
''حظوظِ دینیہ (یعنی دینی ثواب کے حصول) میں رغبت کے باعث کسی دوسرے شخص کو دنیاوی چیزوں میں اپنے اوپر ترجیح دینا۔'' (''الجامع لأحكام القرآن''، الحشر، تحت الآية: ٩، الجزء الثامن عشر، ص ٢١.)

2 ''إحياء علوم الدين''، كتاب آداب الألفة... إلخ، الباب الثاني، ج٢، ص ٢٣٢.

3 آخر میں صاحبِ ''عقیدۂ برہانیہ'' لکھتے ہیں کہ اب اگر چاہے تو اپنے آپ سے دعا میں پہل کرے اور اگر چاہے تو اپنے دوسرے بھائی کو مقدم کرے۔

علامہ شہاب خفاجی مصری ''نسیم الریاض'' میں فرماتے ہیں: ان اقوال میں یوں جمع کرسکتے ہیں کہ ہر امر کے لئے ایک مقام جداگانہ ہے اور ہر شخص کے لیے اس کی نیت، انتھی۔

أقول: ظاہراً یہ ایثار مقامِ خواص ہے اور عوام کو تقدیمِ نفس (پہلے اپنے لئے دعا مانگنا) ہی مناسب۔ ولہٰذا شارع صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ عام کے لیے تشریع فرماتے، اکثر یہی منقول بلکہ فقیر کے خیال میں نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دعا میں اپنے نفس اقدس کو اوروں سے مؤخر (یعنی پیچھے) رکھنا ثابت ہو۔ ہاں دعا **لِلْغیر** پر اقتصار بارہا ہوا ہے (ہاں! کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ صرف دوسرے کیلئے ہی دعا فرمائی ہے) اور حدیث صحیح: ((**ابدأ بنفسک ثم بمن تعول**))[1] سے بھی اس معنی پر استدلال کرسکتے ہیں۔ شرعِ مُطَہَّر میں حقِ نفس، حقِ غیر پر بے شک مقدم۔ **واللّٰہ سبحانہ وتعالی أعلم۔** ﴾

ادب ۴۳: حتی الوُسع اوقات واَماکنِ اِجابت کی رعایت کرے۔[2]

ادب ۴۴: آمین پر ختم کرے کہ دعا کی مُہر ہے۔

---

1 اپنے آپ سے ابتدا کیجئے پھر وہ جو آپ کی کفالت میں ہیں۔

("فتح القدير"، كتاب أدب القاضي، مسائل منثور من كتاب القضاء، ج٦، ص٤٣٦)

2 یعنی جن جن اوقات ومقامات سے متعلق احادیث یا اقوال، بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالٰی سے منقول کہ ان اوقات یا مقامات میں مولٰی تعالٰی کا خاص فضل وکرم اپنے بندوں کے شامل حال رہتا ہے ان اوقات ومقامات کی رعایت کرتے ہوئے ان میں خاص طور پر اپنے رب عزوجل کے حضور دعا کرے۔

نوٹ: ان اوقات ومقامات کو جاننے کیلئے اسی کتاب میں تیسری اور چوتھی فصل کا مطالعہ فرمائیے۔

قال الرضاء: اور سننے والے کو بھی آمین کہنا چاہیے۔

استناناً بسنّة ھارون علیہ الصلاۃ والسلام **فإنّ موسی کان یدعو وھارون یؤمّن کما في الحدیث عنه** صلی اللّٰہ تعالی علیه وعلیهما وسلم.[1]

ادب ۴۵: بعدِ فراغ (دعا سے فارغ ہونے کے بعد) دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے کہ وہ خیر وبرکت جو بذریعہ دعا حاصل ہوئی اشرف الاعضاء یعنی چہرے سے مُلاقی (یعنی مَس) ہو۔

---

1 یعنی حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلاۃُ وَالسَّلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے دعا کے بعد آمین کہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ دعا فرماتے تھے اور ہارون عَلَیْہِ السَّلَامُ آمین کہتے جیسا کہ حدیث پاک میں ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

"صحیح ابن خزیمة"، کتاب الإمامة، باب ذکر ما کان اللّٰہ عزوجل خصّ نبیه صلی اللّٰہ علیه وسلم بالتأمین... إلخ، الحدیث: ۱۵۸۶، ج۳، ص۳۹.

ا**عن ابن مسعود عن النبي** صلی اللہ علیه وسلم **أنه قال: ((إذا رفعتم أیدیکم إلی اللّٰہ ودعوتم وسألتموہ حوائجکم فامسحوا أیدیکم علی وجوھکم فإن اللّٰہ حي کریم یستحیي من عبدہ إذا رفع یدیه وسأل أن یردّھما خائبین فامسحوا ھذا الخیر علی وجوھکم)).**

یعنی جب تم اپنے ہاتھ خدائے تعالیٰ کی طرف اٹھا کر دعا وسوال کرو انہیں منہ پر پھیر لو کہ خدائے تعالیٰ شرم وکرم والا ہے، جب بندہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا اور سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ خالی ہاتھ پھیرنے سے شرماتا ہے پس اس خیر کو اپنے مُونہوں پر مسح کرو یعنی خدائے کریم ہاتھ خالی نہیں پھیرتا۔ کسی طرح کی بھلائی اور خیر وخوبی خواہ وہی خیر جس کیلئے دعا کی یا دوسری نعمت ضرور مرحمت فرماتا ہے بنظر اُس رحمت وبرکت کے دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا مقرر ہوا، ۱۲ منہ قُدِّسَ سِرُّہٗ

ادب ۴۶: اللہ جل جلالہٗ کے سعتِ رحمت وصدقِ وعدہ (یعنی اللہ عزوجل کی رحمت کی وسعت اور سچے وعدے) ﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [1] پر نظر کر کے اِستجابتِ دعا (دعا کی قبولیت) پر یقینِ کامل رکھے کہ کریم سائل کو محروم نہیں پھیرتا۔

حدیث میں ہے: ((ادعوا اللّٰه وأنتم موقنون بالإجابة)). [2]

''اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اس حال پر کہ تمہیں اِجابت (قبولیت) کا یقین ہو۔''

جو دعا کرے اور یہ سمجھے کہ میری دعا کیا قبول ہوگی! اس کی دعا مقبول نہ ہوگی۔

قال اللّٰه تعالی: ((أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ)) [3] اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ دعا کے وقت اپنا گناہ یاد نہ کرے کہ اس کا خیال یقینِ اِجابت میں خلل ڈالے گا اور طاعت (نیکی) کو بھی بطورِ استحقاق نہ یاد کرے کہ عُجب وناز (خود پسندی وغرور) میں مبتلا کرے گا اور تضرّع وشکستگی (عاجزی وانکساری) میں مُخِل ہوگا۔ [4]

---

1 ترجمۂ کنزالایمان: ''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا۔'' (پ ۲٤، المؤمن: ٦٠)

2 "سنن الترمذي"، كتاب الدعوات، الحديث: ۳٤۹۰، ج٥، ص۲۹۲.

3 یعنی میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرماتا ہوں۔

"صحيح البخاري"، كتاب التوحيد، باب قول اللّٰه: ﴿يُرِيْدُوْنَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللّٰهِ﴾، الحديث: ۷٥۰٥، ج٤، ص٥۷٤.

4 دعا مانگتے وقت اللہ عزوجل کی رحمت کاملہ اور اسکا وعدہ جو قرآن میں ہے کہ ''مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا'' کو پیش نظر رکھ کر اپنی دعا کی قبولیت پر کامل یقین رکھے کہ میری دعا ضرور قبول ہوگی حدیث مبارکہ میں بھی اسکا حکم دیا گیا ہے کیونکہ وہ کریم ہے اور کریم کے شایان نہیں کہ وہ سائل کو محروم کردے اور جو دعا کرنے کے بعد قبولیت میں شک کرے تو اسکی دعا قبول کیونکر ہوسکتی ہے کہ خود ربُّ العزت

ادب ۴۷: دعا کرتے کرتے ملال نہ لائے بلکہ نشاطِ قلب (خوشدلی) کے ساتھ عرض کرے: ((فإنّ اللّٰه لا یملّ لا تملّوا)).(1)

قال الرضاء: وفي لفظ: ((لا یسأم حتی تسأموا)) والمولی سبحنه وتعالٰی منزّه عن الملالة والسآمة وإنّما هو من باب المشاکلة.(2)

فرماتا ہے: ''میں اپنے بندے کے گمان سے نزدیک ہوں'' یہی وجہ ہے کہ علمانے دورانِ دعا اپنے گناہوں کو یاد کرنے سے منع فرمایا ہے کہ یہ قبولیت دعا میں شک پیدا کریگا اسی طرح اپنی عبادتوں اور نیک کاموں کو بطورِ استحقاق پیش نظر نہ رکھے یعنی یوں نہ سمجھے: اے اللہ! میں نے فلاں نیک کام کیا تھا لہٰذا میں حقدار ہوں کہ تو مجھے فلاں چیز عطا فرما، یا میری فلاں دعا قبول فرما کہ اس طرح کہنے سے اس میں اپنے اعمال پر ناز اور خود پسندی جیسی برائیاں پیدا ہونگی اور عاجزی وانکساری جو دعا میں مطلوب ہے وہ جاتی رہے گی۔

1 ''بے شک اللہ عزوجل ملال سے پاک ہے، تم بھی اپنے آپ کو ملال میں مبتلا نہ کرو۔''

(''صحیح مسلم''، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضیلة العمل... إلخ، الحدیث: ۷۸۵، ص۳۹۵)

2 ایک روایت میں یوں ہے: ((لا یسأم حتی تسأموا)) یعنی اللہ تعالٰی ملول نہیں ہوتا، یہاں تک کہ تم ملال نہ کرو۔(''صحیح مسلم''، الحدیث: ۷۸۵، ص۳۹۵) اور وہ پروردگار تو ملال (یعنی اکتانے) سے پاک، منزہ ومبرا ہے اور یہ جو اس کی طرف نسبت کی گئی یہ بابِ مُشاکلہ سے ہے۔

مُشاکلہ سے مراد یہ ہے کہ: ''کسی شئے کے معنی ومفہوم کو کسی ایسے دوسرے لفظ کے ذریعے ادا کیا جائے جو اس کے لئے مَوضُوع لَهٗ نہیں (یعنی وضع نہیں کیا گیا) لیکن مَوضُوع لَه کے ساتھ استعمال ہوتا ہے''، جیسے مذکورہ حدیث میں لفظِ ''لا یسأم''، ''حتی تسأموا'' کے ساتھ واقع ہوا۔ کما بیّنه في ''ثمرات الأوراق'': المشاکلة في اللغة: هي المماثلة، وهي في المصطلح: ''ذکر الشيء

ادب ۴۸: دعا کے قبول میں جلدی نہ کرے۔

حدیث شریف میں ہے کہ خدائے تعالیٰ تین آدمیوں کی دعا قبول نہیں کرتا ایک وہ کہ گناہ کی دعا مانگے، دوسرا وہ کہ ایسی بات چاہے کہ قطع رحم ہو، تیسرا وہ کہ قبول میں جلدی کرے، کہ میں نے دعا مانگی، اب تک قبول نہ ہوئی ایسا شخص گھبرا کر دعا چھوڑ دیتا ہے اور

بغير لفظه لموافقة القرائن ومشاكلتها" كقوله تعالى: ﴿وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ فالجزاء عن السيئة في الحقيقة غير سيئة والأصل وجزاء سيئة عقوبة.

ومنه قوله تعالى: ﴿تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا أَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِکَ﴾ والأصل تعلم ما في نفسى ولا أعلم ما عندك لأن الحق تعالى وتقدس لا تستعمل لفظة النفس في حقه إلا أنها استعملت هنا للمماثلة والمشاكلة كما تقدم.

ومنه قوله تعالى: ﴿ومكروا ومكر الله﴾ والأصل وأخذهم الله.

وفي الحديث قوله: ((فإن الله لا يمل حتى تملّوا)) الأصل فإنّ الله لا يقطع عنكم فضله حتى تملّوا عن مسألته، فوضع " **لا يمل** " موضع "لا يقطع الثواب" على جهة المشاكلة وهو مما وقع فيه لفظ المشاكلة أولاً."

وكذا في "تحرير التحبير": (باب المشاكلة: وهي أن يأتي المتكلم في كلامه أو الشاعر في شعره باسم من الأسماء المشتركة في موضعين فصاعداً من البيت الواحد، وكذلك الاسم في كل موضع من الموضعين مسمى غير الأول، تدل صيغته عليه بتشاكل إحدى اللفظتين الأخرى في الخط واللفظ، ومفهومهما مختلف).

(انظر "تحرير التحبير في صناعة الشعر والنثر"، و"ثمرات الأوراق" في المكتبة الشاملة)

مطلب سے محروم رہتا ہے۔[1]

اے عزیز! تیرا پروردگار فرماتا ہے:

﴿اُجِیۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾

''میں دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں، جب مجھ سے دعا مانگے۔'' (پ۲، البقرة: ۱۸۶)

﴿وَاذۡکُرُوا اللّٰهَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ﴾

''دعا بہت مانگو اور مجھ کو اپنی مصیبت کے وقت یاد کرو تاکہ بلاء سے نجات پاؤ۔'' (پ۱۰، الأنفال: ۴۵)

﴿فَلَنِعۡمَ الۡمُجِیۡبُوۡنَ﴾

''ہم کیا اچھے قبول کرنے والے ہیں۔'' (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۷۵)

﴿اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ﴾

''مجھ سے دعا مانگو میں قبول فرماؤں۔'' (پ۲۴، المؤمن: ۶۰)

پس یقین سمجھ کہ وہ تجھے اپنے دَر سے محروم نہیں کرے گا اور اپنے وعدے کو وَفا فرمائے گا وہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

﴿وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ﴾ ''سائل کو نہ جھڑک۔'' (پ۳۰، الضحی: ۱۰).

آپ کس طرح اپنے خوانِ کرم سے دور کرے گا بلکہ وہ تجھ پر نظرِ کرم رکھتا ہے کہ تیری دعا کے قبول کرنے میں دیر کرتا ہے۔

---

1 ''صحیح مسلم''، کتاب الذکر والدعاء، باب بیان أنه یستجاب للداعي ما لم یعجل... إلخ، الحدیث: ۲۷۳۵، ص۱۴۶۳.

ابن ابی شیبہ وبیہقی وصابونی کی حدیث میں ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جب کوئی پیارا خدائے تعالیٰ کا دعا کرتا ہے جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں: الٰہی! تیرا بندہ تجھ سے کچھ مانگتا ہے۔ حکم ہوتا ہے ٹھہرو ف، ابھی نہ دوتا کہ پھر مانگے کہ مجھ کو اس کی آواز پسند ہے۔''

خوش ہمی آید مرا آواز اُو
واں خدایا گفتن و آں رازِ اُو (1)

اور جب کوئی کافر یا فاسق دعا کرتا ہے، فرماتا ہے: اس کا کام جلدی کردو تا کہ پھر نہ مانگے کہ مجھ کو اس کی آواز مکروہ (ناپسند) ہے۔ (2)

یحییٰ بن سعید بن قطّان رحمۃ اللہ علیہ (3) نے جناب باری کو خواب میں دیکھا عرض کی:

ف: قبول میں دیر سے نہ گھبرانے کے بیان میں۔

1 ع پسند آتی ہے مجھ کو تو وہی آواز اے بندے!
تو جس میں راز کہتا ہے مجھے پکار اٹھتا ہے

2 "شعب الإيمان"، فصل في ذكر ما في الأوجاع... إلخ، الحديث: ١٠٠٣٤، ج٧، ص٢١١.

3 آپ کا پورا نام ابوسعید یحییٰ بن سعید بن فرّوخ قطان تمیمی بصری ہے آپ حدیث کے بہت بڑے امام ہیں، ابن عمار کہتے ہیں کہ عبد الرحمٰن بن مہدی نے آپ سے آپکی حیات میں ہی دو ہزار حدیثیں روایت کیں، ابراہیم بن محمد تیمی فرماتے ہیں: میں نے علم الرجال کا آپ سے زیادہ ماہر نہیں دیکھا، امام خلیلی فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری کو آپ کی قوتِ حافظہ پر حیرت ہوتی تھی، آپ کا انتقال صفر ۱۹۸ھ میں ہوا۔ (ماخوذ من "تهذيب التهذيب" لابن حجر، ج٩، ص٢٣٤-٢٣٧)

الٰہی! میں اکثر دعا کرتا ہوں اور تو قبول نہیں فرماتا حکم ہوا: اے یحییٰ! میں تیری آواز کو دوست رکھتا ہوں اس واسطے تیری دعا میں تاخیر کرتا ہوں۔[1]

قال الرضاء: سگانِ دنیا[2] کے اُمیدواروں کو دیکھا جاتا ہے کہ تین تین برس تک اُمیدواری میں گزارتے ہیں صبح وشام ان کے دروازوں پر دوڑتے ہیں اور وہ ہیں کہ رُخ نہیں ملاتے، بار نہیں دیتے، جھڑکتے، دل تنگ ہوتے، ناک بھوں چڑھاتے ہیں امیدواری میں لگایا تو بیگار ڈالی، یہ حضرت گرہ (اپنے پلّے) سے کھاتے گھر سے منگاتے بیکار بیگار کی بلاء اٹھاتے ہیں اور وہاں برسوں گزریں ہنوز روزِ اوّل ہے مگر یہ نہ امید توڑیں نہ پیچھا چھوڑیں اور أَحکَمُ الحاکِمِین أَکرَمُ الأَکرَمِین عَزَّ جَلالُه کے دروازے پر اوّل تو آتا ہی کون ہے اور آئے بھی تو اُکتاتے، گھبراتے، کل کا ہوتا آج ہو جائے، ایک ہفتہ کچھ پڑھتے گزرا اور شکایت ہونے لگی، صاحب پڑھا تو تھا کچھ اثر نہ ہوا، یہ احمق اپنے لیے اجابت کا دروازہ خود بند کر لیتے ہیں۔[3]

---

1 "الرسالة القشيرية"، باب الدعاء، ص۲۹۷.

2 سگان، سگ کی جمع ہے اور سگ فارسی میں کتے کو کہتے ہیں چونکہ اہل اللہ رحمہم اللہ اربابِ اقتدار سے دور ہی رہتے ہیں اور یہ طبقہ عموماً ظلم وستم اور غرور وتکبر سے بچ نہیں سکتا، اقتدار کے نشے میں نہ جانے یہ حکّام اپنے آپ کو کیا سمجھے ہوتے ہیں۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ان کو سگانِ دنیا کہہ کر مخاطب کیا۔

3 بعض اوقات دنیوی افسران کسی کو آئندہ ملازمت کی امید دلا کر بلا اُجرت کام لیتے اور طرح طرح سے نخرے دکھاتے ہیں مزید یہ کہ اس امیدوار کو اپنے اخراجات وغیرہ بھی اپنے پلے سے دینے پڑتے ہیں، ان تمام مصیبتوں اور بلاؤں کے باوجود دنیوی لالچ کا حال یہ ہے کہ امید ختم نہیں ہوتی اور سالہا سال اس امید پر لگا دیتے ہیں کہ کبھی نہ کبھی تو نوکری مل ہی جائیگی اور اسی وجہ سے انکے دفاتر کے صبح شام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((**يستجاب لأحدكم ما لم يعجل يقول: دعوت فلم يستجب لي**)).[1]

''تمہاری دعا قبول ہوتی ہے جب تک جلدی نہ کرو کہ میں نے دعا کی تھی، قبول نہ ہوئی۔''

اور پھر بعض تو اس پر ایسے جامے سے باہر ہو جاتے ہیں کہ اعمال واَدعیّہ (وظائف ودعاؤں) کے اثر سے بے اعتقاد بلکہ اللہ کے وعدہ وکرم سے بے اعتماد[2] **والعِیاذ باللہ الکریم الجَوّاد.**

ایسوں سے کہا جائے کہ اے بے حیا! بے شرمو! ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالو، اگر کوئی تمہارا برابر والا دوست تم سے ہزار بار کچھ کام اپنے کہے اور تم اس کا ایک کام نہ کرو، تو

چکر لگاتے ہیں، اور وہ افسر ہیں کہ انھیں منھ تک نہیں لگاتے، انھیں جھڑکیاں کھلاتے، اور وہ برسا برس گزر جانے کے باوجود اسے پہلا دن سمجھتے ہیں۔ دنیادار افسروں کے بارے میں تو ان دنیا چاہنے والوں کا یہ طرزِ عمل...! لیکن غیب سے روزی دینے والے احکم الحاکمین جَل جَلالُہ کی بارگاہ میں...! پہلی بات تو کوئی اپنی عرضی دیتا ہی نہیں اور دیتے بھی ہیں تو اُکتاتے، گھبراتے ہوئے کہ کل کا ہوتا کام آج بلکہ ابھی ہو جائے، اگر کسی نے حصول مقصد کیلئے کوئی وظیفہ بتایا بھی تو ابھی ہفتہ بھر بھی نہ پڑھا تھا کہ شکوہ کرنا شروع کر دیا کہ میں نے وظائف بھی کیے لیکن کچھ اثر نہیں ہوا، اور اتنا بے وقوف ہے کہ یہ نہیں جانتا کہ وہ شکوہ کرکے اپنے لئے دعا کی قبولیت کا دروازہ خود بند کر چکا ہے۔

1 "سنن الترمذي"، كتاب الدعوات، الحديث: ٣٦١٩، ج٥، ص٣٤٨.

2 یعنی بعض لوگ تو غصے میں آپے سے اتنا باہر ہو جاتے ہیں کہ دعاؤں اور وظائف پر بھروسہ اور یقین ہی ختم کر بیٹھتے ہیں بلکہ بعض کا تو اللہ عزوجل کے کرم وعنایت اور اسکے قبولیتِ دعا کے وعدے پر سے بھی اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

اپنا کام اس سے کہتے ہوئے اوّل تو آپ لجاؤ (شرماؤ) گے کہ ہم نے تو اس کا کہنا کیا ہی نہیں اب کس منہ سے اس سے کام کو کہیں اور اگر ''غرض دیوانی ہوتی ہے'' کہہ بھی دیا اور اس نے نہ کیا تو اصلاً محل شکایت نہ جانو گے کہ ہم نے کب کیا تھا جو وہ کرتا۔ اب جانچو کہ تم مالک علی الإطلاق عَزَّ جَلَالُـهٗ کے کتنے احکام بجالاتے ہو۔ اس کا حکم بجانہ لانا اور اپنی درخواست کا خواہی نخواہی (زبردستی/ناچار) قبول چاہنا کیسی بے حیائی ہے، اُو احمق! پھر فرق دیکھ اپنے سر سے پاؤں تک نظرِ غور کر، ایک ایک رُوئیں میں ہر وقت ہر آن کتنی کتنی ہزار در ہزار صد ہزار بے شمار نعمتیں ہیں، تو سوتا ہے اور اس کے معصوم بندے (فرشتے) تیری حفاظت کو پہرا دے رہے ہیں، تو گناہ کر رہا ہے اور سر سے پاؤں تک صحت و عافیت، بلاؤں سے حفاظت، کھانے کا ہضم، فُضلات کا دفع، خون کی روانی، اعضاء میں طاقت، آنکھوں میں روشنی، بے حساب کرم بے مانگے بے چاہے تجھ پر اتر رہے ہیں، پھر اگر تیری بعض خواہشیں عطا نہ ہوں کس منہ سے شکایت کرتا ہے، تو کیا جانے کہ [1] تیرے لیے بھلائی کاہے میں ہے، تو کیا جانے کہ [2] کیسی سخت بلا آنے والی تھی کہ اس دعا نے دفع کی، تو کیا جانے کہ [3] اس دعا کے عوض کیسا ثواب تیرے لیے ذخیرہ ہو رہا ہے، اس کا وعدہ سچا ہے، اور قبول کی یہ تینوں صورتیں ہیں جن میں ہر پہلی پچھلی سے اعلیٰ ہے۔ ہاں بے اعتقادی آئی تو یقین جان کہ مارا گیا اور ابلیس لعین نے تجھے اپنا سا کر لیا۔ **والعیاذ باللّٰہ سبحنہ وتعالٰی.** (1)

اے ذلیل خاک! اے آبِ ناپاک! اپنا منہ دیکھ اور اس عظیم شرف کو غور کر کہ اپنی

---

1 ایسے لوگ جو حصول مقصد میں تاخیر کے سبب دعا اور وظائف اور اللّٰہ عزوجل کے کرم وعنایت پر سے بھروسہ واعتماد کھو بیٹھتے ہیں ایسے بے حیا، بے شرم لوگوں کو کہا جائے کہ تم اپنے گریبان میں تو جھانکو اگر

بارگاہ میں حاضر ہونے، اپنا پاک متعالی (بلند وبالا) نام لینے، اپنی طرف منہ کرنے، اپنے پکارنے کی تجھے اجازت دیتے ہیں، لاکھوں مرادیں اس فضل عظیم پر نثار۔

اُو بے صبرے! ذرا بھیک مانگنا سیکھ، اس آستانِ رَفیع (بلند بارگاہ) کی خاک پر

تمہارا کوئی دوست تمہیں کوئی کام کہے اور تم نہ کرو اور جب تم کو اسی دوست سے کوئی کام پڑ جائے تو پہلے تو اس سے کہتے ہوئے تمہیں شرم آئیگی کہ میں کس منہ سے اسے کہوں! اور اگر اپنی غرض میں دیوانے ہو جاؤ اور اسے کہہ بھی دو اور وہ نہ کرے تو تمہیں بالکل ناگوار نہ گزرے گا کہو گے کہ میں نے اسکا کونسا کام کیا تھا جو وہ کرتا، اب سوچنے کا مقام ہے کہ تم اللہ عزوجل کے کتنے احکامات مانتے ہو! اسکے احکامات پر عمل پیرا نہ ہونے کے باوجود زبردستی یہ چاہو کہ دعا قبول کی جائے تو یہ بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے! اور اے احمق جاہل! اپنے سر سے پاؤں تک ہی غور کرلے کہ تیرے جسم کے ہر ہر روئیں میں ہر لمحے ہر گھڑی اسکی ہزار ہا نعمتوں اور کرم کی بارش برس رہی ہے کہ تو سوتا بھی ہے تو اُسکے معصوم فرشتے تیری حفاظت کرتے ہیں، تیری نافرمانیوں اور گناہوں کے باوجود تیرا سر سے پاؤں تک صحیح سلامت وصحت مند ہونا، وباؤں اور بلاؤں سے تیرا محفوظ ہونا، نظام ہاضمہ کی درستی، خون کی گردش، اعضاء میں قوت، آنکھوں کی روشنی، الغرض بے شمار نعمتیں بن مانگے تجھے عطا ہو رہی ہیں پھر اگر تیری کوئی آرزو وہ بھی تیری اپنی نافرمانی وغلطی کی وجہ سے پوری نہ بھی ہو تو کس منہ سے شکوے کرتا ہے تجھے کیا معلوم کہ تیرے لئے کس کام میں بھلائی ہو، تجھے کیا خبر کہ تجھ پر کیسی آفت آنے والی تھی کہ اس دعا کی برکت سے ٹل گئی، تجھے کیا معلوم کہ اس دعا کے سبب تجھے کتنا ثواب عطا ہوا کہ تو روزِ قیامت اس ثواب کو دیکھے تو تمنا کرے کہ کاش میری کوئی دعا قبول نہ ہوتی، بظاہر دعا قبول نہ ہونے کی ان تینوں وجوہات میں سے ہر بعد والی وجہ پہلی وجہ سے اعلیٰ اور افضل ہے، ہاں! اگر دعا قبول نہ ہونے کی وجہ سے تیرا اس پر سے اعتماد وبھروسہ اٹھ گیا تو جان لے کہ شیطان نے تجھے وسوسہ میں ڈال کر اپنا سا کردیا، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ۔

لَوٹ جا اور لپٹا رہ اور ٹکٹکی بندھی رکھ کہ اب دیتے ہیں، اب دیتے ہیں بلکہ اسے پکارنے، اس سے مُناجات کرنے کی لذت میں ایسا ڈوب جا کہ ارادہ ومراد کچھ یاد نہ رہے، یقین جان کہ اس دروازے سے ہرگز محروم نہ پھرے گا[1] کہ ؎

من دقّ باب الکریم انفتح[2]

وباللہ التوفیق ﴿

ادب ۴۹: اپنے گناہ وخطا پر نظر کرکے دعا کو ترک نہ کرے کہ شیطان کی بھی دعا قبول ہوئی اور اسے قیامت تک مہلت ملی ﴿اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ﴾[3]

کہتے ہیں فرعون دن بھر خدائی کا دعویٰ کرتا اور رات کو دعا وزاری میں مشغول رہتا اسی سبب سے جاہ وحشم ومال وملک اس کا مدت تک قائم رہا۔[4] ؎

روز موسیٰ پیش حق نالاں شدے

---

1 اے بے صبرے! اس کریم عزوجل کی بارگاہ میں بھیک مانگنے کا ڈھنگ اور سلیقہ تو سیکھ، اس بلند وبالا پروردگار کی بارگاہ میں پڑا رہ، اور ہمہ وقت اسی کے کرم پر اس امید پر ٹکٹکی باندھے رکھ کہ ابھی مراد بر آئیگی ،ابھی حاجت پوری ہوگی، زہے نصیب کہ اس پروردگار کو پکارتے ہوئے اور اس سے مناجات کرتے ہوئے اسکی یاد میں ایسا ڈوب جا کہ تجھے تیرا مقصد ومراد کچھ یاد نہ رہے، اور اس بات کا یقین کامل کرلے کہ یہ وہ دَر ہے جس میں نامرادی ہے ہی نہیں۔

2 جو کریم کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو وہ اس پر کھل جاتا ہے۔

3 ترجمۂ کنزالایمان: ''تُو مہلت والوں میں ہے۔'' (پ ۲۳، صٓ: ۸۰)

4 ''مثنوی مولانا روم'' (مترجم)، دفتر اول، ص ۶۱.

نیم شب فرعون هم گریاں شدے

کیں چہ غل است اے خدا بر گردنم

گرنہ غل باشد کہ گوید من منم(1)

اے عزیزو! وہ ارحم الراحمین ہے اس سے نا امید ہونا مسلمان کی شان نہیں جو کافروں کو نعمت سے محروم نہیں رکھتا، تجھے کب محروم کرے گا۔ ؎

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب

گبرو ترسا وظیفہ خور داری(2)

دوستاں را کجا کنی محروم

تو کہ با دشمناں نظر داری(3)

ادب۵۰: تندرسی وخوشی وفراغ دستی کی حالت میں دعا کی کثرت کرے تا کہ سختی ورنج میں بھی دعا قبول ہو۔

حدیث میں ہے: **((منْ سرّہ أن یستجیب اللّٰہ لہ عند الشدائد والکُرَب فلیکثر الدعاء في الرَّخاء))**.

---

1 ان اشعار کا مفہوم پچھلی بات میں مصنف علیہ الرحمہ نے بیان فرمادیا ہے۔

2 ؏ خزانہ غیب کا تیرے کُھلا ہے بت پرستوں پر
تو نصرانی، یہودی کو بھی کبھی محروم نہ چھوڑے

3 ؏ جو فرمائے کرم ایسا کہ دشمن بھی رہیں شاداں
ہے تُو تو دوستِ عطاؔری! رہے محروم کیونکر تو

لِ جس کو یہ پسند ہو کہ مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے تو اس کو چاہیے کہ آسائش کے وقت دعا کی کثرت کرے۔("سنن الترمذي"، باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة، الحدیث: ۳۳۹۳، ج۵، ص۲۴۸.)

ادب ۵۱: جس امر کا انجام یقیناً نہ معلوم ہو کہ اپنے لئے کیسا ہے بلاشرطِ خیر وصلاح دعا نہ کرے۔

قال الرضاء: ممکن ہے کہ جسے یہ اپنے حق میں خیر جانتا ہے انجام اس کا بُرا ہو اور بالعکس تو اپنے منہ سے اپنی مُضَرَّت (نقصان کی دعا) مانگنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿عَسٰۤی اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ‌ۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّـكُمۡؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾

''قریب ہے کہ تم کسی چیز کو مکروہ سمجھو گے اور وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو دوست رکھو گے اور وہ تمہارے لیے بری ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (پ ۲، البقرۃ: ۲۱۶)

اور فرماتا ہے: ﴿عَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـئًا وَّيَجۡعَلَ اللّٰهُ فِيۡهِ خَيۡرًا كَثِيۡرًا﴾

''قریب ہے کہ تم بعض چیزوں کو ناپسند کرو گے اور اللہ تعالیٰ ان میں خیر کثیر رکھے گا۔'' (پ ٤، النسآء: ١٩)

لہٰذا دعا یوں چاہیئے کہ الٰہی! اگر میرے لیے یہ امر (کام) دین و دنیا و آخرت میں بہتر ہے تو عطا فرما۔

جس کی خیریت و مُضَرَّت یقینی ہے جس میں دوسرا پہلو نہیں وہاں اس شرط و استثناء کی حاجت نہیں۔ مثلاً: الٰہی! میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں۔ الٰہی! مجھ کو دوزخ سے بچا۔'' آمین۔

یہ وہ اکاون ۵۱ آداب ہیں جو حضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اِفادہ فرمائے اب فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نو ۹ اور ذکر کرتا ہے کہ ساٹھ ۶۰ کا عدد کامل ہو۔ وباللہ التوفیق:

ادب۵۲: دعا تنہائی میں کرے۔

حدیث میں آیا ہے: ''پوشیدہ کی ایک دعا علانیہ کی ستَّر دعا کے برابر ہے۔''

رواہ أبو الشیخ والدیلمي عن أنس رضي اللّٰہ تعالی عنہ. (1)

فائدہ عجیبہ: اَخیر محرم ۱۳۰۴ھ میں فقیر نے بدایوں مدرسہ طیبہ قادریہ میں خواب دیکھا کہ ''صحیح بخاری شریف'' نہایت خوش خط ومحشّٰی میرے سامنے ہے۔اس کے حاشیے پر غالبًا بروایتِ امام شافعی رضی اللہ عنہ یہ حدیث لکھی ہے کہ **الدعاء في الشمس مرّۃ أفضل من الدعاء في الظلّ سبع عشرۃ مرۃ.**

''یعنی دھوپ میں ایک بار دعا سائے میں سترہ بار کی دعا سے بہتر ہے۔''

اس مضمون کی حدیث فقیر کی نظر سے کہیں نہ گزری حضرت عظیم البرکت مولینا مولوی محمد عبدالقادر صاحب قادری دَامَتْ بَرَکَاتُھُمْ سے بھی استفسار کیا (یعنی پوچھا) فرمایا: ''میرے خیال میں بھی نہیں۔'' واللّٰہ تعالٰی أعلم۔

اسی طرح اب کوئی چند مہینے ہوئے اور سید شاہ فضل حسین صاحب پنجابی فقیر سے ''صحیح بخاری شریف'' پڑھتے تھے ایک دن فقیر نے اپنے مکان میں خواب دیکھا کہ ''جامع صحیح''، مطبوع مطبع احمدی پیش نظر ہے اور اس میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک اثرِ موقوف میں کسی مؤذن کی اذان کا ذکر اور اس پر بحث ہے کہ اس کی اذان مطابق سنّت ہے یا نہیں اس پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **قد سمعہ أفقہ بلدنا وأعظمھم علماً أبو حنیفۃ.**

1''مسند الفردوس'' للدیلمي، باب الدال، الحدیث: ۲۸۶۹، ج۱، ص۳۸۷.

یعنی اس کی اذان کیونکر صحیح نہ ہو حالانکہ اسے سنا ہے ہمارے شہر کے اکملِ فقہاء واعظم علماء ابو حنیفہ نے۔

خواب کی باتیں اکثر تاویل طلب ہوتی ہیں تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا حضرت امام پر زماناً تَقَدُّم کچھ مضر نہیں، واللہ تعالی أعلم.

ادب ۵۳: جب قصدِ دعا ہو پہلے مسواک کرلے کہ اب اپنے رب سے مناجات کرے گا، ایسی حالت میں رائحۂ متغیرہ (یعنی منہ کی بدبو) سخت ناپسند ہے خصوصاً حقّہ پینے والے، خصوصاً تمباکو کھانے والوں کو اس ادب کی رعایت ذکر ودعا ونماز میں نہایت اہم ہے، کچا لہسن پیاز کھانے پر حکم ہوا کہ مسجد میں نہ آئے [(1)] وہی حکم یہاں بھی ہوگا، مع ہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''مسواک رب کو راضی کرنے والی ہے۔'' [(2)] اور ظاہر ہے کہ رضائے رب باعثِ حصولِ اَرب ہے (اللہ تعالیٰ کی رضا، مراد ملنے کا سبب ہے)۔

ادب ۵۴: جہاں تک ممکن ہو دعا بہ زبانِ عربی کرے ''غرر الافکار'' وغیرہ میں ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ غیرِ عربی میں دعا مکروہ ہے۔ [(3)]

1''صحيح مسلم''، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب نهي من أكل ثوماً وبصلاً أو كراثاً أو نحوها، الحديث: ٥٦٤، ص٢٨٢.

2''صحيح البخاري''، كتاب الصوم، باب سواك الرطب واليابس للصائم، الحديث: ١٩٣٣، ج١، ص٦٣٧.

3''ردّ المحتار''، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في الدعاء بغير العربية، ج٢، ص ٢٨٥، (بحوالہ ''غرر الأفكار'').

وما وقع في "النهر" و"الدر"[1] من التحريم فمحمله ما إذا لم يعلم معناه كمثل الرقية بالعجمية.[2]

امام ولوالجی فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ غیر عربی کو دوست نہیں رکھتا'' اور فرماتے ہیں: ''عربی میں دعا اِجابت سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔''[3]

میں کہتا ہوں: مگر جو عربی نہ سمجھتا ہو اور معنی سیکھ کر بتکلف انکی طرف خیال لے جانا مشوِّشِ خاطر (ارادے کو تشویش میں ڈالتا) و مُخلِ حضور (یکسوئی میں رُکاوٹ) ہو وہ اپنی ہی زبان میں اللہ تعالیٰ کو پکارے کہ حضور و یکسوئی اہم امور ہے۔

ادب ۵۵: اگر دعا کرتے کرتے نیند غالب ہو جگہ بدل دے یوں بھی نہ جائے تو وضو کر لے یوں بھی نہ جائے تو موقوف کرے۔ صحیح حدیث میں اس کی وصیت فرمائی کہ مَبادا (خدانخواستہ) استغفار کرنا چاہے اور زبان سے اپنے لیے بد دعا نکل جائے۔[4]

---

1 "النهر الفائق"، كتاب الصلاة، فصل إذا أراد الدخول في الصلاة كبر، ج ۱، ص ۲۲٤.
و"الدر المختار"، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج ۲، ص ۲۸۵.

2 ''نہر الفائق'' اور ''درمختار'' میں جو غیر عربی میں دعا کو حرام فرمایا وہ حکم اس وقت ہے کہ جب غیر عربی میں دعا کرنے والا ان الفاظ کے معنی نہ جانتا ہو جیسا کہ غیر عربی میں منتر وغیرہ یا جھاڑ پھونک کرنا جیسا کہ بعض اوراد و وظائف یا منتر وغیرہ فارسی میں ہوتے ہیں کہ پڑھنے والا ان کے معنی نہیں جانتا اس طرح پڑھنے میں اندیشہ ہے کہ معنی نہ جانتے ہوئے کوئی بات خلافِ شرع کہہ جائے۔

3 "الولوالجية"، كتاب الطهارة، الفصل التاسع، ج ۱، ص ۹۰.

4 "صحيح البخاري"، باب الوضوء من النوم ... إلخ، الحديث: ۲۱۲، ج ۱، ص ۹٤.
و"سنن الترمذي"، باب ما جاء في الصلاة عند النعاس، الحديث: ۳۵۵، ج ۱، ص ۳۷۲.

ادب ۵۶: أقول: حالت غضب میں بد دعا کا قصد نہ کرے کہ غضب عقل کو چھپا لیتا ہے کیا عجب کہ بعد زوالِ غضب خود اس بد دعا پر نادم ہو، اس مضمون کو حدیث: **((لا يقضي القاضي وهو غضبان))**[1] سے استنباط کرسکتے ہیں۔

ادب ۵۷: دعا میں تکبر اور شرم سے بچے مثلاً تنہائی میں دعا بہ نہایت تضرع والحاح (گریہ وزاری اور گڑگڑا کر) کررہا ہے۔ اپنا منہ خوب گڑگڑانے کا بنا رہا ہے اب کوئی آ گیا تو اس حالت سے شرما کر موقوف کردیا۔ یہ سخت حماقت اور معاذ اللہ، اللہ کی جناب میں تکبر سے مشابہ ہے اس کے حضور گڑگڑانا موجب ہزاراں عزت ہے، نہ کہ معاذ اللہ خلافِ شان وشوکت۔

ادب ۵۸: دعا میں جیسے کہ بلند آواز نہ چاہیے، نہایت پست بھی نہ کرے اور اس قدر تو ضرور ہے کہ اپنے کان تک آواز پہنچے۔ بغیر اس کے مذہبِ راجح پر کوئی کلام وقراءت، کلام وقراءت نہیں ٹھہرتا۔

وقال اللّٰه تعالٰی: ﴿**وَلَا تَجۡهَرۡ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا وَابۡتَغِ بَيۡنَ ذٰلِكَ سَبِيۡلًا**﴾[2]

ادب ۵۹: دعا میں صرف مدعا پر نظر نہ رکھے بلکہ نفسِ دعا کو مقصود بالذات جانے کہ وہ خود عبادت بلکہ مغزِ عبادت ہے مقصد ملنا نہ ملنا درکنار، لذتِ مناجات، نقدِ وقت

---

1 یعنی: غصے کے وقت قاضی کوئی فیصلہ نہ کرے۔

"سنن ابن ماجه"، كتاب الأحكام، باب لا يحكم الحاكم وهو غضبان، الحديث: ٢٣١٦، ج٣، ص٩٣، ملتقطاً.

2 ترجمۂ کنز الایمان: "اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو، نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔" (پ١٥، بنيٓ إسرآئيل: ١١٠)

ہے۔[1] والحمد للّٰہ ربّ العالمین (سب خوبیاں اللہ کیلئے جوسب جہانوں کا پالنے والا ہے)۔

ادب۶۰: تنہا اپنی دعا پر قناعت نہ کرے بلکہ صُلَحا و اطفال (یعنی نیک لوگوں اور بچوں) ومساکین اور بیوہ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کر کے ان سے بھی دعا چاہے کہ اَقرب بقبول ہے (یعنی قبولیت کے زیادہ قریب ہے)۔

اوّلاً: جب اِحسان کیا وہ راضی ہوں گے اور دل سے اس کے لئے دعا کریں گے اور مسلمان کی دعا مسلمان کیلئے اس کی غَیبت (غیر موجودگی) میں نہایت جلد قبول ہوتی ہے۔

ثانیاً: ان کی رضا مندی سے اللہ راضی ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں ہے اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف دور فرمائے۔''[2]

ثالثاً: ان کا منہ اس کے لیے دعا میں اس کے منہ سے بہتر ہوگا۔

منقول ہے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب ہوا: اے موسیٰ! مجھ سے اس منہ کے ساتھ دعا مانگ جس سے تو نے گناہ نہ کیا۔ عرض کی الٰہی! وہ منہ کہاں سے لاؤں؟ (یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تواضع ہے ورنہ وہ یقیناً ہر گناہ سے معصوم ہیں) فرمایا: ''اوروں سے

---

1 یعنی: دعا میں صرف اپنا مقصد پیش نظر نہیں ہونا چاہئے بلکہ دعا جو کہ خود عبادت کا مغز ہے وہ پیش نظر ہونا چاہئے، مقصد حاصل ہونا تو دور کی بات ہے اس وقت تو وہ مناجات جو وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں کررہا ہے اسکی لذتوں میں گم ہوجانا اسکا مطلوب ومقصود ہونا چاہئے۔

2 ''صحیح مسلم''، کتاب الذکر والدعاء... إلخ، باب فضل الاجتماع... إلخ، الحدیث: ۲۶۹۹، ص۱۴۴۷-۱۴۴۸.

دعا کرا، کہ ان کے منہ سے تو نے گناہ نہ کیا۔‘‘[1]

امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے بچوں سے اپنے لئے دعا کراتے کہ دعا کرو عمر بخشا جائے۔

اور صائم (روزہ دار) وحاجی ومریض ومبتلا سے دعا کرانا اثر تمام رکھتا ہے۔ ان تین کی حدیثیں تو فصل ہشتم میں آئیں گی اور مبتلا وہ جو کسی دنیوی بلا میں گرفتار ہو یہ مریض سے عام ہو۔

ابو الشیخ نے ’’کتاب الثواب‘‘ میں ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اغتنموا دعوة المؤمن المبتلى))

’’مسلمان مبتلاء کی دعا غنیمت جانو۔‘‘[2]

فائدہ:

جب مطلب حاصل ہو اسے خدائے تعالیٰ کی عنایت ومہربانی سمجھے، اپنی چالاکی ودانائی نہ جانے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ز ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا لا قَالَ اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ﴾

’’جب آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے ہم سے دعا کرتا ہے۔ پھر جب ہم اسے نعمت دیتے

---

1 ’’مثنوی مولانا روم‘‘ (مترجم)، دفتر سوم، ص۴.

2 ”جامع الأحاديث“ للسيوطي، الهمزة مع الغين، الحديث: ٣٤٤٦، ج٢، ص٦.

ہیں کہتا ہے یہ مجھے اپنی دانائی سے ملی۔'' (پ٢٤، سورة الزمر: ٤٩)

﴿بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ﴾

''بلکہ وہ نعمت آزمائش ہے۔'' (پ٢٤، الزمر: ٤٩)

کہ دیکھیں ہمارا احسان مانتا ہے یا نہیں۔

﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''لیکن بہت لوگ نہیں جانتے'' (پ٩، الأعراف: ١٨٧)

اور اس نعمت کو اپنی دانائی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ ایسا شخص پھر اگر دعا کرتا ہے قبول نہیں ہوتی۔ جو کریم کا احسان نہیں مانتا لائق عطا نہیں مستوجِب (یعنی مستحق) سزا ہے۔

﴿مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾

''جو ہماری یاد سے منہ پھیرے، اس کے لیے ہے تنگ زندگانی۔'' (پ١٦، طٰهٰ: ١٢٤)

قال الرضاء: ظاہر ہے کہ جب نعمت ملے شکر واجب ہے کہ قائم رہے اور زیادہ ملے۔ حدیث شریف میں ہے: ''نعمتیں وحشی ہوتی ہیں، انہیں شکر سے مقید کرو۔''(1)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾

''اور بیشک اگر تم شکر کرو گے، میں تمہیں زیادہ دوں گا۔'' (پ١٣، إبراهيم: ٧)

---

1 لم نعثر على هذا الحديث ولكن عن بعض السلف: (النعم وحشية فقيدوها بالشكر).

(إحياء علوم الدين''، كتاب الصبر والشكر، الشطر الثاني، الركن الثاني، ج٤، ص١٥٦).

فائدہ:

قال الرضاء: حدیث میں قبولِ دعا دیکھنے کے وقت یہ دعا اِرشاد فرمائی:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِعِزَّتِهٖ وَجَلَالِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ)).[1]

وَبِهٖ تمّ فصل الآداب، واللّٰه تعالى أعلم بالصواب.﴾[2]

---

1 سب خوبیاں اس معبودِ کریم کو جس کی ذات وعزت وجلال ہی پر تمام اچھائیوں کا مُنتہا ہے۔

"المستدرك"، كتاب الدعاء، الدعاء إذا شفي من مرض...إلخ، الحديث: ٢٠٤٣، ج٢، ص٢٤١.

و"الحصن الحصين"، ما يقول من استجيب دعاؤه، ص٣٥.

2 اور اسی کے ساتھ آدابِ دعا کی فصل مکمل ہوئی اور اللہ عزوجل ہی سب سے زیادہ درستی کو جاننے والا ہے۔

فصل ِسوم اوقاتِ اجابت میں

قال الرضاء: وہ اوقات وحالات کہ جن میں بنظر ارشادِ احادیث وائمہ دین، اُمیدِ اجابت بحمد اللہ قوی ہے، پینتالیس[45] ہیں۔

ازآں جملہ (ان میں سے) چھتیس[36] حضرت مُصَنِّف عَلَّام قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ذکر فرمائے اور نو[9] فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے بڑھائے۔ ﴾

اوّل (۱): شب قدر۔

قال الرضاء: کہ بقولِ اکثر شب بِسْت و ہَفْتُم ماہِ رمضان ہے۔ ﴾ (یعنی رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہے)۔

دُوُم (۲): روزِ عرفہ یعنی نُہم ذِی الحجہ۔ (یہ عام ہے حاجی وغیرِ حاجی کیلئے مگر حاجی کیلئے اس میں بھی خصوصیت ہے۔)

قال الرضاء: خصوصاً بعد زوال خصوصاً عرفات میں۔ ﴾

سِوُم (۳): ماہِ رمضان مُطلقاً۔

چہارُم (۴): شبِ جُمُعہ۔

پنْجُم (۵): روزِ جُمُعہ۔

شَشُم (۶): ٹھیک آدھی رات کہ اس وقت تَجَلّیِ خاص ہوتی ہے۔

ہَفْتُم (۷): سَحَر۔

قال الرضاء: یعنی رات کا چھٹا حصہ رہے۔ ﴾

ہَشْتُم (۸): ساعتِ جُمُعہ یعنی قبلِ غروبِ شمس (یعنی جمعہ کے دن مغرب سے ذرا پہلے) کہ

اکثر اقوال میں ساعتِ مَرجُوَّہ وہی ہے (یعنی جمعہ کی وہ ساعت جس میں قبولیتِ دعا کی اُمید زیادہ ہے)۔

قال الرضاء: ساعتِ جمعہ کے بارے میں اگر چہ اَقوالِ علماء چالیس سے مُتَجاوِز ہوئے (یعنی بڑھ گئے) مگر قوی وراجح ومُختار اَکابر مُحقّقین وجماعاتِ کثیرۂ ائمہ دین دو قول ہیں (یعنی وہ قول جسے اکابر محققین علماء اور کثیر ائمۂ کرام رحمہم اللہ نے اختیار فرمایا دو ہیں):

ایک وہ جس کی طرف حضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہٗ ونُوِّرَ قبرُہٗ نے اشارہ فرمایا یعنی ساعتِ اَخیرۂ روز جمعہ غروبِ آفتاب سے کچھ ہی پہلے ایک لطیف وقت۔

''اَشباہ'' میں فرمایا: ''ہمارا یہی مذہب ہے عامۂ مشائخ حنفیہ اسی طرف گئے۔''(1)

یوں ہی ''تتارخانیہ'' میں اسے ہمارے مشائخ کرام کا مسلک ٹھہرایا۔(2)

اور یہ مذہب ہے عالِمُ الکِتابَین سیدنا عبداللہ بن سلام وحضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا۔(3)

اور اسی طرف رجوع فرمائی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔(4)

---

1 "الأشباه والنظائر"، الفن الثاني: الفوائد، كتاب الصلاة، ص١٣٩.

2 "التتارخانية"، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون، نوع آخر من هذا الفصل، فضائل الجمعة، ج٢، ص ٨٤.

3 قبلِ اسلام سیدنا عبداللہ بن سلام اور سیدنا کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہودیوں کے عالم تھے۔ چنانچہ قرآن پاک وتوریت شریف دونوں کے عالم ہونے کی وجہ سے ''عالِم الکتابَین''، یعنی دو آسمانی کتابوں کے عالم کہلاتے ہیں۔

4 "الموطأ" للإمام مالك، كتاب الجمعة، باب: ما جاء في الساعة التي في يوم الجمعة، الحديث: ٢٤٦، ج١، ص١١٥-١١٦، ملخصاً.

و"شعب الايمان"، باب في الصلاة، فضل الجمعة، الحديث: ٢٩٧٥، ج٣، ص٩١-٩٣.

اور ایسا ہی منقول ہے حضرت بَتُول زَہرا صلوات اللّٰہ وسلامہ علی أبیھا وعلیھا سے۔ [1]

اور سعید بن منصور بسند صحیح ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے راوی کہ کچھ صحابہ کرام نے جمع ہوکر ساعتِ جمعہ کا تذکرہ فرمایا، پھر سب اس قول پر متفق ہوکر متفرق ہوئے (یعنی سب اس قول پر اتفاق کرنے کے بعد جدا ہوئے) کہ وہ روز جمعہ کی پچھلی ساعت ہے۔ [2]

اور یہی مذہب ہے امام شافعی وامام محمد وامام اِسحاق بن رَاہُوَیہ وابنُ الزَّمْلَکانی اور ان کے تِلْمِیذ (شاگرد) عَلائی وغَیرہُم علماء کا۔ [3]

امام ابوعمرو بن عبدالبر نے فرمایا: ''اس باب میں اس سے ثابت تر کوئی قول نہیں۔'' [4]

فاضل علی قاری نے کہا: ''یہ تمام اقوال سے زیادہ لائق اعتبار ہے۔''

امام احمد فرماتے ہیں: ''اکثر احادیث اسی پر ہیں'' [5] ولہٰذا حضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اسی کو اختیار فرمایا۔

دوسرا قول جب امام منبر پر بیٹھے اس وقت سے فرضِ جمعہ کے سلام تک ساعتِ مَوعُودَہ ہے (یعنی یہ وہ ساعت ہے جس میں دعا کی قبولیت کا وعدہ ہے)۔

---

1 ''شعب الإیمان''، باب في الصلاۃ، فضل الجمعۃ، الحدیث: ٢٩٧٧، ج٣، ص٩٣.

2 ''فتح الباري''، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التي في یوم الجمعۃ، تحت الحدیث: ٩٣٥، ج٣، ص٣٦٥، (بحوالہ سعید بن منصور).

3 ''فتح الباري''، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ... إلخ، تحت الحدیث: ٩٣٥، ج٣، ص٣٦٥.

4 المرجع السابق.

5 المرجع السابق.

یہ حدیث مَرفوع [1] ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مَنصُوص (یعنی بیان) ہوا۔ [2]

امام مسلم نے فرمایا: ''یہ سب اَقوال سے اَصَح اور اَحسن ہے۔'' (یعنی یہ قول سب اقوال سے زیادہ اچھا اور صحیح تر ہے۔) [3]

اور اسی کو امام بیہقی و امام ابن العربی و امام قُرطبی نے اختیار کیا۔ [4]

امام نووی نے فرمایا: ''یہی صحیح بلکہ صواب ہے۔'' (یعنی حق ہے۔) [5]

اور اسی طرح ''روضہ'' و ''دُرِّ مختار'' میں اس کی تصحیح کی۔ [6]

---

1 **حديث مرفوع:** هو ما ينتهي إلى النبي صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلم غايةُ الإسناد.

یعنی: ''وہ حدیث جس کی سند نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو حدیث مرفوع کہلاتی ہے۔''

("نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر"، ص١٠٤)

2 "صحيح مسلم"، كتاب الجمعة، باب في الساعة التي في يوم الجمعة، الحديث: ٨٥٣، ص٤٢٥.

3 "فتح الباري"، كتاب الجمعة، باب الساعة التي في يوم الجمعة، تحت الحديث: ٩٣٥، ج٣، ص٣٦٥.

4 المرجع السابق.

5 "شرح النووي" على المسلم، كتاب الجمعة، فصل في ذكر الساعة التي تقبل ...إلخ، ج١، ص٢٨١.

6 "الدر المختار"، كتاب الصلاة، ج٣، ص٤٧-٤٨. و"فتح الباري"، كتاب الجمعة، باب الساعة التي... إلخ، تحت الحديث: ٩٣٥، ج٣، ص٣٦٥، (بحوالہ ''روضہ'').

دلائلِ طرفین ''فتح الباری'' وغیرہ میں مبسوط [1] اور انصاف یہ ہے کہ دونوں جانب کافی قوَّتیں ہیں طالبِ خیر کو چاہئے کہ دونوں وقت دعا میں کوشش کرے۔

یہ طریقہ جمع کا امام احمد وغیرہ اکابر سے منقول، اور بیشک اس میں اُمید اَقوی واَتَم (یعنی اس میں زیادہ کامل وقوی امید ہے) اور مُصادَقتِ مطلوب کی توقُّع اعظم (یعنی مراد برآنے کی بہت توقع ہے) واللّٰه سبحانه وتعالى أعلم.

میں کہتا ہوں: اس دوسرے قول پر اس مَابَین (درمیان) میں دُعا دِل سے ہوگی۔ یا زبان سے دعا کا موقع بعد اَلتحیات ودُرود کے ملے گا، خواہ جلسہ بَین السجدتَین میں، جبکہ امام بھی وہاں قدرے تَوَقُّف کرے، **فَافْهَم.**﴾ [2]

---

1 یعنی مذکورہ دونوں اقوال کی تائید میں کثیر دلائل کتاب ''فتح الباری'' وغیرہ میں تفصیلاً مذکور ہیں۔

انظر للتفصيل: ”فتح الباري“، كتاب الجمعة، باب الساعة التي في يوم الجمعة، تحت الحديث: ٩٣٥، ج٣، ص٣٦٥.

2 یعنی جمعہ کے دن قبولیتِ دعا کے باب میں دوسری اَہم ساعت، امام کے منبر پر آنے کے بعد سے فرضِ جمعہ کے سلام پھیرنے تک ہے جس پر دلائل بھی آپ نے ملاحظہ فرمائیں، بہرحال اس دوران دل سے ہی دعا مانگی جائے گی کیونکہ اس دوران کسی بھی قسم کا کلام منع ہے اسی کی طرف امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے ''فَافْهَم'' سے اشارہ فرمایا ہے، ہاں البتہ! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دوران بھی دو وقت ایسے بتائیں ہیں جن میں زبان سے دعا مانگی جاسکے گی۔

نُہُم (۹): روزِ چار شَنبہ (بدھ) ظہر وعصر کے درمیان۔

قال الرضاء: خصوصاً مسجد الفتح میں کہ مساجدِ مدینہ سے ایک مسجد ہے۔ فصل آئندہ (ص ۱۳۵) میں اس کی حدیث مذکور ہوگی۔ ﴾

دَہُم (۱۰): مسجد کو جاتے وقت۔

یازْ دَہُم (۱۱): وقتِ اَذان۔

قال الرضاء: حدیث میں ہے: اس وقت دَرہائے آسمان (آسمان کے دروازے) کھولے جاتے ہیں۔ ﴾[1]

دُوازْ دَہُم (۱۲): وقتِ تکبیر۔

سِیزْ دَہُم (۱۳): درمیانِ اذان واِقامت۔

چَہار دَہُم (۱۴): جب امام ''وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کہے۔

قال الرضاء: یہاں دعا وہی ''آمین'' ہے یا دل میں مانگے۔ ﴾

پانْزْ دَہُم (۱۵) تا نُوزْ دَہُم (۱۹): پنجگانہ فرضوں کے بعد۔

قال الرضاء: رواه الترمذي والنسائي عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه[2]

---

1 "المصنف" لابن أبي شيبة، كتاب الدعاء، الساعة التي يستجاب فيها الدعاء، الحديث: ۷، ج۷، ص ۳۵.

2 اسے امام ترمذی ونسائی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

"سنن الترمذي"، كتاب الدعوات، الحديث: ۳۵۱۰، ج۵، ص ۳۰۰.

بلکہ ہرنماز کے بعد کما رواہ الطبراني في "الکبیر" عن العِرباض بن ساریة رضي اللّٰہ تعالٰی عنہ مرفوعاً[1].

اورکلامِ مُصَنِّف عَلاَّم قُدِّسَ سِرُّہٗ میں باتباع حدیث اول فرائض پنجگانہ کی تخصیص انکی فضیلت ومَزِیَّت (عمدگی) کے سبب سے ہے۔ کما أفادہ علي القارئ في "الحرز". ﴾[2]

بِسْتُم (۲۰): سجدے میں۔

قال الرضاء: حضورسیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:''بندہ اس سے زیادہ کبھی اپنے رب سے قریب نہیں ہوتا،توسجدے میں دعا زیادہ مانگو۔''﴾[3]

بِسْت ویکُم (۲۱): بعد تلاوتِ قرآن مجید۔

بِسْت ودُوُم (۲۲): بعداستماعِ قرآن شریف (توجہ سے تلاوت قرآن سننے کے بعد)۔

---

1 جیسا کہ امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔

قد وجدنا في "المعجم الکبیر" الحدیث: ٦٤٧، ج١٨، ص٢٥٩عن العرباض بن ساریة، قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:(**من صلی صلاة فریضة فله دعوة مستجابة، ومن ختم القرآن فله دعوة مستجابة**)، ولکن قال الخفاجي في "نسیم الریاض"، ج٤، ص٨٥ تحت روایة عثمان بن حُنیف رضي اللّٰه عنه (**اللّٰهم إنّي أسألک وأتوجه.....اللّٰهم شفعه في...الخ**): ومنه علم استحباب الدعاء عقب الصلاة.

2 جیسا کہ ملاعلی قاری نے''الحرزالثمین''میں اس کا افادہ فرمایا ہے۔

3"صحیح مسلم"، باب ما یقال في الرکوع والسجود، الحدیث: ٤٨٢، ص٢٥٠.

بِسْت وسِوُم (۲۳): وقتِ ختم قرآن کریم۔

قال الرضاء: خصوصاً قارِی (یعنی پڑھنے والے) کے لیے کہ بارشادِ حدیث شریف ایک دعا ضرور مُستَجاب (مقبول) ہے۔[1]

بِسْت وچَہارُم (۲۴): جب مسلمان جہاد میں صف باندھیں۔

بِسْت وپَنْجُم (۲۵): جب کفار سے لڑائی گرم ہو۔

بِسْت وشَشُم (۲۶): آبِ زمزم پی کر۔

قال الرضاء: حدیث میں فرمایا: **((زمزم لما شرب له))**[2] "زمزم اس لئے ہے جس لئے پیا جائے۔" **صحّحه الإمام ابن الجزري**[3] یعنی جس نیت سے پیا جائے وہ حاصل ہو۔

صحیح حدیث میں ہے: ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبل ظہورِ اسلام مہینہ بھر صرف آبِ زمزم پیا مکہ میں پوشیدہ تھے کچھ کھانے کو نہ ملتا تنہا اس مبارک پانی نے کھانے پانی دونوں کا کام دیا اور بدن نہایت تر وتازہ اور فربہ ہو گیا۔[4]

بِسْت وہَفْتُم (۲۷): جب روزہ افطار کرے۔

---

1 "المعجم الكبير" للطبراني، الحديث: ٦٤٧، ج١٨، ص٢٥٩.

2 "سنن ابن ماجه"، كتاب الحج، باب: الشرب من زمزم، الحديث: ٣٠٦٢، ج٣، ص ٤٩٠.

3 امام ابن الجزری نے اس حدیث مبارکہ کی تصحیح فرمائی۔

"الحصن الحصين"، أدعية الحج، ص٨٩.

4 "صحيح مسلم"، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي ذر، الحديث: ٢٤٧٢، ص١٣٤١-١٣٤٣.

بِسْت وہشْتُم (۲۸): مینہ برستے میں۔

بِسْت ونُہم (۲۹): جب مرغ اذان دے۔

قال الرضاء: یہ سب اوقات حدیث میں آئے ہیں اور مرغ بولنے کے باب میں ارشاد ہوا ہے کہ وہ ملائکۂ رحمت کو دیکھ کر بولتا ہے اس وقت اللہ کا فضل مانگو۔ [1] فقیر اس وقت یہ دعا مانگتا ہے: "**یَا ذَا الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ صَلِّ عَلٰی فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ أَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِ الْعَظِیْمِ**"﴾ [2]

سِیُم (۳۰): مَجْمَعِ مسلمانان میں۔

قال الرضاء: علماء فرماتے ہیں: جہاں چالیس مسلمان جمع ہوں ان میں ایک ولی اللہ (اللہ کا ولی) ضرور ہوگا۔﴾ [3]

سی ویکُم (۳۱): ذکرِ خدا اور رسول کی مجلس میں۔

قال الرضاء: صحیح حدیث شریف میں ہے کہ انکی دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔﴾ [4]

1"صحيح البخاري"، كتاب بدء الخلق، باب خير مال المسلم غنم...إلخ، الحديث: ۳۳۰۳، ج۲، ص۴۰۵-۴۰۶.

2اے بڑے فضل والے! اپنے فضل عظیم یعنی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما میں تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں۔

3"المعجم الكبير" للطبراني، الحديث: ۵۰۲، ج۱، ص۱۹۰.

و"الجامع الصغير"، الحديث: ۷۱۴، ص۵۰.

و"فيض القدير"، تحت الحديث: ۷۱۴، ج۱، ص۴۹۷.

4"كنز العمال"، كتاب الأذكار، الحديث: ۱۸۷۲، الجزء الأول، ج۱، ص۲۲۲.

سی ودُوُم (۳۲): مسلمان میت کے پاس خصوصاً جب اس کی آنکھیں بند کریں۔

قال الرضاء: یہاں بھی حدیث شریف میں آیا کہ اس وقت نیک ہی بات منہ سے نکالو کہ جو کچھ کہو گے فرشتے اس پر آمین کہیں گے۔ [1]

سی وسِوُم (۳۳): وقتِ رقتِ دل۔

قال الرضاء: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث میں ہے:

''رقَّتِ قلب (یعنی دل کی نرمی اور گریہ وغیرہ) کے وقت دعا غنیمت جانو کہ وہ رحمت ہے۔'' **أخرجه الديلمي عن أبي بن كعب رضي اللّٰه تعالیٰ عنه** [2]

سی وچہارُم (۳۴): سورج ڈھلتے۔

قال الرضاء: حدیث میں ہے: ''اس وقت آسمان کے دروازے کھلتے ہیں۔'' [3]

نیز حدیث حَسَن بِطُرُقِہٖ میں فرمایا:

''جب سائے پلٹیں اور ہوائیں چلیں تو اپنی حاجات عرض کرو کہ وہ ساعت اَوَّابین

---

1 ''صحيح مسلم''، كتاب الجنائز، باب في إغماض الميت... إلخ، الحديث: ۹۲۰، ص۴۵۸.

2 دیلمی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کی تخریج کی۔

''كنز العمال''، كتاب الأذكار، الحديث: ۳۳۶۷، الجزء الثاني، ج۱، ص۴۸، (بحوالہ دیلمی).

3 ''سنن ابن ماجه''، ابواب اقامة الصلوات والسنّة فيها، باب في الأربع الركعات قبل الظهر، الحديث: ۱۱۵۷، ج۲، ص۴۰.

کی ہے'' (یعنی وہ وقت اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرنے والوں کا ہے)۔

رواه الديلمي وأبو نعيم عن ابن أبي أوفى رضي الله عنه.﴾ [1]

سی وپنجم (۳۵): رات کوسونے سے جاگ کر۔

قال الرضاء: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو رات کوسوتے سے جاگے پھر کہے: **لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.** [2]

اس کے بعد **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ** (اے اللہ! میری مغفرت فرما) کہے۔ یا فرمایا: ''دعا مانگے، قبول ہو اور اگر وضو کرکے دو رکعت پڑھے نماز مقبول ہو۔''

---

1 اس حدیث کو دیلمی وابونعیم نے ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

"حلية الأولياء"، الحديث: ١٠٤٧٤، ج٧، ص٢٦٧.

و"فيض القدير"، حرف الهمزة، تحت الحديث: ٧٧١، ج١، ص٥٢٣.

و" كنز العمال"، كتاب الأذكار، الحديث: ٣٣٤٥-٤٦، الجزء الثاني، ج١، ص٤٦.

2 اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کیلئے بادشاہت ہے۔ سب خوبیاں اسی کو اور وہ ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے۔ سب خوبیاں اسی کو روا سب پاکی اسی کیلئے اور اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ عزوجل سب سے بڑا ہے اور بغیر اسکی تائید کے برائی سے بچنے کی کچھ قدرت نہیں اور نہ ہی نیکی پر کچھ قوت۔

رواه البخاري، وأبو داود والترمذي والنسائي وابن ماجه عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالٰى عنه.﴾[1]

سی و شُشُم (۳۶): بعد قرأت سورۂ اِخلاص وغیر ذلک.

قال الرضاء: یہ وہ اوقات ہیں کہ حضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ذکر فرمائے۔

اب نو۹ فقیر زائد کرتا ہے۔

سی و ہَفْتُم (۳۷): رجب کی چاندرات۔

سی و ہَشْتُم (۳۸): شب برأت۔

سی و نُہم (۳۹): شبِ عید الفطر

چہلُم (۴۰): شب عید الاضحیٰ۔

ابن عساكر عن أبي أمامة رضي الله تعالٰى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم: ((خمس ليال لا تردّ فيهن الدعوة أوّل ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلة الجمعة وليلة الفطر وليلة النحر)).[2]

---

1 اس حدیث مبارکہ کو امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

"صحيح البخاري"، باب فضل من تعار من الليل فصلّى، الحديث: ١١٥٤، ج١، ص٣٩١.

2 ابن عساکر نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ''پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا ردّ نہیں کی جاتی، رجب کی پہلی رات اور شعبان المعظم کی پندرہویں شب یعنی شبِ برأت اور شبِ جمعہ اور شبِ عید الفطر یعنی چاندرات اور شبِ نَحر یعنی ذوالحجۃ الحرام کی دسویں شب''۔

("ابن عساكر"، حرف الباء، بندار بن محمد بن أبو القاسم الفارسي الصوفي، ج١٠، ص٤٠٨.)

چہل ویکُم (۴۱): رات کی پہلی تہائی۔[1]

چہل ودُوُم (۴۲): رات کا پچھلا ثُلُث (یعنی آخری تہائی)۔

چہل وسِوُم (۴۳): اذان سننے میں بعد حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔

چہل وچہارُم (۴۴): تلاوتِ سورۂ اَنعام میں دو اسم جلالت کے مابین یعنی آیۂ کریمہ: ﴿مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ﴾[2] میں دونوں لفظ اللہ کے درمیان دعا کرے۔

چہل وپنجم (۴۵): قراءتِ ''صحیح بخاری شریف'' میں جب اسمائے اصحابِ بدر پر پہنچے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت مُصنّف عَلّام قُدِّسَ سِرُّہٗ کا وہ چھتیس ۳۶ ذکر کرکے ''وغیر ذٰلک'' فرمانا خود بتاتا تھا کہ اِنہیں میں حَصْر نہیں اور بھی ہیں۔ تو فقیر کا یہ نَو ۹ بڑھانا اسی کلمہ ''وغیر ذٰلک'' کی شرح تھی اور ہَنُوز حَصْر نہیں۔[3]

وفضل الله أطيب وأكثر والحمد لله ربّ العلمين.[4]

---

1 تہائی رات یعنی مغرب کے بعد سے فجر کے وقت سے پہلے تک کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم کرنے پر پہلا حصہ۔

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''جیسا اللہ کے رسولوں کو ملا، اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔''

(پ۸، الأنعام: ۱۲۴)

3 یعنی ایسا نہیں کہ قبولیت کے تمام مواقع بیان کر دیئے گئے ہوں بلکہ مذکورہ اوقات کے علاوہ اور بھی ہو سکتے ہیں۔

4 اور اللہ عزوجل کا فضل سب سے عمدہ وکثیر ہے اور سب خوبیاں اللہ عزوجل کو جو پروردگار سارے جہان والوں کا۔

فصل چہارُم اَمکنۂ اِجابت میں[1]

قال الرضاء: وہ چوالیس ہیں۔ تیئیس۲۳ ذکرفرمودۂ حضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہٗ اور اکیس۲۱ مُلْحقاتِ فقیر[2] غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ.

اوّل(۱): مَطاف۔

قال الرضاء: یہ وسطِ مسجد الحرام شریف میں ایک گول قِطْعَہ ہے، سنگِ مرمر سے مَفْرُوش (یعنی زمین کا وہ ٹکڑا جس پر سنگِ مرمر بچھا ہوا ہے) اس کے بیچ میں کعبۂ معظّمہ ہے یہاں طواف کرتے ہیں، زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں مسجد اسی قدر تھی، أَفَادَہُ الْمُصَنِّفُ قُدِّسَ سِرُّہٗ فِي "الْجَوَاهِرِ"۔[3]

دُوم(۲): مُلتَزَم۔

قال الرضاء: یہ کعبۂ معظّمہ کی دیوارِ شرقی کے پارۂ جنوبی کا نام ہے، جو درمیان درِ کعبہ وسنگِ اَسود واقع ہے، یہاں لپٹ کر دعا کرتے ہیں۔[4]

---

1 اَمکنہ، مکان کی جمع ہے، اور یہاں مراد یہ ہے کہ وہ مقامات جہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

2 مُلْحقات، مُلْحَق کی جمع ہے یعنی وہ چیزیں جو بعد میں ملادی گئی ہوں۔

3 یہ بات مُصَنِّف (مولانا نقی علی خان قُدِّسَ سِرُّہٗ) نے اپنی کتاب "جواهرُ البيان في أَسرار الأَركان" میں بطورِ افادہ بیان فرمائی۔ ("جواہر البیان"، فصل چہارم، ص۱۷۵و۱۹۳.)

4 ملتزم وہ مقام ہے جو کعبۃ اللہ شریف کی مشرقی دیوار کے جنوبی حصہ میں حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان واقع ہے یہی وہ مقام ہے جہاں لوگ لپٹ لپٹ کر دعائیں مانگتے ہیں۔

ع ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں

ادب وشوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو ("حدائق بخشش"، ص۹۵)

حدیث شریف میں ہے: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''میں جب چاہوں جبرائیل کو دیکھ لوں کہ ملتزم سے لپٹا ہوا کہہ رہا ہے: ((يَا وَاجِدُ يَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّيْ نِعْمَةً أَنْعَمْتَهَا عَلَيَّ)). ''(1)

الحمد للہ کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرم سے اللہ عزوجل نے اس گدائے بے نوا کو بھی یہ دعا کرامت فرمائی بارہا ملتزم سے لپٹ کر عرض کیا ہے: ((يَا وَاجِدُ يَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّيْ نِعْمَةً أَنْعَمْتَهَا عَلَيَّ)). أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ عَمَّ نَوَالُهُ سے اُمیدِ قبول ہے۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ أَجْمَعِيْنَ. ﴾

سِوُم (۳): مُسْتَجَار کہ رکنِ شامی و یمانی کے درمیان مُحاذیٔ مُلْتَزَم (ملتزم کے سامنے والی دیوار میں) واقع ہے۔

قال الرضاء: یا بر قیاس سابق یوں کہئے کہ یہ کعبۂ معظّمہ کی دیوارِ غربی کے پارۂ جنوبی کا نام ہے، جو درمیان درِ مَسدُود و دور کنِ یمانی واقع ہے۔ ﴾(2)

---

1 اے ہر شئے کو اپنی قدرت سے موجود کرنے والے! اے بزرگی والے! مجھ سے اپنی نعمت کو دور نہ فرمانا، جو تو نے مجھے عطا فرمائی۔

''مرقاة المفاتيح''، كتاب الدعوات، باب أسماء اللّٰه تعالى، تحت الحديث: ٢٢٨٨، ج٥، ص١٠٦.

2 مستجار وہ مقام ہے جو کعبۃ اللہ شریف کی مغربی دیوار کے جنوبی حصہ میں رکنِ یمانی اور درِ مسدود کے درمیان واقع ہے۔

درِ مَسدُود کی وضاحت کرتے ہوئے رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''جواہر البیان'' میں ارشاد فرماتے ہیں: ''یہاں دروازہ تھا حجاج (یعنی حجاج بن یوسف) نے بند کر دیا۔''

(''جواہر البیان''، ص۱۷۵) =

چہارُم (۴): داخلِ بیت (بیت اللہ شریف کی عمارت کے اندر)۔
پنجُم (۵): زیرِ میزاب۔ (1)
شَشُم (۶): حطیم۔ (2)
ہَفتُم (۷): حجرِ اسود۔ (3)

= عاشق اعلیٰ حضرت امیر اہلسنت مدظلہ العالی اپنی مایہ ناز تالیف ''رفیق الحرمین'' میں مستجار کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: ''رکن یمانی اور شامی کے بیچ میں مغربی دیوار کا وہ حصہ جو ''ملتزم'' کے مقابل یعنی عین پیچھے کی سیدھ میں واقع ہے۔ (''رفیق الحرمین''، ص۳۷)

1 امیر اہلسنّت مدظلہ العالی ''ارشاد فرماتے ہیں: **''میزاب رحمت''**: ''سونے کا پرنالہ یہ رکنِ عراقی وشامی کی شمالی دیوار پر چھت پر نصب ہے، اس سے بارش کا پانی حطیم میں نچھاور ہوتا ہے۔'' مزید اس پر بطور حاشیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''میری ناقص معلومات کے مطابق مکے مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مزارِ فائز الانوار میں چہرۂ نور بار میزابِ رحمت کی طرف ہے۔'' (''رفیق الحرمین''، ص۳۷-۳۸)

ع زیرِ میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے
ابرِ رحمت کا یہاں زورِ برسنا دیکھو (''حدائق بخشش''، ص۹۴)

2 **حطیم**: ''کعبۂ معظّمہ کی شمالی دیوار کے پاس نصف دائرے کی شکل میں فصیل (یعنی باؤنڈری) کے اندر کا حصہ۔ حطیم کعبہ شریف ہی کا حصہ ہے اور اس میں داخل ہونا عین کعبۃ اللہ شریف میں داخل ہونا ہے۔''
(''رفیق الحرمین''، ص۳۷)

3 **حجرِ اسود**: یہ وہ جنتی پتھر ہے جو کعبۃ اللہ شریف کے جنوب مشرقی کونے میں واقع رکن اسود میں نصب ہے، مسلمان اسے چومتے اور استلام کرکے اپنے گناہ دھلواتے ہیں۔

ع دھو چکا ظلمتِ دل بوسۂ سنگِ اسود
خاک بوسی مدینہ کا بھی رتبہ دیکھو (''حدائق بخشش''، ص۹۵)

ہَشْتُم (۸): رکنِ یمانی۔ [1]

قال الرضاء: خصوصاً جب کہ طواف کرتے وہاں گزر ہو۔حدیث شریف میں ہے: یہاں "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِي الدُّنْیَا وَالآخِرَۃِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِي الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" [2] کہے، ہزار فرشتے آمین کہیں گے، رواہ ابنِ ماجہ. [3]

نُہُم (۹): خلفِ مقامِ ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالتَّسْلِیْم۔(مقامِ ابراہیم کے پیچھے)

دَہُم (۱۰): نزدِ زَمزم۔(چاہِ زمزم کے پاس)

---

1 یہ یمن کی جانب مغربی کونہ ہے۔ ("رفیق الحرمین"، ص۳۶)

ع ایمنِ طور کا تھا رکنِ یمانی میں فروغ

شعلۂ طور یہاں انجمن آرا دیکھو ("حدائق بخشش"، ص۹۵)

نوٹ: ان تمام مقامات کی تفصیل اور حج وعمرہ کے مسائل وآداب سے آگاہی کیلئے "جواہر البیان"، "انوار البشارۃ"، "بہارِ شریعت" حصہ ششم اور "رفیق الحرمین" کا مطالعہ فرمائیں۔

2 اے اللہ! میں تجھ سے دنیا وآخرت میں معافی اور ہر برائی سے عافیت کا سوال کرتا ہوں۔اے رب ہمارے! ہمیں دنیا وآخرت کی بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

3 "مسند الفردوس" للديلمي، باب الواو، الحديث: ۷۳۳۲، ج۲، ص۳۹۷.

و في رواية ابن ماجه: يسأل عطاء بن أبى رباح عن الركن اليمانى وهو يطوف بالبيت فقال عطاء حدثنى أبو هريرة أنّ النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ((وكل به سبعون ملكا فمن قال: اللهم إنّي أسألك العفو والعافية في الدنيا والآخرة ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار قالوا: آمين)).

(سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب فضل الطواف، الحديث: ۲۹۵۷، ج۳، ص۴۳۹.)

یازْدَہُم (۱۱): صفا۔

دُوازدَہُم (۱۲): مروَہ۔

سِیزدَہُم (۱۳): مَسْعٰی خصوصاً دونوں میل سبز کے درمیان۔[1]

چہاردَہُم (۱۴): عرفات، خصوصاً نزدِ موقفِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

پانْزْدَہُم (۱۵): مُزدلِفہ، خصوصاً مَشْعَرُ الْحَرَام (یعنی جبل قزح)۔

شَانْزدَہُم (۱۶): مِنٰی۔

ہَفْدَہُم (۱۷)، ہَژْدَہُم (۱۸)، نُوزْدَہُم (۱۹): جمراتِ ثلٰثہ۔[2]

بِسْتُم (۲۰): نظرگاہِ کعبہ[3] جہاں کہیں ہو اور اِن اَماکن سے بعض میں اِجابت بعض کے نزدیک، بعض اوقات سے خاص ہے۔

قال الرضاء: أشار إليه الفاضل عليّ القارئ في "شرح اللباب" وبسطه الطحطاوي في "حاشيتي الدرّ ومراقي الفلاح".

---

1 مَسْعٰی: مقامِ سعی یعنی صفا و مروہ کے درمیان کا راستہ، خصوصاً جب دونوں سبز نشانوں کے درمیان پہنچے کہ وہ بھی قبولیتِ دعا کا مقام ہے۔

2 منی اور مکہ کے بیچ میں تین ستون بنے ہیں ان کو جمرہ کہتے ہیں پہلا منی سے قریب جمرۂ اولیٰ کہلاتا ہے اور بیچ کا جمرۂ وسطی اور اخیر کا مکہ معظّمہ سے قریب ہے جمرۃ العقبہ۔

("بہارِشریعت"، ج۱، حصہ ششم، ص۱۱۳۹)

3 جہاں کہیں سے کعبہ شریف نظر آئے وہ جگہ بھی مقامِ قبولیت ہے۔

قلت: وإن قیل بالتعمیم فالفضل عمیم. ﴿[1]

بِسْت ویکُم (۲۱): مسجد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بِسْت ودُوُم (۲۲): مکانِ استجابتِ دعا، جہاں ایک مرتبہ دعا قبول ہو وہاں پھر دعا کرے۔

قال تعالیٰ: ﴿هُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّهٗ﴾ .[2]

قال الرضاء: خواہ اپنی کسی دعا کا قبول دیکھے، خواہ دوسرے مسلمان بھائی کی جس طرح سیدنا زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا الْکَرِیْمِ وَعَلَیْھِمُ الصَّلاۃُ وَالتَّسْلِیْمُ نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر فضلِ اعظم ربِّ اکرم اور بے فصل کے میوے اُنہیں ملنا دیکھ کر وہیں اپنے لیے فرزند عطا ہونے کی دعا کی جس کی طرف مُصَنِّف علاّم قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اس آیۂ کریمہ کی تلاوت سے اشارہ فرمایا۔ ﴿

بِسْت وسِوُم (۲۳): اولیاء وعلماء کی مجالس نَفَعَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی بِبَرَکَاتِهِمْ أَجْمَعِیْنَ (اللہ تعالیٰ ہمیں تمام ہی اولیاء وعلماء کی برکتوں سے نفع پہنچائے)۔

---

1 اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علامہ فاضل ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''لباب المناسک'' کی شرح ''مسلک متقسط'' میں اس کی طرف اشارہ فرمایا، اور علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ نے ''در مختار'' و''مراقی الفلاح'' کے حواشی میں اس کو تفصیل سے بیان کیا، جبکہ امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر ان جگہوں میں دعا کی قبولیت کو عام کہا جائے یعنی کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے تو بھی بعید نہیں کیونکہ یہی اللہ کے فضل وکرم کے زیادہ موافق ہے۔

2 ترجمۂ کنزالایمان: یہاں پکارا زکریا نے اپنے رب کو (یعنی دعا مانگی)۔ (پ ۳، ال عمران: ۳۸)

قال الرضاء: رب عزوجل صحیح حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

((هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ)).

''یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں رہتا۔''[1]

اب فقیر اپنی زیادات کو گنائے۔

بِسْت وچَہارُم (۲۴): مواجہۂ شریفہ حضور سَیِّدُ الشَّافِعِین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔[2]

امام ابن الجزری فرماتے ہیں: ''دعا یہاں قبول نہ ہوگی تو کہاں ہوگی۔!''[3]

أقول: آیۂ کریمہ: ﴿**وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا**﴾ اس پر دلیل کافی ہے۔ سُبْحَانَہٗ وَتَعالٰی ہرطرح معاف کرسکتا ہے، مگر ارشاد ہوتا ہے کہ ''اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں،

---

1 ''صحيح مسلم''، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل مجالس الذكر، الحديث: ٢٦٨٩، ص ١٤٤٤.

2 امام اہلسنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مواجہہ شریف کی تعیین کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''زیرِ قندیل اس چاندی کی کیل کے جو حجرۂ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرۂ انور کے مقابل لگی ہے۔''

(''فتاویٰ رضویہ''، ج۱۰، ص۷۶۵)

امیر اہلسنّت مدظلہ العالی ''رفیق الحرمین'' میں بطور حاشیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''لوگ عموماً (سنہری جالی میں موجود) بڑے سوراخ کو مواجہہ شریف سمجھتے ہیں بلکہ میں نے کئی اردو کتابوں میں بھی یہی دیکھا ہے'' مزید فرماتے ہیں: ''میں نے امام اہلسنّت علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے مطابق مواجہہ شریف کی نشاندہی کی ہے اور الحمدللہ صحیح بھی یہی ہے۔'' (''رفیق الحرمین''، ص۱۸۷)

3 ''الحصن الحصين''، أماكن الإجابة، ص ٣١.

تیرے حضور حاضر ہوں اور اللہ سے معافی مانگیں اور رسول ان کی بخشش چاہے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔'' (پ٥، النساء: ٦٤)

یہی تو وہ نکتۂ الٰہیہ ہے جسے گم کر کے وہابیہ چاہِ ضلال میں پڑے (یعنی گمراہی کے گڑھے میں گرے) **والعِیاذ باللّٰہ ربّ العالمین.**

بِسْت و پنجم (٢٥): منبرِ اطہر کے پاس۔

بِسْت و شُشُم (٢٦): مسجدِ اقدس کے ستونوں کے نزدیک۔

بِسْت و ہَفْتُم (٢٧): مسجدِ قُبا شریف میں۔

بِسْت و ہَشْتُم (٢٨): مسجد الفُتح میں، خصوصاً روز چہار شنبہ بَین الظہر والعصر (خصوصاً بدھ کے دن ظہر وعصر کے درمیان)۔

امام احمد بسندِ جید اور بزار وغیرہما جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں تین دن دعا فرمائی، دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ (یعنی پیر، منگل اور بدھ کے دن)۔ چہار شنبہ کے دن دونوں نمازوں کے بیچ میں اِجابت فرمائی گئی کہ خوشی کے آثار چہرۂ انور پر نمودار ہوئے۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب مجھے کوئی امرِ مُہِم (اہم کام) بَشِدَّت پیش آتا ہے، میں اس ساعت میں دعا کرتا ہوں اِجابت ظاہر ہوتی ہے۔[1]

بِسْت و نُہم (٢٩): باقی مساجد طیبہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں۔[2]

---

1 ''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، الحديث: ١٤٥٦٩، ج٥، ص٨٧.

2 یعنی ایسی مسجدیں جن کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرفِ نسبت حاصل ہے جیسے: مسجد غمامہ، مسجد قِبلَتَین وغیرہ۔

سیُم (۳۰): وہ کوئیں جنہیں حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت ہے۔

سی ویکُم (۳۱): جبلِ اُحُد شریف (یعنی اُحُد پہاڑ)۔

سی ودُوُم (۳۲): حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام مَشاہدِ متبرکہ۔[1]

سی وسِوُم (۳۳)، سی وچہارُم (۳۴): مزاراتِ بقیع واُحد۔

بِسْت دُوُم (۲۲)، وبِسْت وسِوُم (۲۳) کے سوا یہ بتیس۳۲ مقامات حرمین طیبین اوران کے متعلقات میں تھے۔

سی وپنجم (۳۵): مزارِ مُطَہَّر ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس۔[2]

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھتا اور قبرِ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاکر دعا مانگتا ہوں، اللہ تعالیٰ رَوا (پوری) فرماتا ہے۔''

یہ مضمون امام ابن حجر مکی شافعی نے ''خيرات الحِسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان'' میں نقل فرمایا۔[3]

---

1 ''مشاہد'' مشہد کی جمع ہے جسکے معنی حاضر ہونے کی جگہ کے ہیں یعنی وہ تمام مقامات جہاں ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری حیات مبارکہ میں تشریف لے گئے، جیسے: سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باغ وغیرہ۔

2 آپ کا نام نعمان بن ثابت ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۸۰ھ بمطابق ۶۹۹ء میں پیدا ہوئے اور آپ کا وصال ۱۵۰ھ بمطابق ۷۶۷ء بغداد میں ہوا اور وہیں خیزران کے مقبرے کے مشرقی جانب آپ کا مزار واقع ہے۔ (ماخوذ از ''اردو دائرۂ معارف اسلامیہ'' ج۱، ص۷۸۳)

3 ''الخيرات الحسان''، الفصل الخامس والثلاثون في تأدب الأئمة معه في مماته كما هو في حياته وإنّ قبره يزار القضاء الحوائج، ص ۲۳۰.

سی و ششم (۳۶): مزارِ مبارک حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (1)

امام شافعی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''وہ اِستجابتِ دعا کے لئے تِریاقِ مُجَرَّب ہے۔''

(یعنی دعا کے قبول ہونے میں نہایت تجربہ شدہ عمل ہے) (2)

سی و ہَفتُم (۳۷): تربتِ سراپا برکت حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (3)

سی و ہَشتُم (۳۸): مزار فائض الانوار سیدنا معروف کرخی قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی سِرَّہٗ. (4)

---

1 آپ کی ولادت ۷ صفر المظفر ۱۲۸ھ بمطابق ۷۴۵ء میں ہوئی اور ۲۵ رجب ۱۸۳ھ بمطابق ۷۹۹ء میں آپ نے دار البقاء کی طرف کوچ کیا، مشہور روایت کے مطابق آپ کو زہر دیکر شہید کیا گیا، آپ کا مزارِ پرانوار ''کاظمین'' میں ہے۔

(ماخوذ از ''اردو دائرۂ معارف اسلامیہ''، ج۲۱، ص۸۱۰-۸۱۱، و''اسلامی انسائیکلوپیڈیا''، ج۲، ص۱۵۸۱)

2 ''لمعات التنقيح''، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، ج٤، ص٣٧٨.

3 آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسمِ مبارک عبد القادر بن موسی بن عبد اللہ ہے آپ سلسلۂ قادریہ کے بانی، مشہور عالم اور واعظ ہیں، آپ کا شمار اولیائے کبار اور صوفیائے عظام میں ہوتا ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۶۱ھ میں وفات پائی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزارِ پُر اَنوار ''بغداد شریف'' میں واقع ہے۔ (''الأعلام'' للزركلي، ج٤، ص٤٧)

4 آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام معروف بن فیروز کرخی ہے، آپ کی دعائیں اکثر قبول ہوا کرتی تھیں، آپ مشہور صوفی اور زاہد بزرگ ہیں سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۰۰ھ میں رِحلت فرمائی، آپ کا مزار **''بغداد شریف''** میں دریائے دِجلہ کے بائیں کنارے میں مرجع عوام وخواص ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبرِ اطہر کے تَوَسُّل سے لوگ شفایاب ہوتے تھے، اہلِ بغداد کہا کرتے تھے: آپ کا مزارِ اقدس (حصول شفا اور اجابتِ دعا کیلئے) تریاقِ مجرب ہے۔

(''الرسالة القشيرية''، ص٢٦، ''الأعلام'' للزركلي، ج٧، ص٢٦٩، ''وفيات الأعيان''، ج٤، ص٤٤٥-٤٤٦)

علامہ زرقانی ''شرح مواہب'' میں فرماتے ہیں: ''وہاں اِجابت مُجرَّب ہے۔''

کہتے ہیں سَو۱۰۰ بار سورۂ اخلاص وہاں پڑھ کر جو چاہے اللہ تعالیٰ سے مانگے، حاجت پوری ہو۔

ذكره في الفصل الأوّل من المقصد السابع.[1]

سی ونُہم (۳۹): مرقدِ مبارک حضرت خواجہ غریب نواز معین الحق والدین چشتی قُدِّسَ سِرُّہٗ۔[2]

چہلُم (۴۰): حضرت اِمام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی اوران کی زوجۂ مطہرہ فقیہہ فاضلہ حضرت فاطمہ قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی أَسْرَارَھُمَا کے بَینَ الْمَزارَین (یعنی ان دونوں بزرگوں کے مزاروں کے درمیان)[3]

---

1 اس بات کو علامہ زرقانی نے ''اَلْمَوَاھِبُ اللَّدُنِّیَّۃ'' کی شرح میں مقصد سابع کی فصل اول میں ذکر فرمایا۔

''شرح المواهب'' للزرقاني، المقصد السابع، الفصل الأوّل في وجوب محبته واتباع سنته والاقتداء بهديه وسيرته صلى الله عليه وسلم، ج٩، ص١٣٨.

2 خواجہ معین الدین حسن اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہندوستان میں سلسلۂ چشتیہ کے بانی ہیں، آپ کی ولادت ۵۳۶ھ بمطابق ۱۱۴۱ء میں بتائی جاتی ہے، آپ کی وفات ۶۳۳ھ بمطابق ۱۲۳۶ء میں ہوئی، آپ کا مزار ہندوستان کے شہر ''اجمیر شریف'' میں واقع ہے۔

(ماخوذ از ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، ج۷، ص۶۴۵-۶۴۶)

3 ملک العلماء علاء الدین ابوبکر مسعود کاشانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ''حلب'' کے جلیل القدر فقہائے کرام میں کیا جاتا ہے، آپ نے علم فقہ علاء الدین سمرقندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا بعد میں آپ نے اپنے استاد کی کتاب ''تحفہ'' کی شرح بنام ''بدائع الصنائع'' کی جسے دیکھ کر آپ کے استاد بہت خوش ہوئے اور اپنی عالمہ، فقیہہ بیٹی فاطمہ کا نکاح آپ سے کرادیا آپ کا انتقال ۵۸۷ھ بمطابق ۱۱۹۱ء میں ہوا، ان کی تدفین شہر ''حلب'' میں انہی کی زوجہ کے پہلو میں ہوئی۔ (الماخوذ من ''الجواهر المضية''، ج٢، ص٢٤٤-٢٤٦)

ذكره العلامة الشامي في "ردّ المحتار".[1]

چہل ویکُم (۴۱): یوں ہی حضرت سیدی ابوعبداللہ محمد بن احمد قرشی[2] وحضرت سیدی ابن رسلان[3] قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی سِرَّهُمَا کے مزاروں کے درمیان۔

ذكره الزرقاني في الفصل المذكور۔[4]

ان کے مزارات بیت المقدس میں ہیں۔

چہل ودُوُم (۴۲): قرافہ میں امام اَشْہَب وابن القاسم رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی کے مزاروں کے درمیان کھڑے ہوکر سَو بار قل ھواللہ شریف پڑھے پھر رُوبقِبلہ جو دعا کرے قبول ہو۔ذكره أيضاً ثمّه.[5]

---

1 اس بات کو علامہ شامی نے ''ردالمحتار'' میں ذکر کیا۔

2 ابوعبداللہ احمد قرشی کا شمار مغرب ومصر کے اکابر شیوخ میں ہوتا ہے آپ نے چھ سو شیوخ سے استفادہ کیا، کثیر لوگوں نے آپ سے تحصیل علم کیا، آپ کی کرامات مشہور ہیں ۵۹۹ھ میں آپ نے ''بیت المقدس'' میں انتقال کیا، اور وہیں پر آپ کا مزار شریف واقع ہے۔

("شرح المواهب" للزرقاني، المقصد السابع، الفصل لأول، ج۹، ص۶۶)

3 آپ کا نام احمد بن حسین بن حسن شافعی ہے آپ ابن رسلان کی کنیت سے مشہور ہیں، ۷۷۳ھ یا ۷۷۵ھ میں مقام ''رملہ'' (جوکہ فلسطین میں واقع ہے) میں آپ کی ولادت ہوئی، اور آپ کی وفات ''بیت المقدس'' میں ہوئی۔ (ماخوذ من "معجم المؤلفين"، ج۱، ص۱۲۸)

4 اسے علامہ زرقانی نے فصل مذکور (مقصدِ سابع کی فصل اول) میں ذکر فرمایا۔

"شرح المواهب" للزرقاني، المقصد السابع، الفصل الأوّل في وجوب محبته واتباع سنته والاقتداء بهديه وسيرته صلى الله عليه وسلم، ج۹، ص۶۶.

5 اسے بھی علامہ زرقانی نے وہیں پر (یعنی مقصدِ سابع کی فصل اول میں) ذکر فرمایا۔

چہل وسِوُم (۴۳): مرقدِ امام ابن لال محدث احمد بن علی ہمدانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس۔[1]

ذكـره في "كشف الظنون" عن القاضي ابن شهبة عند ذكر "معجم الصحابة" له.[2]

چہل وچہارُم (۴۴): اسی طرح تمام اولیاء وصلحاء ومحبوبانِ خدا تعالیٰ کی بارگاہیں، خانقاہی آرامگاہیں۔

نَفَعَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِبَرَكَاتِهِمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ آمِين.[3]

سترہویں شریف ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۲۹۳ھ میں کہ فقیر کو اِکیسواں سال تھا، اعلیٰ حضرت مُصَنِّف عَلَّام سَیِّدُنَا الْوالِد قُدِّسَ سِرُّہُ الْمَاجِد وحضرت محبّ الرسول جناب مولانا مولوی محمد عبد القادر صاحب قادری بدایونی دامت برکاتہم العالیہ کے ہمراہِ رِکاب حاضر

---

1 آپ کا نام احمد بن علی ہمدانی شافعی ہے، ابن لال کے نام سے مشہور ہیں، آپ ۳۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۹۸ھ میں انتقال فرمایا، قاضی ابن شہبہ اپنی "تاریخ" میں آپ کی تصنیف "معجم الصحابۃ" کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کی قبرِ مبارک کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

("كشف الظنون"، ج ٢، ص١٧٣٦، و"هدية العارفين"، ج ١، ص٦٩)

2 یہ بات قاضی ابن شہبہ نے اپنی "تاریخ" میں ابن لال کی تصنیف "معجم الصحابۃ" کا ذکر کرتے ہوئے کہی جسے حاجی خلیفہ نے بھی "کشف الظنون" میں "معجم الصحابۃ" کے ذکر میں بیان فرمائی۔

"كشف الظنون"، ج ٢، ص١٧٣٦.

3 اللہ تعالیٰ ہمیں ان مقدس حضرات کی برکتوں سے دنیا وآخرت میں نفع پہنچائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بار گاہِ بیکس پناہ حضور پُر نور محبوبِ الٰہی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ وَعَنۡہُم ہوا۔ حجرۂ مقدسہ کے چار طرف مجالس باطلہ لہو وسرور گرم تھیں شور وغوغا سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی دونوں حضرات عالیات اپنے قُلوبِ مُطۡمَئِنَّہ کے ساتھ حاضر مواجہۂ اقدس ہو کر مشغول ہوئے اس فقیر بے توقیر نے ہجوم شور وشر سے خاطر پریشان پائی دروازۂ مطہرہ پر کھڑے ہو کر حضرت سلطان الاولیاء سے عرض کی کہ اے مولیٰ! غلام جس لیے حاضر ہوا یہ آوازیں اس میں خلل انداز ہیں (لفظ یہی تھے یا ان کے قریب بہر حال مضمون معروضہ یہی تھا) یہ عرض کر کے بسم اللہ کہہ کر دہنا پاؤں دروازۂ حجرۂ طاہرہ میں رکھا بعون رَبِّ قدیر وہ سب آوازیں دفعۃً گم تھیں۔ مجھے گمان ہوا کہ یہ لوگ خاموش ہو رہے، پیچھے پھر کر دیکھا تو وہی بازار گرم تھا۔ قدم کہ رکھا تھا باہر ہٹایا پھر آوازوں کا وہی جوش پایا پھر بسم اللہ کہہ کر دہنا پاؤں اندر رکھا بحمد اللہ پھر ویسے ہی کان ٹھنڈے تھے اب معلوم ہوا کہ یہ مولیٰ کا کرم اور حضرت سلطان الاولیاء کی کرامت اور اس بندۂ ناچیز پر رحمت ومَعُونت ہے شکرِ الٰہی بجا لایا اور حاضر مواجہۂ عالیہ ہو کر مشغول رہا کوئی آواز نہ سنائی دی جب باہر آیا پھر وہی حال تھا کہ خانقاہِ اقدس کے باہر قیام گاہ تک پہنچنا دشوار ہوا فقیر نے یہ اپنے اوپر گزری ہوئی گزارش کی کہ اول تو وہ نعمت الٰہی تھی اور رب عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ﴾

''اپنے رب کی نعمتوں کو لوگوں سے خوب بیان کر۔'' (پ ۳۰، الضحی: ۱۱)

مع ہذا اِس میں غلامان اولیائے کرام کے لیے بشارت اور منکروں پر بلا وحسرت ہے۔[1]

---

1 نظام الدین والحق سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامت بیان کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہوئے

الٰہی! صدقہ اپنے محبوبوں کا ہمیں دنیا وآخرت وقبر وحشر میں اپنے محبوبوں کے برکات بے پایاں سے بہرہ مند فرما۔

فإنّک أنت الکریم وإنّ الکریم لا یقطع عوائدہ والحمد للّٰہ ربّ العالمین وصلی اللّٰہ تعالٰی علی سیدنا محمد وسائر المحبوبین وبارک وسلم آمین.﴾(1)

امام اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: یہ کرامت اس لئے بیان فرمائی کہ یہ واقعہ میرے ساتھ پیش آنا میرے لئے ایک نعمت ہے اور قرآن کریم میں نعمت کے چرچے کا حکم ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جہاں اس میں اولیاء اللہ کے ماننے والوں کیلئے خوشخبری اور ڈھارس ہے وہیں اولیاء اللہ کی عظمتوں اور انکی کرامتوں کا انکار کرنے والوں کیلئے دکھ وحسرت ہے، لہٰذا اگر کسی پر اللہ عزوجل کے ولی یا کسی نیک بندے کی کوئی کرامت ظاہر ہو تو اچھی نیتوں کے ساتھ اسے بیان کرنا ثواب کا باعث ہے۔

1 بے شک تو ہی کریم ہے اور کریم اپنی نعمتیں اور بھلائیاں نہیں روکتا اور سب خوبیاں اللہ عزوجل کو جو پروردگار سارے جہان والوں کا اور اللہ عزوجل ہمارے آقا ومولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اپنے تمام محبوب بندوں پر اپنی رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل فرمائے۔ آمین!

فصل پنجم اسم اعظم وکلماتِ اجابت میں

قال الرضاء: یہاں بیس بشارتیں ہیں، نو۹ حضرت مُصنّف عَلّام قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ذکر فرمائیں اور گیارہ فقیر سگِ کوئے قادری غَفَرَ اللّٰہُ تعالٰی لَہٗ نے بڑھائیں۔

بشارت (۱): حدیث میں آیۂ کریمہ: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ ق صلے اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ [1] کی نسبت فرمایا: ''یہ اسم اعظم ہے جو اس کے ساتھ دعا کرے قبول ہو۔'' [2]

علماء فرماتے ہیں: آیۂ کریمہ قبولِ دعا خصوصاً دفعِ بَلا میں اثرِ تمام رکھتی ہے۔

قال الرضاء: سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم نہ بتادوں کہ جب وہ اس سے پکارا جائے، اِجابت کرے (یعنی قبول فرمائے) اور جب اس سے سوال کیا جائے عطا فرمائے؟ وہ وہ دُعا ہے جو یونس عَلَیْہِ الصَّلاۃُ وَالسَّلامُ نے تین تاریکیوں میں کی تھی: ﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ ق صلے اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ کسی نے عرض کی یارسول اللہ! یہ خاص یونس عَلَیْہِ الصَّلاۃُ وَالسَّلامُ کے لئے تھا یا سب مسلمانوں کے لیے ہے؟ فرمایا: مگر تو

---

1 ترجمۂ کنز الایمان: ''کوئی معبود نہیں سوا تیرے، پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔''

(پ۱۷، الأنبیآء: ۸۷)

2 ''المستدرك'' للحاکم، کتاب الدعاء ... إلخ، الحدیث: ۱۹۰۸، ج۲، ص۱۸۴.

و''الحصن الحصین''، ص۳۳.

نے خدا تعالیٰ کا ارشاد نہ سنا کہ ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

یعنی: ''پس ہم نے یونس کی دعا قبول فرمائی اور اسے غم سے نجات دی اور یونہی نجات دیں گے ایمان والوں کو۔'' (پ١٧، الأنبياء: ٨٨)

رواه أحمد والترمذي والنسائي والحاكم مطوّلاً واللفظ له والبيهقي والضياء في ''المختارة''.﴾[1]

بشارت (٢): سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہتے سنا:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ بِأَنِّيْ أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ.[2]

ارشاد فرمایا: ''قسم خدا کی تو نے اللہ تعالیٰ سے وہ اسمِ اعظم لے کر سوال کیا کہ جب اس سے سوال کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور جب اس سے دعا کی جاتی ہے، قبول فرماتا ہے۔''

قال الرضاء: رواه أحمد وابن أبي شيبة وأبو داود والترمذي

---

1 اس حدیث کو احمد، ترمذی، نسائی، بیہقی اور حاکم نے تفصیل سے بیان کیا ہے، اور الفاظِ حدیث حاکم کی روایت کے ہیں، اور ضیاء مقدسی نے ''مختارہ'' میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

''المستدرك'' للحاكم، كتاب الدعاء... إلخ، الحديث: ١٩٠٨، ج٢، ص١٨٤، بتصرّف.

2 اے اللہ! میں تجھ سے اس گواہی کے طفیل سوال کرتا ہوں کہ بے شک تو ہی معبود ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو اکیلا و بے نیاز ہے کہ نہ تیری کوئی اولاد ہے اور نہ تو کسی سے پیدا ہوا، اور تیرے جوڑ کا کوئی نہیں۔

والنسائي وابن ماجه وابن حبان والحاكم.[1]

امام ابوالحسن علی مَقْدِسی وامام عبدالعظیم منذری وامام ابن حجر عسقلانی وغیرہم ائمہ رحمھم اللّٰہ تعالٰی فرماتے ہیں: ''اس حدیث کی اسناد میں کوئی طعن نہیں اور دربارۂ اسم اعظم یہ سب احادیث سے جید وصحیح تر ہے۔''﴾[2]

بشارت (۳): ایک حدیث میں آیا، اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے:

﴿وَ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾[3]

اور ﴿الٓمّٓ ۝ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾۔[4]

قال الرضاء: رواه ابن أبي شيبة وأبو داود والترمذي وابن ماجه

---

1 اس حدیث مبارکہ کو امام احمد، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا۔

"المسند" للإمام أحمد، ج۹، ص۱۰، الحديث: ۲۳۰۱۳.

و"سنن أبي داود"، كتاب الوتر، باب الدعاء، الحديث: ۱٤۹۳-۹٤، ج۲، ص۱۱۳.

2 "الترغيب والترهيب"، كتاب الذكر والدعاء، الترغيب في كلمات يستفتح بها الدعاء...إلخ، تحت الحديث: ۱، ج۲، ص۳۱۷.

و"فتح الباري"، كتاب الدعوات، باب لله مائة اسم غير واحدة، ج۱۱، ص۱۸۸-۱۸۹.

3 ترجمۂ کنز الایمان: ''تمہارا معبود ایک معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان۔'' (پ۲، البقرة: ۱٦۳)

4 ترجمۂ کنز الایمان: ''اللہ ہے جس کے سوا کسی کی پوجا نہیں آپ زندہ اوروں کا قائم رکھنے والا۔''

(پ۳، ال عمران: ۱-۲)

عن أسماء بنت يزيد رضي الله تعالیٰ عنها. ﴾[1]

بشارت(۴): بعض علماء ''یَـا بَدِیْعَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِکْرَامِ ''[2] کواسم اعظم کہتے ہیں۔

قال الرضاء: سَرِی بن یحییٰ قُدِّسَ سِرُّہٗ بعض اولیاء سے راوی: میں دعا کرتا تھا اللہ تعالیٰ سے کہ مجھے اسمِ اعظم دکھادے، مجھے آسمان میں ایک ستارہ نظر پڑا جس پر لکھا تھا: یَا بَدِیْعَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِکْرَامِ۔ ﴾[3]

بشارت(۵): بعض علماء نے ''یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ'' کواسمِ اعظم کہا۔

بشارت(۶): حضورِاقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن صامت رضی اللہ عنہ کو یوں دعا کرتے سنا:

1اس حدیث مبارکہ کوابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

"سنن الترمذي"، كتاب الدعوات، باب ما جاء في جامع الدعوات... إلخ الحديث: ٣٤٨٩، ج٥، ص٢٩١.

و"سنن أبي داود"، كتاب الوتر، باب الدعاء، الحديث: ١٤٩٦، ج٢، ص١١٤.

2یعنی ''اے زمین وآسمانوں کو بے کسی نمونہ کے پیدا فرمانے والے! اے عظمت و بزرگی والے!''۔

3"الترغيب والترهيب"، كتاب الذكر والدعاء، الترغيب في كلمات يستفتح...إلخ، الحديث: ٥، ج٢، ص٣١٨.

و"مسند أبي يعلى"، حديث أبي بصرة الغفاري، الحديث: ٧١٧١، ج٦، ص١٨٨.

و"فتح الباري"، كتاب الدعوات، باب لله مائة اسم غير واحدة، ج١١، ص١٨٨.

اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ بِأَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَا إِلٰـهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا بَدِیْعَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِکْرَامِ یَا حَيُّ یَا قَیُّوْمُ.[1]

فرمایا: ''یہ اللہ کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس سے پکارا جائے، اِجابت کرے اور جب مانگا جائے عطا فرمائے۔''

أخرجه أحمد وابن أبي شيبة والأربعة وابن حبان والحاكم عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه.[2]

بشارت (۷): حدیث میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یوں دعا کی:

1 اے اللہ! میں تجھ سے اس بات کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ سب خوبیاں تجھی کو ہیں کوئی معبود نہیں مگر تو اکیلا، تیرا کوئی شریک نہیں، اے مہربان! اے بہت احسان فرمانے والے! اے آسمانوں اور زمین کو بے کسی نمونہ کے پیدا فرمانے والے! اے عظمت و بزرگی والے! اے آپ زندہ! اے اوروں کو قائم رکھنے والے۔

2 احمد، ابن ابی شیبہ اور اصحاب سننِ اربعہ یعنی ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وابن حبان اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کی تخریج کی۔

''المسند'' للإمام أحمد، الحديث: ۱۳۸۰۰، ج۴، ص۵۲۸.

و''سنن ابن ماجه''، كتاب الدعاء، باب اسم الله الأعظم، الحديث: ۳۸۵۸، ج۴، ص۲۷٦.

و''المستدرك'' للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير... إلخ، الحديث: ۱۸۹۹، ج۲، ص۱۸۱.

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَدْعُوْکَ اللّٰهَ وَأَدْعُوْکَ الرَّحْمٰنَ وَأَدْعُوْکَ الْبَرَّ الرَّحِيْمَ وَأَدْعُوْکَ بِأَسْمَائِکَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ أَنْ تَغْفِرَ لِيْ وَتَرْحَمَنِيْ. (1)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان میں اسم اعظم ہے۔''

رواه ابن ماجه. (2)

بشارت (۸): ابو درداء وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''اسمِ اعظم ''رَبِّ رَبِّ'' ہے۔''

رواه الحاكم. (3)

حدیث میں آیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ ''یَا رَبِّ یَا رَبِّ'' کہتا ہے، رب عزوجل فرماتا ہے: لَبَّيْکَ، ''اے میرے بندے! مانگ کہ تجھے دیا جائے''۔

---

1 یعنی: ''اے اللہ! میں تجھے اللہ، رحمٰن، اور بَرّ رحیم کہہ کر پکارتی ہوں، اور اے اللہ! میں تیرے تمام اسمائے حسنٰی کے وسیلے سے، جو میں جانتی ہوں اور جو نہیں جانتی، تیری بارگاہ میں دعا کرتی ہوں کہ میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

2 اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا۔

"سنن ابن ماجه"، كتاب الدعاء، باب اسم الله الأعظم، الحديث: ٣٨٥٩، ج٤، ص٢٧٨.

3 اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا۔

"المستدرك" للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير... إلخ، الحديث: ١٩٠٣، ج٢، ص١٨٢.

رواه ابن أبي الدنيا عن عائشة رضي اللّٰه تعالٰی عنها.[1]

بشارت(۹): حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ اسمِ اعظم ''**اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ الَّذِيْ لَا إِلٰـهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ**'' ہے۔[2]

بشارت (۱۰):[3] ابو امامہ باہلی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد قاسم بن عبد الرحمٰن شامی کہتے ہیں: اسمِ اعظم ''**اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ**'' (آپ زندہ اوروں کو قائم رکھنے والا) ہے۔[4]

بشارت (۱۱): امام قاضی عیاض نے بعض علماء سے نقل فرمایا: ''اسمِ اعظم کلمۂ توحید ہے۔''[5]

بشارت(۱۲): امام فخر الدین رازی و بعض صوفیاءِ کرام نے کلمۂ ''هُـوَ'' کو اسمِ اعظم بتایا۔[6]

بشارت(۱۳): جُمہور علماء فرماتے ہیں کہ '' اللّٰـه'' اسمِ اعظم ہے۔ کذا عزاه

---

1 اس حدیث کو ابن ابی الدنیا نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔

''الترغيب والترهيب''، كتاب الذكر والدعاء الحديث: ۱۱، ج۲، ص ۳۲۰، (بحوالہ ابن ابی الدنیا).

و''فتح الباري''، باب للّٰه مائة اسم غير واحدة، ج ۱۱، ص۱۸۹، (بحوالہ ابن ابی الدنیا).

2 اللہ، اللہ، اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔

''فتح الباري''، كتاب الدعوات، باب للّٰه مائة اسم غير واحدة، ج ۱۱، ص۱۸۹.

3 بشارت ۱۰ تا ۲۰ شارح یعنی مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی ذکر فرمودہ ہیں۔

4 ''الحصن الحصين'' في بيان اسم اللّٰه تعالٰی الأعظم، ص۳۳.

5 ''فتح الباري''، كتاب الدعوات، باب للّٰه مائة اسم غير واحدة، ج ۱۱، ص۱۸۹.

6 ''الحاوي للفتاوي''، الدر المنظم في الاسم الأعظم، ج۱، ص۴۷۳.

و ''التفسير الكبير'' للرازي، ج۱، ص۱۳۹-۱۴۰، وج۲، ص ۱۵۰-۱۵۲.

إليهم القارئ.(1)

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: شرط یہ ہے کہ تو اللہ کہے اور اس وقت تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو۔(2)

بشارت (۱۴): بعض علماء نے ''**بسم اللّٰہ**'' شریف کو اسمِ اعظم کہا۔

حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول کہ ''**بسم اللّٰہ**'' زبانِ عارف سے ایسی ہے جیسے ''کُنْ'' کلامِ خالق سے۔(3)

بشارت (۱۵): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو ان پانچ کلموں سے ندا کرے اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے اللہ عزوجل عطا فرمائے:

((لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْـمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ)).(4)

بشارت (۱۶): اوپر گزرا کہ جو شخص ''یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ'' تین بار کہے فرشتہ کہتا

---

1 جیسا کہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اسے جُمہور علما کی طرف منسوب کیا۔

''مرقاة المفاتيح'' شرح مقدمة الكتاب، ج ١، ص ٤١.

2 ''بهجة الأسرار''، ذكر فصول من كلامه مرصعاً... إلخ، ص ١٣٥.

3 المرجع السابق.

4 اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ عزوجل سب سے بڑا ہے۔ اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ساری بادشاہت اسی کیلئے ہے اور سب خوبیاں اسی کو، اور وہ تو سب کچھ کرسکتا ہے، اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ عزوجل کی توفیق کے بغیر برائی سے بچنے کی کچھ طاقت نہیں اور نہ ہی نیکی کرنے کی کچھ قوت۔ =

ہے: مانگ کہ ''أَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ'' نے تیری طرف توجہ فرمائی۔ (1)

بشارت (۱۷): پانچ بار ''یَا رَبَّنَا'' کہنے کا فضل امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گزرا۔ (2)

بشارت (۱۸): یہی خاصیت اَسمائے حُسنیٰ کی ہے۔

بشارت (۱۹): نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ''یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ'' (اے عظمت وبزرگی والے!) کہتے سنا، فرمایا: مانگ کہ تیری دعا قبول ہوئی۔ (3)

بشارت (۲۰): ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے: حضور سَیِّدُ الْمُرْسَلِین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جبرائیل میرے پاس کچھ دعائیں لائے اور عرض کی: جب حضور کو کوئی حاجت پیش آئے انہیں پڑھ کر دعا مانگئے:

= "المعجم الكبير" للطبراني، الحديث: ٨٤٩، ج١٩، ص٣٦١.

و"المعجم الأوسط" للطبراني، من اسمه مطلب، الحديث: ٨٦٣٤، ج٦، ص٢٣٨.

و"مجمع الزوائد"، كتاب الأدعية، باب فيما يستفتح به الدعاء ... إلخ، الحديث: ١٧٢٦٤، ج١٠، ص٢٤١.

1 "المستدرك"، كتاب الدعاء والتكبير... إلخ، باب إن لله ملكاً... إلخ، الحديث: ٢٠٤٠، ج٢، ص٢٣٩.

2 جیسا کہ فصل دوم میں ادب نمبر ۲۱ کے تحت گزرا۔

3 "سنن الترمذي"، كتاب الدعوات، باب ماجاء في عقد التسبيح باليد، الحديث: ٣٥٣٨، ج٥، ص٣١٢.

((يَا بَدِيْعَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا صَرِيْخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ يَاغِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ يَا كَاشِفَ السُّوْءِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ يَا إِلٰهَ الْعَالَمِيْنَ بِكَ أُنْزِلَ حَاجَتِيْ وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهَا فَاقْضِهَا)) ﴾.[1]

---

1 اے آسمانوں اور زمین کو بے کسی نمونہ کے پیدا فرمانے والے! اے عظمت و بزرگی والے! اے فریاد رسوں کی فریاد رسی فرمانے والے! اے مدد چاہنے والوں کی مدد فرمانے والے! اے سب آفتوں کو دور فرمانے والے! اے سب سے زیادہ مہربان! اے پریشان حالوں کی دعا قبول فرمانے والے! اے سب جہاں والوں کے معبودِ برحق! تیری ہی طرف سے میری حاجت آئی اور تو ہی اس کو زیادہ جانتا ہے تو تو اس حاجت کو رَوا فرما۔

"المعجم الأوسط"الحديث: ١٤٥، ج١، ص٥٥.

و"مجمع الزوائد"، كتاب الأدعية، باب الأدعية المأثورة عن رسول الله... إلخ، الحديث: ١٧٣٩٦، ج١٠، ص٢٨٤، بألفاظ متقاربة.

لم نعثر على هذا الحديث عن ابن عباس ولكن وجدناه عن حذيفة بن اليمان رضي الله تعالى عنهما.

فصل ششم موانعِ اِجابت میں

قال الرضاء: وہ پندرہ۱۵ ہیں۔ پانچ۵ اِفادۂ حضرت مصنف قُدِّسَ سِرُّہٗ اور دس۱۰ زیادت فقیر حقیر غُفِرَ لَہٗ۔)

اے عزیز! اگر دعا قبول نہ ہو، تو اُسے اپنا قصور سمجھے، خدائے تعالٰی کی شکایت نہ کرے کہ اس کی عطا میں نقصان نہیں، تیری دعا میں نقصان ہے۔ (1)

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

ہرچہ ہست از قامت ناساز وبے اندام ماست
ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست (2)

اے عزیز! دعا چند سبب سے رَد ہوتی ہے:

پہلا سبب: کسی شرط یا ادب کا فوت ہونا اور یہ تیرا قصور ہے، اپنی خطا پر نادم نہ ہونا اور خدا کی شکایت کرنا، نری بے حیائی ہے۔

قال الرضاء: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ایک شخص سفر دراز (طویل سفر) کرے، بال اُلجھے، کپڑے گرد میں اَٹے (میلے کچیلے)، اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے اور یَا رَبِّ! یَا رَبِّ! کہے اور اس کا کھانا حرام سے اور پینا حرام سے اور پہننا حرام سے اور

---

1 یعنی اس مولیٰ کریم عزوجل کی عطا میں کوئی کمی نہیں، کمی تو تیرے دعا کرنے میں ہے۔

2 ع
کسی پر کم نہیں فضل و کرم تیرا مرے مولیٰ
یہ بداعمالیوں کا ہے نتیجہ کہ پریشاں ہوں

پرورش پائی حرام سے، تواس کی دعا کہاں قبول ہو!''[1]

سفر اوراس پریشاں حالی کا ذکر اس لئے فرمایا کہ یہ زیادہ جالبِ رحمت ومُورِثِ اِجابت ہوتے ہیں (یعنی: رحمت کو زیادہ کھینچ لانے والے اور دعا کی قبولیت کا باعث ہوتے ہیں)، بایں ہمہ (اس کے باوجود) جب اُکل وشُرب (کھانا پینا) حرام سے ہے، اُمیدِ اجابت نہیں۔

دوسرا سبب: گناہوں سے تلوُّث (گناہوں میں مبتلا رہنا)۔

قال الرضاء: اگرچہ یہ بھی سببِ اَوّل میں داخل تھا مگر بوجہ مُہتَم بالشان ہونے کے (یعنی زیادہ اہمیت کا حامل ہونے کی وجہ سے) جدا ذکر فرمایا۔

اسی واسطے دعا سے پہلے مظلوموں کے حقوق واپس کرنا اوران سے اپنے قصور بخشوانا اور خدا کے سامنے توبہ واستغفار اور تَرکِ معاصی (گناہوں کے چھوڑنے) پر عزمِ مُصَمَّم (پختہ ارادہ) کرنا لازم ہے۔

کعب احبار سے منقول: زمانۂ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام میں قحط پڑا، آپ بنی اسرائیل کو لے کر تین بار دعا کے واسطے گئے مینہ نہ برسا (یعنی بارش نہ ہوئی)، اللہ عزوجل نے وحی بھیجی: ''اے موسیٰ! میں تیری اور تیرے ساتھ والوں کی دعا قبول نہ کروں گا کہ تم میں ایک نَمَّام (چُغل خور) ہے کہ ایک کا عیب دوسرے سے بیان کرتا ہے۔'' عرض کی: اے رب! وہ کون ہے کہ اس کو ہم اپنے گروہ سے نکال دیں؟ حکم آیا: ''میں تمہیں نمیمی (چغل

---

1 "صحیح مسلم"، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا، الحدیث: ۲۳۰۱، ص۵۰۷.

و"سنن الترمذي"، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ البقرۃ، الحدیث: ۳۰۰۰، ج۴، ص۴۶۴-۴۶۵.

خوری) سے منع کرتا ہوں اور خود ایسا کروں؟'' موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے سب کو توبہ کا حکم کیا بعد توبہ دعا مانگتے ہی مینہ برسا۔[1]

سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: بنی اسرائیل سات برس قحط میں مبتلا رہے یہاں تک کہ مُردوں اور بچوں کو کھانے لگے ہمیشہ پہاڑوں میں نکل جاتے اور عاجزی وتضرّع کے ساتھ دعا مانگتے اور روتے مگر رحمتِ الٰہی انکے حال پر اصلاً توجہ نہ فرماتی یہاں تک کہ ان کے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام پر وحی ہوئی: ''اگر تم میری طرف اس قدر چلو کہ تمہارے گُھٹنے گھس جائیں اور تمہارے ہاتھ آسمان کو لگ جائیں اور تمہاری زبانیں دعا کرتے کرتے گونگی ہو جائیں جب بھی میں تم میں سے کسی دعا مانگنے والے کی دعا قبول نہ کروں اور کسی رونے والے پر رحم نہ فرماؤں، جب تک مظلوموں کو ان کے حقوق واپس نہ کردیں۔'' پس بنی اسرائیل نے مظلوموں کو ان کے حق واپس کیئے، اسی دن مینہ برسا۔[2]

مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: بنی اسرائیل ایام قحط میں مینہ کی دعا کے لئے نکلے، پیغمبر وقت علیہ الصلاۃ والسلام پر وحی ہوئی: ''ان سے کہہ دے کہ تم میری طرف نکلتے ہو ناپاک بدنوں کے ساتھ، اور ہتھیلیاں میری طرف اٹھاتے ہو جن سے تم نے خون ناحق کیئے، اور تم نے اپنے پیٹ حرام مال سے بھرے ہیں اب تم پر میرا غضب سخت ہو گیا اور تم کو سِوا زیادہ مجھ سے دور ہونے کے دعا سے کچھ فائدہ نہ ملے گا۔''[3]

---

1 ''إحياء العلوم''، كتاب الأذكار والدعوات، الباب الثاني، ج ١، ص ٤٠٧.

2 المرجع السابق.

3 المرجع السابق.

یعنی اپنے گناہوں اور نافرمانیوں میں حد سے بڑھنے کے سبب تمہارا حال یہ ہو گیا ہے کہ اب تمہاری دعائیں تمہیں میرے قریب کرنے کے بجائے تمہیں مجھ سے مزید دور کردینگی۔

اور ابو صدیق ناجیؔ سے روایت ہے حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام مینہ کی دعا کے واسطے باہر نکلے ایک چیونٹی کو دیکھا اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے کہتی ہے: ''الٰہی! میں بھی تیری خَلق سے ایک مخلوق ہوں اور ہم کو تیرے رزق سے بے پرواہی نہیں ہوسکتی، پس تو ہم کو اوروں کے گناہوں کے سبب ہلاک نہ کر۔'' سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ دیکھ کر فرمایا: لوٹ چلو کہ اس چیونٹی کی دعا سے مینہ برسے گا۔ (1)

اوزاعیؔ کہتے ہیں: لوگ مینہ کی دعا کے لیے نکلے بلال بن سعد نے خدا کی تعریف وثنا کر کے کہا: اے حاضرین! کیا تم اپنے گناہ پر اقرار نہیں کرتے ہو؟ سب نے کہا: ہم اقرار کرتے ہیں۔ پھر کہا: الٰہی! تو فرماتا ہے: ﴿مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ﴾ (2) اور ہم اپنی گنہگاری پر اقرار کرتے ہیں پس مغفرت تیری ہماری امثال کے واسطے ہے (ہم جیسے لوگوں کیلئے ہی ہے) الٰہی! ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور ہم کو پانی دے، پھر اپنے ہاتھ اٹھائے اور مینہ برسا۔ (3)

کسی نے مالک بن دینار سے کہا: مینہ کے لئے دعا کیجئے، فرمایا: ''تم مینہ برسنے میں دیر سمجھتے ہو اور میں پتھر برسنے میں''، یعنی: تم سمجھتے ہو کہ مینہ برسنے میں دیر ہوگئی اور میں کہتا ہوں یہ خدا کی رحمت ہے کہ پتھر نہیں پڑتے۔ (4)

تیسرا سبب: اِستِغنائے مولیٰ۔ وہ حاکم ہے محکوم نہیں، غالب ہے مغلوب نہیں،

---

1 "إحياء العلوم"، كتاب الأذكار والدعوات، الباب الثاني، ج ١، ص ٤٠٧.

2 ترجمۂ کنز الایمان: ''نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں۔'' (پ ١٠، التوبة: ٩١)

3 "إحياء العلوم"، كتاب الأذكار والدعوات، الباب الثاني، ج ١، ص ٤٠٧.

4 المرجع السابق.

مالک ہے تابع نہیں، اگر تیری دعا قبول نہ فرمائی تجھے ناخوشی اور غصے، شکایت اور شکوے کی مجال کب ہے، جب خاصوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ جب چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں جب چاہتے منع فرماتے ہیں تو تُو کس شمار میں ہے کہ اپنی مراد پر اِصرار کرتا ہے!۔[1]

﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰـكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[2].

قال الرضاء: اس کا اِستغناء حق، اس کا وعدہ حق، اس کی بات تمام، اس کی رحمت عام، دعا کہ شرائط وآداب کی جامع ہو، حصولِ مسئول ہی کے ساتھ قبول ہونا ضرور نہیں، دفعِ بَلا ہے، ثوابِ عقبیٰ ہے، جیسا کہ آتا ہے اور بایں ہمہ اس پر کچھ واجب نہیں۔[3]

1 یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز سے غنی ہے ہر خوبی وصفت اسی کے واسطے ہے وہ جو چاہے کرے کسی کو مجالِ اُف تک نہیں ہے اس کا تو اپنے نیک بندوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ جب چاہتا ہے ان کو دیتا ہے اور جب چاہتا ہے ان کو اس چیز کی طلب سے منع فرما دیتا ہے تو اگر اس نے تیری دعا قبول نہیں فرمائی تو تیری کیا مجال کہ تو ناخوشی کا اظہار کرے یا اسکی بارگاہ میں شکوے شکایت کرتے ہوئے بار بار اُسی چیز کے حصول کی دعا مانگے!۔

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔''

(پ ۱۲، یوسف: ۲۱)

3 وہ بے نیاز ہے، اس کا وعدہ سچا ہے، اس کی بات ہو کر رہتی ہے، اس کی رحمت سب کو شامل ہے چنانچہ اگر دعا میں شرائط وآداب کا مکمل خیال ولحاظ رکھ بھی لیا جائے تو یہ بات ضروری نہیں کہ جو چیز دعا میں مانگی جارہی ہے وہی چیز حاصل بھی ہوجائے، ہوسکتا ہے کہ اس پر کوئی بلا ومصیبت آنے والی تھی جو اس دعا کی وجہ سے ٹل گئی ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اس دعا کے سبب اسکے ہاتھ نیکیوں کا ایسا بے بہا خزانہ آیا ہو جو آخرت میں کام آئے بہرحال اگر بیان کردہ دونوں صورتیں نہ بھی ہوں تو وہ رب عزوجل قادر مطلق ہے جو چاہے کرے اس پر کسی کا زور نہیں اور نہ ہی اس پر کچھ دینا واجب ولازم۔

﴿یَفۡعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ﴾[1] ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ﴾[2]. نہ اس کے غنائے مطلق میں کوئی شک ﴿اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ﴾[3] نہ اس کے کسی وعدے یا وعید میں فرق آنا ممکن، ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ﴾[4] ﴿مَا یُبَدَّلُ الۡقَوۡلُ لَدَیَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ﴾[5] آہ......! آہ......! آہ......!

جگر خوں میشود زیں یاد مارا
زاستغنائے حق فریاد مارا[6]

لا ملجأ من اللّٰہ إلا إليه وحسبنا اللّٰہ ونعم الوكيل وصلّى اللّٰہ تعالٰى على النبي الرحمة المُهْدَة أقرب وسيلة إلى اللّٰہ وآله وصحبه بالتبجيل.[7]

---

1 ترجمۂ کنزالایمان: ''اللہ جو چاہے کرے۔'' (پ ۱۳، إبراهيم: ۲۷)

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''بے شک اللہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔'' (پ ٦، المائدة: ۱)

3 ترجمۂ کنزالایمان: ''بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے، سب خوبیوں سراہا۔'' (پ ۲۱، لقمان: ۲٦)

4 ترجمۂ کنزالایمان: ''بے شک اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا۔'' (پ ۱۳، الرعد: ۳۱)

5 ترجمۂ کنزالایمان: ''میرے یہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں۔''

(پ ۲٦، ق: ۲۹)

6 یعنی اسکی یاد سے ہمارا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تو بھی ہمیں اسی بے نیاز سے فریاد ہے۔

7 کوئی پناہ نہیں سوائے اللہ عزوجل کے اور اللہ عزوجل ہم کو بس ہے اور کیا ہی اچھا کارساز! اور اللہ تعالٰی رحمت و نرمی والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تمام آل واصحاب پر رحمت نازل فرمائے جو اسکی طرف ہمارے سب سے قریبی وسیلہ ہیں۔

چوتھا سبب: حکمتِ الٰہی ہے کہ کبھی تو براہِ نادانی کوئی چیز اس سے طلب کرتا ہے اور وہ براہِ مہربانی تیری دعا کو اس سبب سے کہ تیرے حق میں مضر ہے، رد فرماتا ہے، مثلاً: تو جویائے سیم وزر ہے اور اس میں تیرے ایمان کا خطر ہے یا تو خواہانِ تندرستی وعافیت ہے اور وہ علمِ خدا میں موجب نقصانِ عاقبت ہے، ایسا رد، قبول سے بہتر۔ ﴿عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ﴾ (1) پر نظر کر اور اس رد کا شکر بجالا۔ (2)

پانچواں سبب: کبھی دعا کے بدلے ثوابِ آخرت دینا منظور ہوتا ہے، تو حُطامِ دنیا (دنیوی ساز وسامان) طلب کرتا ہے اور پروردگار نفائسِ آخرت (آخرت کی عمدہ چیزیں) تیرے لیے ذخیرہ فرماتا ہے، یہ جائے شکر ہے (شکر کا مقام ہے) نہ (کہ) مقامِ شکایت۔

قال الرضاء:

سبب ٦ تا سبب ١١: حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''تین شخص ہیں کہ تیرا رب ان کی دعا نہیں قبول کرتا:

ایک وہ کہ ویرانے مکان میں اترے۔

دوسرا وہ مسافر کہ سرِ راہ مقام کرے یعنی سڑک سے بچ کر نہ ٹھہرے، بلکہ خاص

---

1 ترجمۂ کنز الایمان: ''قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔''

(پ ٢، البقرۃ: ٢١٦)

2 بعض اوقات دعا قبول نہ ہونے میں حکمت خداوندی یہ ہوتی ہے کہ تو جو مانگ رہا ہے وہ تیرے لئے نقصان دہ ہے مثلاً: تو مال ودولت مانگتا ہے لیکن وہ تیرے ایمان کے لیے خطرناک ہے، تو صحت وعافیت کا سوال کرتا ہے لیکن اس میں تیری آخرت کا نقصان ہے، ایسی دعا کا قبول نہ ہونا ہی بہتر ہے تو ایسی دعا کے رَد پر تجھے چاہئے کہ شکرِ خداوندی بجالا۔

راستے ہی پر نزول کرے (یعنی اترے)۔

تیسرا وہ جس نے خود اپنا جانور چھوڑ دیا، اب خدا سے دعا کرتا ہے کہ اسے روک دے۔''

أخرجه الطبراني في ''الكبير'' عن عبد الرحمن بن عائذ رضي الله تعالٰی عنه **بسند حسن.** (1)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: ''تین شخص اللہ تعالٰی سے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا قبول نہیں ہوتی:

ایک وہ جس کے نکاح میں کوئی بدخُلُق (بداخلاق) عورت ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے۔

دوسرا وہ جس کا کسی پر کچھ آتا تھا اور اس کے گواہ نہ کر لیے۔

تیسرا وہ جس نے سَفِیْہ بے عقل کو مال سپرد کر دیا حالانکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: سفیہوں (بیوقوفوں) کو اپنے مال نہ دو۔''

أخرجه الحاكم عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالٰى عنه **بسند نظيف.** (2)

---

1 اس حدیث کو طبرانی نے ''معجم کبیر'' میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عائذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

''مجمع الزوائد''، كتاب الحجّ، باب أدب السفر، الحديث: ٥٢٩٧، ج٣، ص٤٨٨، (بحوالہ طبرانی).

2 اس حدیث کو حاکم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ نظیف کے ساتھ روایت کیا۔

''المستدرك''، تفسير سورة النساء، باب: ثلاثة يدعون الله فلا يستجاب لهم، الحديث: ٣٢٣٥، ج٣، ص٢٣.

تو یہ چھ۶ ہوئے جن کی نسبت تصریح فرمائی کہ انکی دعا قبول نہیں ہوتی۔

أقول وباللّٰه التوفیق: مگر ظاہراً اس سے مراد یہی کہ اس خاص مادے میں انکی دعا نہ سنی جائے گی نہ یہ کہ جو ایسا کرے مطلقاً اس کی کوئی دعا کسی امر میں قبول نہ ہو اور ان اُمور میں عدمِ قبول کا سبب ظاہر کہ یہ کام خود اپنے ہاتھوں کے کئے ہیں۔

ویرانے مکان میں اترنے والا اس کی مُضَرَّتوں (نقصانات) سے آگاہ ہے، پھر اگر وہاں چوری ہو یا کوئی لوٹ لے یا جِنّ ایذا پہنچائیں تو یہ باتیں خود اس کی قبول کی ہوئی ہیں، اب کیوں ان کے رفع کی دعا کرتا ہے!۔

یونہی جب راستے پر قیام کیا تو ہر قسم کے لوگ گزریں گے، اب اگر چوری ہو جائے، یا ہاتھی گھوڑے کے پاؤں سے کچھ نقصان، رات کو سانپ وغیرہ سے ایذا پہنچے اس کا اپنا کیا ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''شب کو سرِ راہ نہ اترو (یعنی رات کو راستے میں پڑاؤ نہ ڈالو) کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جسے چاہے راہ پر پھیلنے کی اجازت دیتا ہے۔''(1)

اور جانور کو خود چھوڑ کر اس کے حَبْس (یعنی اس پر قابو پانے) کی دعا تو ظاہر حماقت ہے کیا واحد قہار کو آزماتا یا معاذ اللہ اسے اپنا محکوم ٹھہراتا ہے!۔

سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلاۃ والسلام سے کسی نے کہا: اگر خدا کی قدرت پر بھروسہ ہے اپنے آپ کو اس پہاڑ سے نیچے گرا دو، فرمایا: ''میں اپنے رب کو آزماتا

---

1 ''کنز العمال''، کتاب المواعظ والرقائق... إلخ، الحدیث: ٤٣٧٩٧، الجزء السادس عشر، ج٨، ص ١٤، (بحوالہ طبرانی).

نہیں۔‘‘(1)

اورعورت کی نسبت صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے، اس کی کجی ہرگز نہ جائے گی، سیدھا کرنا چاہو تو ٹوٹ جائے گی اوراس کا ٹوٹنا یہ ہے کہ طلاق دے دی جائے۔(2) پس یا تو آدمی اس کی کجی پر صبر کرے یا طلاق دیدے کہ نہ طلاق دیتا نہ صبر کرتا بلکہ بددعا دیتا ہے، قابل قبول نہیں۔

یونہی جب گواہ نہ کئے خود اپنا مال مہلکہ (ہلاکت) میں ڈالا اور سَفِیہ (بے وقوف) کو دینا بربادی کے لیے پیش کرنا ہے۔ پھر دانستہ، مواقع مضرت (نقصاندہ جگہوں) میں پڑ کر خَلَاص (چھٹکارا) مانگنا حماقت ہے۔

خلاصہ یہ ہے: ’’خویشتن کردہ را علاجے نیست‘‘(3) **فقیر** کے خیال میں ظاہراً معنیٔ احادیث یہ ہیں، **وَاللّٰہُ تَعَالٰی أَعْلَمُ**.

فقیر نے اس تحریر کے چندروز بعد ’’اَلْأَشْبَاہُ وَالنَّظَائِرُ‘‘ میں دیکھا کہ فوائد شتّٰی میں ’’مُحِیط‘‘ کی کِتَابُ الْحَجْرِ سے یہ پچھلے تین شخص نقل کئے کہ ان کی دعا قبول نہیں ہوتی۔(4)

---

1 ’’فیض القدیر‘‘، ج۳، ص۳۹۲، تحت الحدیث: ۳٤٤٥.

2 ’’صحیح مسلم‘‘، کتاب الرضاع، باب الوصیة بالنساء، الحدیث:۱٤٦۸، ص۷۷٥.

3 ع نہیں علاج خود کردہ کارسازی کا

4 ’’الأشباہ والنظائر‘‘، الفن الثالث، فائدۃ: ثلاثة لا یستجاب دعاء ھم، ص۳۳۸.

علامہ حموی نے ''غَـمْـزُ الْـعُيُوْنِ وَالْبَصَائِر ''[1] میں ''أَحْـكَـامُ الْقُرْآن'' امام ابوبکر جصاص سے نقل کیا کہ ضحاک نے اپنے دَین[2] پر گواہ نہ کرنے والے کی نسبت کہا:

إن ذهب حقّه لم يؤجر وإن دعا عليه لم يجب؛ لأنّه ترك حقّ اللّٰه تعالٰی وأمره.[3]

یعنی: ''اگر اس کا حق مارا جائے تو کچھ اجر نہ پائے اور اگر مدیون پر بددعا کرے تو قبول نہ ہو کہ اس نے اللہ عزوجل کا حق چھوڑا اور اس کے امر کا خلاف کیا۔''

یعنی: **قوله تعالٰی:** ﴿وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ﴾[4] یہ تعلیل بحمد اللہ تعالٰی اس معنی کی مؤید (یعنی: تائید کرتی) ہے جو فقیر نے سمجھے، یعنی ان کی دعا مقبول نہ ہونا خاص اسی مادّے (بارے) میں ہے۔

سبب ۱۲، ۱۳، ۱۴: اسی ''غَـمْـزُ الْعُيُوْن'' میں ''كِتَابُ الْـمُحَاضَرَات'' ابویحیٰ زکریا مراغی سے نقل کیا: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالٰی چھ

---

1 أي: غمز عيون البصائر وهو مشهور بيننا.

2 **دَین کی تعریف:** جو چیز واجب فی الذمہ ہو کسی عقد مثلاً: بیع یا اجارہ کی وجہ سے یا کسی چیز کے ہلاک کرنے سے اس کے ذمہ تاوان واجب ہوا یا قرض کی وجہ سے واجب ہوا اِن سب کو دین کہتے ہیں دین کی ایک خاص صورت کا نام قرض ہے جس کو لوگ دست گرداں کہتے ہیں، ہر دین کو آج کل لوگ قرض بولا کرتے ہیں یہ فقہ کی اصطلاح کے خلاف ہے۔

(''بہارِ شریعت''، حصہ یازدہم، مبیع اور ثمن میں تصرف کا بیان، ج۲، ص۷۵۲)

3 ''غمز عيون البصائر''، الفن الثالث، فائدة: ثلاثة لا يستجاب دعاء هم، ج۳، ص۲۵۳.

4 ترجمۂ کنز الایمان: ''اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ کرلو۔'' (پ۳، البقرة: ۲۸۲)

شخصوں کی دعا قبول نہیں فرماتا۔ تین تو یہی پچھلے ذکر فرمائے،

اور **ایک** وہ جو اپنے گھر میں منہ پھیلائے بیٹھا رہے کہ اے رب میرے! مجھے روزی دے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: کیا میں نے تجھے رزق ڈھونڈنے کا حکم نہ دیا؟ تو نے میرا اِرشاد نہ سنا: ﴿فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ ''پھیل جاؤ زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا۔'' (پ ۲۸، الجمعة: ۱۰)

دوسرا وہ جس نے اپنا مال فضول خرچیوں میں کھو دیا، اب کہتا ہے: اے رب! مجھے اور دے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا میں نے تجھے میانہ روی کا حکم نہ دیا تھا؟ کیا تو نے میرا اِرشاد نہ سنا تھا؟ ﴿وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾(1)

تیسرا وہ کہ ایسے لوگوں میں مقیم رہے جو اسے ایذا دیتے ہیں اور دعا کرے: اے رب میرے! مجھے ان کے شر سے کفایت کر، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا میں نے تجھے ہجرت کا حکم نہ دیا؟ کیا میرا اِرشاد نہ سنا: ﴿اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا(2)﴾۔(3)

یہ تقریر بھی بحمد اللہ اس معنیٔ فقیر کی مؤید ہے۔

---

1 ترجمۂ کنز الایمان: ''اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔'' (پ ۱۹، الفرقان: ٦٧)

2 ترجمۂ کنز الایمان: ''کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔''

(پ ٥، النسآء: ۹۷)

3 ''غمز عیون البصائر''، الفن الثالث، فائدة: ثلاثة لا یستجاب دعاء هم، ج۳، ص۲۵۳.

أقول: اس تقدیر پر اور بہت لوگ ایسے نکل سکتے ہیں جو خود کردہ کا علاج ڈھونڈتے ہوں مثلاً: جو بغیر[1] کسی سخت مجبوری کے رات کو ایسے وقت گھر سے باہر نکلے کہ لوگ سو گئے ہوں پاؤں کی پہچل (پاؤں کی آہٹ/آواز) راستوں سے موقوف ہوگئی ہو۔ صحیح حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی کہ اس وقت بلائیں منتشر ہوتی ہیں۔(1)

یا رات[2] کو دروازہ کھلا چھوڑ دے یا بغیر[3] **بِسْمِ اللّٰهِ** کہے بند کرے کہ شیطان اسے کھول سکتا ہے اور جب **بِسْمِ اللّٰهِ** کہہ کر دہنا پاؤں مکان میں رکھے تو شیطان کہ ساتھ آیا تھا باہر رہ جاتا ہے اور جب **بِسْمِ اللّٰهِ** کہہ کر دروازہ بند کرے تو اس کے کھولنے پر قدرت نہیں پاتا۔

یا کھانے[4]، پانی کے برتن **بِسْمِ اللّٰهِ** کہہ کر نہ ڈھانکے کہ بلائیں اترتی اور خراب کر دیتی ہیں، پھر وہ طعام وشراب (کھانا وپانی) بیماریاں لاتے ہیں۔(2)

یا بچے[5] کو مغرب کے وقت گھر سے باہر نکالے کہ اس وقت شیاطین منتشر ہوتے ہیں۔(3)

---

1 "المعجم الأوسط" للطبراني، الحديث: ١٣٤٥، ج١، ص٣٦٩.

و"مسند أبي يعلى"، الحديث: ٢٣٢٣، ج٢، ص٣٦٦.

2 "صحيح البخاري" كتاب الأشربة، باب تغطية الإناء، الحديث: ٥٦٢٣، ج٣، ص٥٩١.

و"صحيح مسلم"، كتاب الأشربة، باب الأمر بتغطية الإناء... إلخ، الحديث:٢٠١٢، ص١١١٤.

3 "المعجم الكبير" للطبراني، الحديث: ١١٠٩٤، ج١١، ص٦٣.

یا کھانے[6] سے بے ہاتھ دھوئے سو رہے کہ شیطان چاٹتا اور معاذ اللہ بَرَص[1] کا باعث ہوتا ہے[2]

یا غسل[7] خانے میں پیشاب کرے کہ اس سے وسوسہ پیدا ہوتا ہے[3]

یا چھجے[8] کے قریب سوئے اور چھت پر روک (باؤنڈری) نہ ہو کہ گر پڑنے کا احتمال ہے۔[4]

---

1 برص: ایک مرض کا نام جس میں فسادِ خون سے جسم پر سفید دھبّے پڑ جاتے ہیں۔

(''اردو لغت''، ج۲، ص۱۰۲۰)

2 "المستدرك"، كتاب الأطعمة، باب لا يمسح أحدكم يده...إلخ، الحديث: ٧٢٠٩، ج٥، ص١٦٢.

و"سنن الترمذي"، كتاب الأطعمة، باب ما جاء في كراهية البيتوتة... إلخ، الحديث: ١٨٦٦، ج٣، ص٣٤٠.

و"المعجم الكبير" للطبراني، الحديث: ٥٤٣٥، ج٦، ص٣٥.

و"المرقاة"، ج٨، ص٥٠.

3 "سنن ابن ماجه"، كتاب الطهارة، باب كراهة البول في المغتسل، الحديث: ٣٠٤، ج١، ص١٩٤.

و"سنن النسائي"، كتاب الطهارة، باب كراهة البول في المستحم، الحديث:٣٦، ص١٤.

4 "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في النوم على سطح غير محجر، الحديث:٥٠٤١، ج٤، ص٤٠٣.

و"المرقاة"، تحت الحديث: ٤٧٢٠، ج٨، ص٤٨٧-٤٨٨.

یا عورت۹ سے ہمبستری کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ نہ کہے کہ شیطان شریک ہوجاتا اور اپنا عضو اس کے عضو کے ساتھ داخل کرتا ہے[1] جس کے باعث بچہ انسان وشیطان دونوں کے نطفے سے بنتا اور پھر بُرا تُخم (خراب بیج) بُرا ہی پھل لاتا ہے[2]

یا کھانا بغیر بِسْمِ اللّٰهِ کے کھائے[3] کہ شیطان ساتھ کھاتا اور جو طعام چند مسلمانوں کو بس کرتا (کافی ہوتا) ایک ہی کے کھانے میں فنا (ختم) ہوجاتا ہے۔[4]

یا زمین۱۱ کے سوراخوں میں پیشاب کرے کہ کبھی سانپ وغیرہ جانوروں کا گھر یا جِنّ کا مکان ہوتا اور انسان ایذا پاتا ہے[5]

---

1 "فتح الباري"، تحت الحديث: ٥١٦٥، كتاب النكاح، ج٩، ص١٩٦.

2 ہمبستری کے وقت بسم اللہ شریف پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ ستر کھولنے سے پہلے ہی پڑھ لے کہ کھلے ستر پڑھنا جائز نہیں، یہی احتیاط استنجاء خانہ جاتے وقت بھی ملحوظ رکھیں کہ استنجاء خانے سے باہر ہی بسم اللہ شریف اور دعا پڑھ لی جائے۔

3 حدیث پاک میں وارد کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اگر بھول جائے اور درمیان میں یاد آئے تو یوں کہے: ((بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ)) ''اللہ کے نام سے کھانے کی ابتداء اور انتہاء۔''

"سنن أبي داود"، كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام، الحديث: ٣٧٦٧، ج٣، ص٤٨٧.

نوٹ! یہاں جہاں کہیں بھی بسم اللہ شریف پڑھنے کا ذکر ہے اس سے پوری ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' مراد ہے۔

4 "سنن أبي داود"، كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام، الحديث: ٣٧٦٦، ج٣، ص٤٨٧.

5 "سنن النسائى"، كتاب الطهارة، باب كراهية البول فى الجحر، الحديث: ٣٤، ص١٤.

و"مشكاة المصابيح"، كتاب الطهارة، الحديث: ٣٥٤، ج١، ص٨٤.

و"المرقاة"، تحت الحديث: ٣٥٤، ج٢، ص٧٢.

یا اپنی[۲] خواہ اپنے دوست کی کوئی چیز پسند آئے تو اس پر دفعِ نظر کی دعا: ''اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلَیْہِ وَلَا تَضُرَّہٗ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ''[1] نہ پڑھے کہ نظر حق ہے[2] مرد کو قبر اور اونٹ کو دیگ میں داخل کر دیتی ہے،[3]

یا تنہا[۳] سفر کرے کہ فُسّاق اِنس وجِنّ سے مُضَرَّت (تکلیف) پہنچتی ہے اور ہر کام میں دِقّت پڑتی ہے۔

یا ہنگامِ جماع[۴] (ہم بستری کے وقت) شرمگاہِ زن (عورت کی شرمگاہ) کی طرف نگاہ کرے کہ معاذ اللہ! اپنے یا بچے یا دل کے اندھے ہونے کا باعث ہے۔[4]

یا اس وقت[۵] باتیں کرے کہ بچے کے گونگے ہونے کا احتمال ہے۔[5]

---

1 اے اللہ عزوجل! اس پر برکت نازل فرما، اور اسے ضرر نہ پہنچے جو کچھ اللہ عزوجل نے چاہا سو وہی تو ہوا، اللہ عزوجل کی تائید کے بغیر نیکی پر کچھ قدرت نہیں۔

"مجمع الزوائد"، كتاب الطب، باب ما يقول إذا رأى ما يعجبه، الحديث: ۸٤۳۲، ج٥، ص۱۸۷.

و"عمل اليوم والليلة"، الحديث: ۲۰۷۔۲۰۸، ص۷۲، بألفاظ متقاربة.

2 "صحيح البخاري"، كتاب الطب، باب: العين حق، الحديث: ٥٧٤٠، ج٤، ص۳۲.

3 "حلية الأولياء"، الحديث: ۹۷۸۰، ج۷، ص۹٦.

4 "فيض القدير"، الحديث: ٥٥٢-٥٥١، ج۱، ص٤۱۹.

و"الكامل في ضعفاءِ الرجال"، ج۲، ص۲٦٥.

5 "كنز العمال"، كتاب النكاح، الحديث: ٤٤٨۹۳، الجزء السادس عشر، ج۸، ص۱٥۱.

و"التيسير" شرح "الجامع الصغير"، ج۱، ص۱۷٦.

یا کھڑے کھڑے^١٦ پانی پیا کرے[1] کہ دردِ جگر کا مُورِث (باعث) ہے

یا پاخانے^١٧ میں بغیر بِسْمِ اللّٰہِ کہے جائے کہ خبائث سے مضرت (یعنی خبیث جِنّات وغیرہ سے نقصان پہنچنے) کا اندیشہ ہے[2]

یا فاسقوں^١٨، فاجروں، بدوضعوں، بدمذہبوں کے پاس نشست برخاست کرے کہ اگر بالفرض صحبتِ بد کے اثر سے بچا تو مُتَّهَم ضرور ہو جائے گا۔

یا لوگوں^١٩ کے راستوں میں خواہ ان کی نشست برخاست کی جگہ پاخانہ پیشاب کرے[3] کہ آپ ہی گالیاں کھائے گا۔

یا سفر^٢٠ سے پلٹ کر بغیر اطلاع کئے رات کو اپنے گھر میں چلا آئے[4] کہ مکروہ

1"صحيح مسلم"، كتاب الأشربة، باب في الشرب قائماً، الحديث: ٢٠٢٤-٢٠٢٦، ص١١١٩.

2"المصنف" لابن أبي شيبة، كتاب الطهارات، باب ما يقول الرجل إذا دخل الخلاء، الحديث: ٥، ج١، ص١١.

3"سنن ابن ماجه" كتاب الطهارة، باب النهي عن الخلاء على قارعة الطريق، الحديث: ٣٢٨، ج١، ص٢٠٨.

و"المستدرك"، كتاب الطهارة، الحديث: ٦١١، ج١، ص٣٩٦.

و"المسند" لأحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن العباس... إلخ، الحديث: ٢٧١٥، ج١، ص٦٤٠.

4"صحيح البخاري"، كتاب النكاح، الحديث: ٥٢٤٦، باب طلب الولد، ج٣، ص٤٧٦.

و"صحيح مسلم"، كتاب الإمارة، باب كراهة الطروق... إلخ، الحديث: ٧١٥، ص١٠٦٤.

دیکھنے کا احتمال ہے۔[1]

یہ سب اُمورحدیثوں میں ماثور(وارد)اوراسی قسم کے اورصدہا آداب احادیث میں مذکوراورکتب آئمہ وعلماء میں مسطور(ائمۂ دین وعلما کی کتابوں میں مذکور ہیں)جن کی شرح کے لئے مجلدات(یعنی کئی جلدیں)بھی کافی نہیں۔

بر بنائے تقریر مذکوران سب صورتوں میں کہہ سکتے ہیں کہ ان خاص مادّوں میں ان لوگوں کی دعا قبول نہ ہوگی کہ انہوں نے خودخلافِ حکم شرع کر کے مواقع مضرّ ت میں قدم رکھااورخادمِ حدیث جانتا ہے کہ اکثر حدیث میں بعض باتوں کا تذکرہ اوران کے ذکر سے ان کے ہزاراَمثال کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔**ھذا ما عندي واللّٰہ تعالٰی أعلم**(جوکچھ بیان ہوایہ میرے نزدیک ہےاوراللہ عزوجل سب سے بہتر جاننے والا ہے۔)

سبب۱۵: أَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھْيٌ عَنِ الْمُنْکَرِ نہ کرنا(یعنی نیکی کاحکم نہ کرنااور برائی سے نہ روکنا)۔

یعنی کسی جماعت میں کچھ لوگ اللہ عزوجل کی نافرمانی کرتے ہوں دوسرے خاموش رہیں اورحتی المقدورانہیں باز نہ رکھیں منع نہ کریں کہ ہرایک کے اعمال اس کے ساتھ ہیں ہمیں روکنے،منع کرنے سے کیاغرض،تو جوبَلا آئے گی اس میں نیکوں کی دعا بھی نہ سنی جائے گی کہ یہ خود نہی وامر چھوڑ کرتارکِ فرائض تھے۔

---

1 یعنی ہوسکتا ہے کہ اس کے گھر والے ایسی حالت میں ہوں کہ اسے ناپسند ہے اورانہیں ایسی حالت میں دیکھ کراسے دکھ وتکلیف پہنچے۔

نوٹ: آدابِ سفر جاننے کیلئے''بہارِشریعت''،سولھواں حصہ،صفحہ۲۹۱ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کا مطالعہ فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''یا تو تم أَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَر کرو گے یا اللہ تعالٰی تم پر تمہارے بدوں کو مسلط کردے گا، پھر تمہارے نیک دعا کریں گے تو قبول نہ ہوگی۔''

أخرجه البزار والطبراني في ''الأوسط'' عن أبي هريرة رضي الله تعالٰى عنه بسند حسن.[1]

تنبیہ:

أقول: کسی صورت میں دعا قبول نہ ہونا یقینی قطعی نہیں، نہ اس سے یہ مراد کہ ایسی حالتوں میں دعا کو محض فضول ونامقبول جان کر باز رہیں، حاشا! (ہرگز ایسا نہیں بلکہ) دعا سلاحِ اہلِ ایمان ہے (یعنی دعا ایمان والوں کا ہتھیار ہے)، دعا جالبِ امن وامان ہے (یعنی دعا امن وامان لانے والی ہے)، دعا نورِ زمین وآسمان ہے، دعا باعث رِضائے رحمٰن ہے، بلکہ مقصود ان اُمور سے روکنا ہے کہ یہ دعا واجابت میں حجاب اوراثر کے لئے سدِّ باب ہوتے ہیں، تو ان سے بچنا لازم اور جس سے واقع ہو لئے اگر ہَنُوز (ابھی تک) موجود ہیں تو ان کا اِزالہ ضرور، جیسے: مالِ حرام کہ جس سے لیا ہے واپس دے وہ نہ رہا اس کے وارث کو دے یا ان سے معاف کرائے، کوئی نہ ملے تو صدقہ کردے اور جو گزر چکے توبہ واستغفار اور آئندہ کے لیے ترکِ اصرار کا عزمِ صحیح کرے، اس کی برکت ان کی نحوست کو زائل کردے گی اور دُعا بِإِذْنِہٖ تَعَالٰی اپنا اثر دے گی۔ وبالله التوفيق.

---

[1] اس حدیث کو بزار نے اور طبرانی نے ''المعجم الأوسط'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔

''المعجم الأوسط'' للطبراني، الحديث: ١٣٧٩، ج ١، ص ٣٧٧.

فصل ہفتم کن کن باتوں کی دعا نہ کرنی چاہیے؟

قال الرضاء: اس میں پندرہ۱۵ مسئلے ہیں، بارہ۱۲ ارشادِ حضرت مُصَنِّف عَلّام اور تین مُلحَقاتِ فقیر مُستَہام[1]۔

مسئلہ اُولیٰ: دعا میں حد سے نہ بڑھے، مثلاً: انبیاء علیھم الصلاۃ والسلام کا مرتبہ مانگنا یا آسمان پر چڑھنے کی تمنا کرنا، اسی طرح جو چیزیں مُحال[2] (ناممکن) یا قریب بہ محال ہیں نہ مانگے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾[3].

قال الرضاء: ''دُرِّ مختار'' وغیرہ میں اسی قبیل سے گنا: ہمیشہ کے لئے تندرستی وعافیت مانگنا کہ آدمی کا عمر بھر کبھی کسی طرح کی تکلیف میں نہ پڑنا بھی محال عادی[4] ہے۔[5]

أقول: مگر حدیث شریف میں ہے:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ الْعَافِيَةَ وَتَمَامَ الْعَافِيَةِ وَدَوَامَ الْعَافِيَةِ)).

---

1 یعنی حضرتِ مصنِّف علیہ الرحمہ کے بارہ ارشادات کے ساتھ اس فقیر کی تین گزارشات۔

2 محال: جس کا وجود بداہۃً متصوَّر نہ ہو جیسے جسم کا حرکت وسکون سے عاری ہونا یا نظری طور پر غیر متصور ہو جیسا کہ شریکِ باری تعالیٰ کا وجود۔ (''المعتقد المنتقد'' (مترجم)، ص ٣٤)

محال کی تین قسمیں ہیں: (۱) محالِ عقلی (۲) محالِ شرعی (۳) محالِ عادی

اس بارے میں مزید تفصیل کیلئے ''المعتقد المنتقد'' ملاحظہ فرمائیں۔

3 ترجمۂ کنز الایمان: ''اللہ پسند نہیں رکھتا حد سے بڑھنے والوں کو۔'' (پ: ٢، البقرة: ١٩٠)

4 محال عادی سے مراد یہ ہے کہ عموماً یا عادتاً ایسا ہوتا نہ ہو مگر اس کا ہونا ناممکن بھی نہ ہو، کبھی کسی حکمت کے تحت ہو بھی سکتا ہو، مثلاً کسی شخص کا ہمیشہ کیلئے صحت مند رہنا بیمار نہ پڑنا۔

5 ''الدرّ المختار''، كتاب الصلاة، ج٢، ص٢٨٧.

''اِلٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں عافیت اور عافیت کی تمامی اور عافیت کی ہمیشگی۔ ''(1)

مگر یہ کہ ''تَمَامَ الْعَافِیَۃِ'' سے دین ودنیاوروح وجسم کی عافیت ہر بلا سے مراد ہو جو حقیقۃً بَلا ہے، یا نا قابلِ برداشت اگرچہ بنظر اجر وجزا، نعمت وعطا ہے۔(2) دِین میں عقیدۃً وعملاً کسی قسم کا نَقص مطلقاً بَلا ہے اور روح پر غم وفکرِ عُقبیٰ کے سوا (آخرت کی فکر کے علاوہ) اور ہر غم وپریشانی مطلقاً رنج وعَنا ہے (یعنی رنج وتکلیف ہے) اور جسم کے حق میں کبھی کبھی ہلکا بخار، زکام، دردِ سر اوران کے مثل ہلکے امراض بَلا نہیں نعمت ہیں بلکہ ان کا نہ ہونا بَلا ہے مردانِ خدا پر اگر چالیس دن گزریں کہ کوئی عِلّت وقِلّت نہ پہنچے (یعنی بیماری وپریشانی نہ آئے) تو اِستغفار واِنابت فرماتے ہیں (یعنی توبہ کرتے اور رجوع لاتے ہیں) کہ مَبادا باگ ڈھیلی نہ کردی گئی ہو (یعنی خدانخواستہ توجہ نہ ہٹالی گئی ہو)۔ ہاں! سخت امراض مثل جُنون وجُذام

---

1 "جامع الأحاديث" للسيوطي، المسانيد والمراسيل، مسند علي بن أبي طالب، الحديث: ٦٠٢٨، ج١٥، ص٣٤٣.

2 مگر یہ کہ یہاں حدیثِ پاک میں ''تَمَامَ الْعَافِیَۃِ'' سے دین ودنیا اور جسم وروح کا ہر بَلا سے محفوظ ہونا مراد ہے یا پھر نا قابلِ برداشت بلاؤں سے محفوظ ہونا مراد ہے اگرچہ اس پر صبر کرنا بھی اجر وثواب کا باعث ہے، مختصر یہ کہ ''تَمَامَ الْعَافِیَۃِ'' سے ہر طرح کی بَلا سے محفوظ ہونا ہرگز مراد نہیں کیونکہ بعض بلائیں، مثلاً: ہلکا بخار، زکام اور دردِ سر وغیرہ مصیبت وبَلا نہیں بلکہ ایک طرح کی نعمت ہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ آگے خود وضاحت فرمارہے ہیں۔

وبَرَص وکُوری (اندھاپن) وطاعون[1] یاسانپ کا کاٹنا، جلنا، ڈوبنا، دبنا، گرنا وأمثال ذلک (اور اسی کی مثل دوسری بیماریاں) اگرچہ مسلمان کے کفارۂ ذُنوب (یعنی گناہوں کا کفارہ) وباعثِ اجروشہادت ورحمت ہیں ضروربَلا اور ﴿لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ﴾[2] میں

---

1 جنون: ''جنون ایسے دماغی خلل اورحرج کو کہتے ہیں کہ عام طور پر اپنے معمول کے مطابق آدمی کے اقوال وافعال باقی نہ رہ سکیں، چاہے یہ کیفیت فطری اور پیدائشی طور پر ہو، یابعد میں کسی مرض کی بناء پر۔''

(''القاموس الفقهي''، ص۶۹)

جذام (کوڑھ): ''ایک متعدی مرض جس میں بدن سفید ہوجاتا ہے مرض کی شدت میں اعضا بھی گل جاتے ہیں''۔ (''اردولغت''، ج۶، ص۵۵۴)

برص: وہ شدید سفیدی جو مکمل بدن یا اسکے بعض حصوں پر ہوتی ہے جو تمام بدن میں سرایت کرجاتی اور بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ سفیدی تمام بدن کو گھیر لیتی ہے، یہ کمزور اوراپاہج کردینے والی بیماری ہے۔

(''الرحمة في الطب والحكمة'' للسيوطي، الباب الثامن والأربعون والمئة، ص۱۷۵)

طاعون: ایک وبائی متعدی بیماری جس میں ایک پھوڑا بغل یا جانگھ (یعنی ران) میں نکلتا ہے اوراس کے زہر سے انسان بہت کم جانبر ہوتا ہے، اس میں عموماً قے، غشی اور خفقان (ایک بیماری جس میں دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے) کا غلبہ رہتا ہے، یہ مرض پہلے چوہوں میں پھیلتا ہے پھر انسانوں میں آتا ہے، یہ بیماری پسوؤں (ایک پردار زہریلا کیڑا جس کے کاٹنے سے بدن میں کھجلی ہوتی ہے) کے ذریعے پھیلتی ہے۔

(''اردولغت''، ج۱۳، ص۵۳)

طاعون سے بھاگنے سے متعلق امام اہلسنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسالہ: ''تیسر الماعون للسکن في الطاعون'' فتاویٰ رضویہ کی جلد۲۴ صفحہ ۲۸۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں سہار (برداشت) نہ ہو''۔ (پ۳، البقرة: ۲۸۶)

داخل ہیں۔ ولہٰذا ان سے عافیت مانگی گئی اور اسی لیے حدیث شریف میں:((أَعُوذُ بِكَ مِنْ سَيِّءِ الْأَسْقَامِ))[1] بُرے امراض کی قید لگا کر پناہ طلب کی تو ''تَمَامَ الْعَافِيَةِ وَدَوَام'' کا یہی مَحمَل اور کلامِ فقہاء سے تنافی زائل[2]

اسی طرح علامہ قرافی وعلامہ لقانی وغیرہما نے اسی سے شمار کیا: دونوں جہاں کی بھلائی مانگنا یعنی اگر یہ مقصود ہو کہ دارین کی سب خوبیاں دے کہ ان خوبیوں میں مراتبِ اَنبیاء علیهم الصلاة والسلام بھی ہیں جو اسے نہیں مل سکتے۔[3]

اور اسی میں داخل ہے ایسے اَمر کے بدلنے کی دعا مانگنا جس پر قلم جاری ہو چکا، مثلاً: لمبا آدمی کہے: میرا قد کم ہو جائے، یا چھوٹی آنکھوں والا: میری آنکھیں بڑی ہو جائیں۔

قال الرضاء: اگرچہ محالِ عقلی کے سوا کہ اصلاً صلاحیتِ قدرت نہیں رکھتا، سب کچھ زیرِ قدرتِ الٰہیہ داخل ہے۔ مگر خلافِ عادت بات کی خواستگاری (درخواست) صرف

---

1 یعنی اے اللہ! میں برے امراض سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

''سنن أبي داود''، كتاب الوتر، باب في الاستعاذة، الحديث: ١٥٥٤، ج٢، ص١٣٢.

2 ہماری مذکورہ بالا بحث سے وہ حدیث پاک جس میں ''اِلٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں عافیت اور عافیت کی تمامی اور عافیت کی ہمیشگی'' فرمایا گیا اور کلامِ فقہاء جو ابھی ''دُرِّ مختار'' کے حوالے سے گزرا ''کہ ہمیشہ کے لئے تندرستی وعافیت مانگنا کہ آدمی کا عمر بھر کبھی کسی طرح کی تکلیف میں نہ پڑنا بھی محال عادی ہے'' کے مابین پیدا ہونے والا یہ ظاہری تعارض دور ہو گیا اور یہی ''تَمَامَ الْعَافِيَة'' کا مفہوم ہے کہ ناقابلِ برداشت بَلاؤں سے حفاظت رہے۔

3 ''أنوار البروق''، الفرق الثالث والسبعون والمائتان، القسم الثاني، ج٤، ص٤٥٣.

حضرات انبیاء واولیاء علیھم الصلاۃ و السلام کووقت اِظہار معجزہ وکرامت بغرضِ ارشاد وہدایت و اِتمامِ حُجّت (لوگوں کی ہدایت اوران پر حجت قائم کرنے کے کیلئے) باذن اللہ تعالٰی جائز ہے۔اوروں کا عالمِ اسباب میں ہوکرایسی بات مانگنا اپنی حد سے بڑھنااور جہل وسفاہت میں پڑنا ہے۔﴿كَبَاسِطِ كَفَّيۡهِ اِلَى الۡمَآءِ لِيَبۡلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ﴾

''جیسے کوئی اپنے ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہے کہ پانی خوداس کے منہ میں پہنچ جائے اور ہرگز نہ پہنچے گا۔'' (پ١٣، الرعد: ١٤). ﴾

مسئلہ۲: لغواور بے فائدہ دعا نہ کرے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما حکایت کرتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا سنوس[1] نامی، اُسے حکم ہوا کہ تین۳ دعائیں تیری قبول ہوں گی اپنی عورت کے لیے دعا کی تمام بنی اسرائیل کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت ہوگئی غرور وشرور کرنے اورشوہر کوستانے لگی ایک دن اس سے خفا ہوکر کہا: خدا تجھے کُتیا کردے اسی وقت کُتیا ہوگئی پھر بیٹوں کی سفارش سے اس کے لیے دعا کی: الٰہی! اسے اصلی صورت پر کردے جوصورت پہلے تھی وہی ہوگئی اورتینوں دعائیں مفت ضائع ہوئیں۔[2]

مسئلہ۳: گناہ کی دعا نہ کرے کہ مجھے پرایا مال مل جائے یا کوئی فاحشہ زنا کرے کہ گناہ کی طلب بھی گناہ ہے۔

---

1 قد وجدنا اسمه : بسوس.

2 ''تفسير البغوي''، الأعراف، تحت الآية: ١٧٥، ج٢، ص١٨٠.

و''تفسير الخازن''، الأعراف، تحت الآية: ١٧٥، ج٢، ص١٦٠.

مسئلہ۴: قطعِ رِحم (یعنی عزیزوں سے تعلّق توڑنے) کی دعا نہ کرے، مثلاً: فلاں وفلاں رشتہ داروں میں لڑائی ہوجائے۔

حدیث میں ہے: ''مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے، جب تک ظلم وقطع رحم کی درخواست نہ کرے۔''(1)

قال الرضاء: قطع رحم بھی ایک قسمِ اِثْم ہے (یعنی گناہ کی قسم ہے)، جسے بوجہِ شدتِ اہتمام احادیث، باب میں اثم پر عطف فرمایا: **((ما لم يدع بإثم أو قطيعة رحم))** (جب تک گناہ یاقطع رحم کی دعا نہ کرے)(2) اسی لیے مُصَنِّف عَلاَّم قُدِّسَ سِرُّہٗ نے باتباعِ احادیث اسے مسئلہ جداگانہ ٹھہرایا۔

مسئلہ۵: اللہ تعالیٰ سے حقیر چیز نہ مانگے کہ پروردگار غنی ہے، اگر تمام خَلق کو ایک ساعت میں ان کے حوصلے سے زیادہ بخشے، اس کے خزانے میں کچھ نقصان نہ ہو۔

حضرت اِمام المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جب مانگو خدا سے تو فردوس مانگو کہ وہ اَوسط بہشت اور اعلیٰ جنت ہے اور اس کے اوپر ہے عرش رحمٰن کا، اور اسی سے جاری ہوتی ہیں نہریں بہشت کی۔''(3)

1''سنن الترمذي''، كتاب الدعوات، باب ما جاء أنّ دعوة المسلم مستجابة، الحديث: ٣٣٩٢، ج٥، ص٢٤٨.

2المرجع السابق.

3''صحيح البخاري''، كتاب التوحيد، باب: ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾، الحديث: ٧٤٢٣، ج٤، ص٥٤٧.

اور یہ بھی آیا ہے: ''جب تو دعا مانگے بہت مانگ کہ تو کریم سے مانگتا ہے۔''[1]

اے عزیز! وہ کریم ورحیم ہے، بے مانگے کروڑوں نعمتیں تیرے حوصلہ ولیاقت سے زیادہ تجھے عطا کرتا ہے۔ اگر تو اس سے مانگے گا کیا کچھ نہ پائے گا۔ **ولنعم ما قیل** (اور کیا ہی خوب کہا گیا ہے) ؎

آنکہ ناخواستہ عطا بخشد
گر تو خواھش کنی چھا بخشد[2]
بادشاھے ست او اگر خواھد
ھر دو عالم بیك گدا بخشد[3]

اور وہ جو حدیث میں ہے کہ ''جوتے کا دُوال (تسمہ) ٹوٹے تو وہ بھی خدا سے مانگ''[4] اور بعض مخاطباتِ موسیٰ علیہ السلام میں ہے: ''ہانڈی کا نمک بھی مجھ سے

1 ''صحیح ابن حبان''، کتاب الأدعیة، ذکر استحباب الإکثار في السؤال ...إلخ، الحدیث: ٨٨٦، ج٢، ص١٢٤، بألفاظ متقاربة.

2 ع بن مانگے عطا فرماتا ہے محروم کبھی پھیرا ہی نہیں
فریاد اگر تو کرلے کبھی پھر دیکھو عطاؤں کی بارش

3 ع تو بادشاہ ہے اے مرے مالک! گدا کو تُو
اگر چاہے عطا کردے دو عالَم آنِ واحد میں

4 ''سنن الترمذي''، کتاب الدعوات، باب لیسأل أحدکم ربه حاجته کلها، الحدیث: ٣٦٢٣، ج٥، ص٣٤٩.

مانگ۔"(1) مطلب اس کا یہ ہے کہ تمام توجہ اپنی میری طرف رکھ غیر سے اصلاً تعلق نہ کر، جو مانگ مجھ ہی سے مانگ، اگر اَحیاناً (کبھی کبھار) کسی خسیس (کمتر اور حقیر) چیز کی ضرورت ہو، مجھ سے سوال کر نہ یہ کہ خسیس ہی سوال کیا کر، اور تحقیق یہ ہے کہ یہ امر باختلافِ احوال مختلف ہے جس وقت خدا کے عموم کرم وقدرت اور اپنی عاجزی واحتیاج پر نظر ہو اور باوجود اس کے خسیس حقیر چیز کی ضرورت ہو، دوسرے سے سوال کرنا اور غیر کے سامنے ہاتھ پھیلانا قبول نہ کرے، اس قسم کا سوال خدا سے مضائقہ نہیں رکھتا، ہاں بلا ضرورت خسیس چیز مانگنا حماقت ہے، عمدہ شئے مانگے کہ خدا کریم ہے اور ہر چیز پر قادر۔

قال الرضاء: دنیا ذلیل اور اس کی تمام متاع بآں کثرت (باوجود بہت ہونے کے) نہایت قلیل ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ﴾ (2) وہ مسلمان کے لیے زادِ مسافر (توشۂ مسافر) ہے اور زاد بقدرِ حاجت درکار ہوتا ہے نہ لادنے کو، ولہٰذا اس میں زیادہ کی ہَوس کثرت کی طلب مَبْغُوض (ناپسند) ٹھہری ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ o حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ (3)

اور بے ضرورتِ شرعیہ غیروں کے دروازے پر بھیک مانگنے کی اجازت نہیں تو اَب حاجت موجود اور غیر سے مانگنا نامحمود اور زیادہ کی ہوس بھی مردود، لَا جَرَم (یقیناً) نمک کی کنکری بھی رَب ہی سے مانگیں گے اور اس کی جگہ یہ نہ کہیں گے کہ نمک کا پہاڑ دیدے

---

1 "سنن الترمذي"، كتاب الدعوات، باب ليسأل أحدكم ربه حاجته كلها، الحديث: ٣٦٢٤، ج٥، ص٣٤٩.

2 ترجمۂ کنز الایمان: "تم فرمادو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے۔" (پ ٥، النساء: ٧٧)

3 ترجمۂ کنز الایمان: "تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔" (پ ٣٠، التکاثر: ١-٢)

یا پیسے کی ضرورت ہے تو کروڑ روپے دیدے کہ ایک پیسہ اور کروڑ اشرفی ذلیل وقلیل ہونے میں دونوں برابر ہیں، یہ "كرّ إلى ما منه فرّ"(1) ہوجائے گا۔ بخلاف نعیمِ آخرت (آخرت کی نعمتوں کے) کہ اس میں زیادت مطلوب ومقصود اور عطائے کریم غیر محدود پھر کیوں کم پر قناعت کریں!۔ وِلِله الحمد ﴿

مسئلہ۶: رنج ومصیبت سے گھبرا کر اپنے مرنے کی دعا نہ کرے کہ مسلمان کی زندگی اس کے حق میں غنیمت ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ایک شخص شہید ہوا، برس دن بعد (ایک سال بعد) اس کا بھائی بھی مر گیا۔ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں اس کو دیکھا کہ شہید سے بہشت میں آگے جاتا ہے، خواب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا اور اس کی پیش قدمی (شہید سے آگے جانے) پر تعجب کیا فرمایا: جو پیچھے مرا، کیا اس نے ایک رمضان کا روزہ نہ رکھا! اور ایک سال کی نماز ادا نہ کی! یعنی مقامِ تعجب نہیں کہ اس کی عبادت اس کی عبادت سے زیادہ ہے۔(2)

اے عزیز! وہاں کے لیے کیا جمع کیا کہ یہاں سے بھاگتا ہے؟ اگر موت کی شدت وسختی سے واقف ہو تو آرزو کرے، کاش! تمام دنیا کی تکلیف مجھ پر ہو اور چند روز موت سے مہلت ملے۔

---

1 آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔ یعنی ایک مصیبت سے چھوٹا دوسری میں جا پھنسا۔

2 "سنن ابن ماجه"، كتاب تعبير الرؤيا، باب تعبير الرؤيا، الحديث: ٣٩٢٥، ج٤، ص٣١٣.

و"المسند" للإمام لأحمد بن حنبل، الحديث: ٨٤٠٧، ج٣، ص٢٢٩.

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رنج کے سبب سے موت کی آرزو نہ کرو، اگر ناچار ہو جاؤ کہو: ((اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّي)).

''خدایا مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہے اور مجھے وفات دے جس وقت موت میرے حق میں بہتر ہو۔''(1)

ایک شخص نے پوچھا: بہتر لوگوں کا کون ہے؟ (یعنی لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟) فرمایا: ''جس کی عمر دراز ہو اور کام اچھے۔'' عرض کی: بدتر لوگوں کا کون ہے؟ فرمایا: ''جس کی عمر بڑی ہو اور کام برے۔''(2)

پس نیکوکار کے واسطے زندگی نعمت اور بدکار کے لیے زندگی نقمت (سزا)، مگر تمنا موت کی اس خیال سے کہ جس قدر جیونگا (زندہ رہونگا) زیادہ گناہ کرونگا، نادانی ہے، اگر گناہوں کو بُرا جانتا ہے تو ان کے تَرک پر مُستَعِد (تیار) ہو(3) اور عمر دراز طلب کرے تا (کہ) عبادت وریاضت سے ان کا تدارُک (تلافی) کرے ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾(4)

حضرت مریم سَلَامُ اللّٰهِ عَلَيْهَا کا فرمانا: ﴿يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ

1 "سنن النسائي"، كتاب الجنائز، باب تمني الموت، الحديث: ١٨١٧-١٨١٨، ص٣١١.
و"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، الحديث: ١١٩٧٩، ج٤، ص٢٠٢.

2 "سنن الترمذي"، ابواب الزهد، باب منه، ج٤، ص ١٤٨، الحديث: ٢٣٣٧.

3 یعنی: اگر گناہوں کو بُرا جانتا ہے تو گناہ چھوڑنے پر کمر بستہ ہو۔

4 ترجمۂ کنز الایمان: ''بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔'' (پ ١٢، هود: ١١٤)

نَسۡیًا مَّنۡسِیًّا﴾[1] دعا بَہلاک نہیں بلکہ آرزو اور تمنا زمانۂ ماضی کی ہے اور ''رنج ومصیبت سے گھبرانے'' کی قید اس لیے ہم نے ذکر کی کہ یہ دعا (یعنی مرنے کی دعا) بسببِ شوقِ وصلِ الٰہی و اشتیاقِ لقائے صالحین درست ہے۔

حضرت سیدنا یوسف علیه الصلاة والسلام دعا کرتے ہیں:

﴿تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ﴾[2]

اسی طرح جب دین میں فتنہ دیکھے تو اپنے مرنے کی دعا جائز ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہے:

((إذا أردتَ بقوم فتنة فاقبضني إليک غير مفتون)).[3]

حدیث میں ہے: فرماتے ہیں: ''کوئی تم سے موت کی آرزو نہ کرے مگر جب کہ اعتماد نیکی کرنے پر نہ رکھتا ہو۔''[4]

---

1 ترجمۂ کنزالایمان: ''ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بِسری ہو جاتی۔''

(پ١٦، مريم: ٢٣)

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''مجھے مسلمان اُٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قربِ خاص کے لائق ہیں۔''

(پ١٣، يوسف: ١٠١)

3 اے اللہ! جب تو کسی قوم کے ساتھ عذاب وگمراہی کا ارادہ فرمائے (ان کے اعمالِ بد کے سبب) تو مجھے بغیر فتنے کے اپنی طرف اٹھا۔

"سنن الترمذي"، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة ص، الحديث:٣٢٤٦، ج٥، ص١٦١.

4 "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، الحديث: ٨٦١٥، ج٣، ص٢٦٣.

قال الرضاء: خلاصہ یہ کہ دنیوی مُضَرَّتوں سے بچنے کے لئے موت کی تمنا ناجائز ہے اور دینی مضرت (دینی نقصان) کے خوف سے جائز **كما في "الدرّ المختار" و"الخلاصة" وغيرهما.**[1]

مسئلہ ۷: بے غرض صحیح شرعی کسی کے مرنے اور خرابی کی دعا نہ مانگے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إذا سمعتم الرجل يقول هلك الناس فهو أَهلكُهم)).

''جب سنو تم کسی مرد کو کہ کہتا ہے لوگ ہلاک ہوں[1] تو وہ سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔''[2]

حدیث شریف میں ہے: ایک شرابی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر لائے حضور نے حد مارنے کا حکم دیا کوئی اس کے دَھول مارتا (یعنی تھپڑ لگاتا)، کوئی جوتے، فرمایا: ''اس کی ملامت کرو'' کسی نے کہا: تجھ کو خدا کا خوف نہ آیا، کسی نے کہا: تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہ شرمایا، ایک نے کہا: **أَخزَاکَ اللّٰهُ** ''خدا تجھے خوار کرے''

---

1 "الدر المختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٩١.

و"خلاصة الفتاوى"، كتاب الكراهية، الفصل الثاني في العبادات، ج٤، ص٣٤٠.

و"الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج٥، ص٣٧٩.

۱ یعنی جو شخص اوروں کی ہلاکت وخرابی چاہتا ہے وہ سب سے زیادہ ہلاک وخراب ہوتا ہے اور بعض **هلک الناس** کو جملہ خبریہ کہتے ہیں۔ یعنی جو اوروں کو ہلاکت میں مبتلا و برا اور اپنے آپ کو ان سے بڑا جانتا ہے، وہ سب سے زیادہ ہلاکت میں مبتلا اور برا ہے۔ **والله أعلم بالصواب** ۱۲ منہ قدس سرہ

2 "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، الحديث: ٧٦٨٩، ج٣، ص١٠٢.

فرمایا: ''یہ نہ کہو بلکہ کہو: ((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ)) ''خدایا! اس کو بخش دے، خدایا! اس پر رحم فرما۔''(1)

طفیل بن عمرو دَوسی نے اپنی قوم کی شکایت کی اور عرض کی: یارسول اللہ! دَوس پر دعا کیجئے(2) فرمایا:

((اللّٰھم اھد دَوساً وآت بھم))

---

1 ''سنن أبي داود''، باب في الحد في الخمر، الحديث: ٤٤٧٧-٤٤٧٨، ج٤، ص٢١٦-٢١٧.

2 حضرت طفیل بن عمرو دوسی یمن کے مشہور قبیلے دوس کے فرد تھے، یہ مکے ہی میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہو چکے تھے، اوراس کے بعد اپنے وطن واپس گئے اور عرصہ تک وہیں رہے، خیبر کے موقع پر اپنے متبعین کے ساتھ خیبر ہی میں حاضر ہوئے پھر مدینہ طیبہ میں رہنے لگے، جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے، ان کا خطاب ''ذوالنور'' بھی ہے، انہوں نے اسلام قبول کرتے وقت یہ عرض کیا تھا: مجھے دوس کی طرف بھیجئے اور مجھے کوئی نشانی عطا فرمایئے جس سے اُنھیں ہدایت نصیب ہو، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! اسے نور عطا فرما، اس دعا کی برکت سے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور چمکتا تھا، انہوں نے عرض کی: مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ یہ کہیں کہ اس کی صورت بگڑ گئی ہے تو یہ روشنی ان کے کوڑے کے کنارے منتقل ہوگئی، ان کا کوڑا اندھیری رات میں چمکتا تھا اسی لئے ان کا نام ''ذوالنور'' پڑا۔ ان کی یہ عرضداشت (یعنی دوس کی ہلاکت کی دعا کی درخواست) دوبارہ حاضری کے موقع پر تھی جب کہ وہ خیبر میں اپنے اسّی ۸۰ یا نوّے ۹۰ ساتھیوں کے ساتھ خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے تھے، انہوں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ دوس میں زنا اور سود عام ہے ان کی ہلاکت کی دعا کیجئے (تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی ہدایت کی دعا فرمائی)۔

(''نزهة القاري''، كتاب الجهاد، باب الدعاء على المشركين... إلخ، ج٦، ص٢٢٧)

''خدایا! دَوس کو ہدایت فرما اور ان کو یہاں لے آ۔''(1)

اسی طرح جب ثقیف (2) کے پتھروں سے بہت مسلمان شہید ہوئے صحابہ نے

1''صحیح البخاري''، کتاب الجهاد، باب الدعاء للمشرکین بالهدی لیتألفهم، الحدیث: ۲۹۳۷، ج۲، ص ۲۹۱.

2 یہ بھی عرب کے ایک قبیلے کا نام ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ طائف کا قصد کیا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر اشرافِ ثقیف یعنی عبد یالیل بن عمرو بن عمیر اور اس کے بھائی مسعود اور حبیب کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کا بُری طرح جواب دیا، ایک بولا: اگر آپ کو خدا نے پیغمبر بنایا ہے تو وہ کعبہ کا پردہ چاک کر رہا ہے، دوسرے نے کہا: کیا خدا کو پیغمبری کے لئے آپ کے سوا کوئی نہ ملا؟، تیسرے نے کہا: میں ہرگز آپ سے کلام نہیں کر سکتا، اگر آپ پیغمبری کے دعویٰ میں سچے ہیں تو آپ سے گفتگو کرنا خلافِ ادب ہے اور اگر جھوٹے ہیں تو قابلِ خطاب نہیں، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مایوس ہو کر واپس ہوئے تو انہوں نے کمینے لوگوں اور غلاموں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ابھارا جو آپ کیلئے انتہائی نازیبا اور گستاخانہ الفاظ کہتے اور تالیاں بجاتے، اتنے میں لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں طرف صفیں باندھ لیں جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان سے گزرے تو قدم مبارک اٹھاتے وقت آپ کے مقدس قدموں پر پتھر برسانے لگے یہاں تک کہ نعلین مبارک خون سے بھر گئے، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پتھروں کا صدمہ پہنچتا تو بیٹھ جاتے، مگر وہ بازو تھام کر کھڑا کر دیتے، جب چلنے لگتے تو پتھر برساتے اور ساتھ ساتھ ہنستے جاتے، عتبہ اور شیبہ آپ کے سخت دشمن تھے مگر آپ کی اس حالت پر ان کے دل بھی نرم پڑ گئے۔

(ماخوذ من''السیرة الحلبیة''، باب ذکر خروج النبي صلی اللہ علیه وسلم إلی الطائف، ج۱، ص۴۹۸-۴۹۹. و''السیرة النبویة'' لابن هشام، ص۱۶۷)

گزارش کی ان پر دعا کیجئے۔فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفاً))

''خدایا! ثقیف کو ہدایت فرما۔''(1)

جنگ اُحد میں ظالموں نے دندانِ مبارک سنگ ستم سے شہید کیا اور کفارِ طائف نے حضور کے جسمِ نازنین پر اس قدر پتھر مارے کہ پاشنۂ مبارک (یعنی ایڑیاں مبارک) خون سے آلودہ ہوئے مگر ان پر بھی دعائے ہلاک وخرابی نہ کی حضور اگر چاہتے وہ سب ہلاک ہو جاتے۔

عطیہ ﴿اِنَّ اللّٰـهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾(2) کی تفسیر میں کہتے ہیں: ''مُعْتَدِ ین'' سے وہ لوگ مراد ہیں جو لوگوں کے کوسنے میں حد سے بڑھتے اور کہتے ہیں: اللہ ان کو خوار کرے، اللہ ان پر لعنت کرے۔(3)

مولانا یعقوب چرخی آیۂ کریمہ: ﴿فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾(4)

---

1 ''سنن الترمذي''، كتاب المناقب، باب في ثقيف وبني حنفية، الحديث: ٣٩٦٨، ج٥، ص٤٩٢.

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں۔'' (پ٨، الأعراف:٥٥)

3 ''تفسير البغوي''، پ٨، الأعراف، تحت الآية: ٥٥، ج٢، ص١٣٨.

وجدنا هذا القول تحت الآية: ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾.

4 ترجمۂ کنز الایمان: ''تو اسے اس کے رب نے چن لیا اور اپنے قربِ خاص کے سزاواروں (حقداروں) میں کرلیا۔'' (پ٢٩، القلم: ٥٠)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں: نصیب عارف کا یہ ہے کہ بلاؤں میں صبر کرے اور منکروں کے انکار سے متغیر نہ ہو بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرے کہ فرماتے تھے: ((اللّٰھم اھد قومي فإنھم لا یعلمون)) ''خدایا! میری قوم کو ہدایت فرما کہ وہ جانتے نہیں۔''

ہاں اگر کسی کافر کے ایمان نہ لانے پر یقین یا ظن غالب ہو اور جینے سے دین کا نقصان ہو یا کسی ظالم سے امید توبہ اور ترکِ ظلم کی نہ ہو اور اس کا مرنا، تباہ ہونا خَلق کے حق میں مفید ہو، ایسے شخص پر بددعا درست ہے۔

سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام نے جب دیکھا کہ قوم کے سرکش اپنے کفر وعِناد سے باز نہ آئیں گے اور وَدّ وسُوَاع ویَغُوث ویَعُوق ونَسر کو نہ چھوڑیں گے،[1] جنابِ الٰہی میں عرض کی:

﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾

''خدایا! زمین پر کافروں میں سے کوئی گھر والا نہ چھوڑ۔'' (پ۲۹، نوح: ۲۶)

اسی طرح حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے قِبطیوں پر دعا کی:

﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾

''خدایا! ان کے مال مٹا دے اور ان کے دلوں پر سختی کر کہ وہ ایمان نہ لائیں جب

---

1 حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی قوم ان کی پوجا کرتی اور انکی عبادت چھوڑنے پر تیار نہ تھی، سورۂ نوح کی آیت نمبر۲۳ میں ان کا باقاعدہ ذکر موجود ہے۔مزید تفصیل کیلئے ''خزائن العرفان''، ص۶۸۶، ''نور العرفان، ص۹۱۲'' اور ''فتاویٰ رضویہ'' جلد۲۴، ص۵۷۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

تک دردناک عذاب نہ دیکھیں۔'' (پ۱۱، یونس: ۸۸)

اور اسی قسم کے اَغراض کے واسطے ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی اَحیاناً (کبھی کبھار) بعض کفار پر دعا کرنا ثابت ہے۔

قال الرضاء: بعض ان میں سے حضرت مُصَنِّف عَلَّام قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ''سُرُوْرُ الْقُلُوْبِ فِيْ ذِكْرِ الْمَحْبُوْبِ'' کے باب معجزات میں ذکر فرمائیں۔(1)

مسئلہ۸: کسی مسلمان کو یہ بد دعا نہ کرے کہ تو کافر ہو جائے، کہ بعض علماء کے نزدیک کفر ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر کفر کو اچھا یا اسلام کو بُرا جان کر کہے، بِلا رَیب (یعنی بلا شک وشبہ) کفر ہے ورنہ بڑا گناہ ہے کہ مسلمان کی بدخواہی (مسلمان کا بُرا چاہنا) حرام ہے، خصوصاً یہ بدخواہی کہ سب بدخواہیوں سے بدتر ہے۔

مسئلہ۹: کسی مسلمان پر لعنت نہ کرے اور اسے مردود وملعون نہ کہے اور جس کافر کا کفر پر مرنا یقینی نہیں اس پر بھی نام لے کر لعنت نہ کرے، یہاں تک کہ بعض علماء کے نزدیک مستحق لعنت پر بھی لعنت نہ کہے(2) یوں ہی مچھر اور ہوا اور جمادات وحیوانات[۱] پر بھی لعنت ممنوع ہے۔

---

1 ''سرور القلوب''، معجزاتِ مصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم، ص۳۱۵-۳۱۶.

2 ''منح الروض الأزهر'' للقارئ، الكبيرة لا تخرج المؤمن عن الإيمان، ص۷۲.

و''أشعة اللمعات''، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان من الغيبة والشتم، ج۴، ص۷۱.

۱ مگر بچھو وغیرہ بعض جانوروں پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔۱۲ منہ قدس سرہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''مسلمان بہت طعن[ا] کرنے والا اور لعن کرنے والا اور فحش و بیہودہ بکنے والا نہیں ہوتا۔''(1)

دوسری حدیث شریف میں ہے: ''بہت لعنت کرنے والے قیامت کے دن گواہ و شفیع نہ ہوں گے۔''(2)

ا۔ **في رواية "الترمذي": ((لا يكون المؤمن لعّاناً)).**

("سنن الترمذي"، باب ما جاء في اللعن والطعن، الحديث: ٢٠٢٦، ج٣، ص٤١٠).

وفي أخرى له: ((لا ينبغي للمؤمن أن يكون لعّاناً)).

("سنن الترمذي"،باب ما جاء في اللعن والطعن، الحديث: ٢٠٢٦، ج٣، ص٤١٠).

وروى أيضاً: ((المسلم ليس بلعّان)).

("سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في اللعنة، الحديث: ١٩٨٤، ج٣، ص٣٩٣، بألفاظ متقاربة. وفيه: ((ليس المؤمن بالطعان ولا اللعان)).

وللبخاري: لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحشاً ولا لعّاناً.

("صحيح البخاري"، باب ما ينهي من السباب واللعن، الحديث: ٦٠٤٦، ج٤، ص١١٢).

١٢ منه قدس سره.

1 "سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في اللعن والطعن، الحديث: ١٩٨٤، ج٣، ص٣٩٣.

2 "صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها، الحديث: ٢٥٩٨، ص١٤٠٠.

تیسری حدیث شریف میں ہے: ''مسلمان کی لعنت مثل اس کے قتل کے ہے۔''(1)

چوتھی حدیث میں ہے: ''جب بندہ کسی پر لعنت کرتا ہے، وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے اس کے دروازے بند ہوجاتے ہیں کہ یہاں تیری جگہ نہیں، پھر زمین کی طرف اترتی ہے اس کے دروازے بھی بند ہوجاتے ہیں کہ یہاں تیری جگہ نہیں، پھر دائیں بائیں پھرتی ہے جب کہیں ٹھکانا نہیں پاتی اگر جس پر لعنت کی، لعنت کے لائق ہے تو اس پر جاتی ہے ورنہ کہنے والے کی طرف پلٹ آتی ہے۔''(2)

اور فرماتے ہیں: اے عورتو! صدقہ دو کہ میں نے تمہیں دوزخ میں بکثرت دیکھا یعنی عورتیں دوزخ میں بہت پائیں۔ عرض کی: کس سبب سے؟ فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو۔(3)

امام غزالی ''کیمیائے سعادت'' میں نقل کرتے ہیں: ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وقت سَو بار شراب پی، ایک صحابی نے اس پر لعنت کی اور کہا: کب تک اس کا فساد باقی رہے گا!؟ حضور نے فرمایا: ''شیطان اس کا دشمن موجود ہے وہ کفایت کرتا ہے، تو لعنت کر کے شیطان کا یار نہ ہو۔''(4)

---

1 "صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن، الحديث: ٦٠٤٧، ج٤، ص١١٢.

و"المعجم الكبير"، الحديث: ١٣٣٠، ج٢، ص٧٣.

2 "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في اللعن، الحديث: ٤٩٠٥، ج٤، ص٣٦٢.

3 "صحيح البخاري"، كتاب الحيض، باب ترك الحائض الصوم، الحديث: ٣٠٤، ج١، ص١٢٣.

4 "کیمیائے سعادت"، اصل پنجم، باب اول، ج١، ص٣٧١.

اور ایک شخص نے شراب پی، لوگ اس کو مارتے اور لعنت کرتے۔ فرمایا: ''لعنت نہ کرو کہ وہ خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے۔''(1)

سوال: شرع شریف میں ظالموں اور بیاج (سود) کھانے والوں اور اس کے معاملے میں پڑنے والوں پر اور اس شخص پر جو اپنے ماں باپ پر لعنت کرے اور جو بدعتی کو جگہ دے اور جو غیر خدا کے واسطے جانور ذبح کرے اور سوا اِن کے اور گنہگاروں پر لعنت وارد ہے اور اگلے پیغمبر بھی کفار پر لعنت کرتے:

﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ﴾ (2)

اور فرشتے بھی ان پر لعنت کیا کرتے ہیں:

﴿اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَیْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ o خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾ (3)

---

1 "صحيح البخاري"، كتاب الحدود، باب ما يكره مِن لعن شارب الخمر، الحديث: ٦٧٨٠، ج٤، ص ٣٣٠.

و"كيميائے سعادت"، ركن سوم، آفت هشتم، ج٢، ص٥٧٣.

2 ترجمۂ کنز الایمان: ''لعنت کئے گئے وہ جنھوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر۔'' (پ٦، المائدة: ٧٨)

3 ترجمۂ کنز الایمان: ''ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں کی سب کی، ہمیشہ اس میں رہیں۔'' (پ٣، ال عمران: ٨٧-٨٨)

جواب: لعنت لُغت میں بمعنی طَرْد و اِبعاد (یعنی دُھتکار اور دوری) کے ہے اور اہل شریعت کبھی اس سے طَرْد و اِبعادِ رحمتِ الٰہی و بہشت سے، اور کبھی طرد و اِبعادِ جنابِ قرب اور رحمتِ خاص و درجۂ سابقین سے مراد لیتے ہیں۔ (1)

پہلے معنی کافروں کے لیے خاص ہیں۔ جس شخص کا کفر پر مرنا یقینی جیسے: ابوجہل، ابولہب، فرعون، شیطان، ہامان اس پر لعنت جائز، انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام جن پر لعنت کرتے تھے، بَاِعلامِ الٰہی (اللہ عزوجل کے بتانے سے) ان کے کافر مرنے سے واقف تھے اور فرشتے بھی انہیں پر لعنت کرتے ہیں جن کی بد انجامی سے بَاِعلامِ الٰہی واقف ہوتے ہیں یا انبیاء وملائکہ کافروں پر بوصفِ کفر لعنت کرتے ہیں یعنی: ﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ (2) کہتے ہیں۔

اور **دوسری قسم** گنہگاروں کو بھی شامل ہے، جس جگہ قرآن یا حدیث میں لفظ لعنت کا عُصاۃ (گنہگاروں) کے حق میں وارد ہے وہاں دوسرے معنی مراد ہیں، مگر جواز اس قسم کا بھی مقیَّد بوصفِ عام مذموم ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (جھوٹوں پر اللہ عزوجل کی لعنت) اور

---

1 لغت میں ''لعنت'' کے معنی ''دوری'' کے ہیں۔

شریعت کی اصطلاح میں لعنت کے معنی دو طرح سے بیان کئے گئے ہیں:

(۱) اللہ عزوجل کی رحمت اور اسکی جنت سے دوری، تو کسی پر لعنت کرنے کے معنی کبھی تو یہ ہونگے کہ تو اللہ عزوجل کی رحمت و جنت سے دور ہو۔

(۲) اور کبھی اللہ عزوجل کے قرب اور اسکی خاص رحمتوں سے دُوری، یا پچھلے نیک بندوں کو اسکی جناب میں جو مرتبہ ملا اس مرتبہ سے دوری مراد ہوگی۔

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''اللہ کی لعنت منکروں پر۔'' (پ ۱، البقرۃ: ۸۹)

لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ (ظالموں پر خدا کی لعنت) کہہ سکتے ہیں، کسی شخص خاص پر لعنت نہیں کر سکتے۔

شیخ محقق[1] فرماتے ہیں: ''لعنت کرنا کسی پر جائز نہیں سِوا اس کے جس کے کافر مرنے کی مُخبِرِ صادق (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خبر دی، اور کافر مخصوص پر کہ ایمان اس کا دمِ اَخیر محتمل ہو[2] لعنت نہ کریں۔

1 ''أشعة اللمعات''، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان من الغيبة والشتم، ج٤، ص ٧١.

2 یعنی یہ احتمال کہ ہوسکتا ہے فلاں کافر مرتے وقت ایمان لے آیا ہو۔

بعض مکارِ زمانہ اسی کو بنیاد بنا کر بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دامِ فریب میں لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ''میاں! کافر کو بھی کافر مت کہو! کیا معلوم کب مسلمان ہو جائے؟''

مقامِ غور تو یہ ہے کہ پہلے خود کافر کہہ چکے، پھر کہتے ہیں کافر مت کہو، حالانکہ خود قرآن مجید سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ کافر کو کافر ہی کہا جائے اور مومن کو مومن، کیا آپ غور نہیں کرتے کہ قرآن پاک میں کافروں کو کافر کہہ کر پکارا گیا ہے بلکہ قرآن پاک میں ایک مکمل سورۃ کا نام ہی ''سورۃ الکافرون'' رکھا گیا ہے۔

پیارے اسلامی بھائیو! کوئی عاقل شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ جو شئے جس وقت جس حالت میں ہو اسے اس وقت اسی کی جنس سے پکارا جائے گا، مثلاً: گندم جب تک اپنی اصل حالت پر باقی ہے اسے گندم ہی کہا جائے گا اور جب اسے پیس کر آٹا کر دیا جائے تو پھر اسے کوئی بھی گندم کہنے کو تیار نہیں ہوگا بلکہ آٹا ہی کہا جائے گا اور جب اس آٹے کی روٹی بنالی جائے تو پھر اسے آٹا نہیں بلکہ روٹی کا نام دیا جائے گا اور جب اس روٹی کو کھا کر فُضلے کی شکل میں خارج کر دیا جائے تو پھر اسے روٹی نہیں بلکہ فضلہ کہا جائے گا، اس وقت ان حضرات کو یہ باتیں نہیں سوجھتی کہ گندم کو گندم مت کہو کیا معلوم کب آٹا ہو جائے اور آٹے کو آٹا مت کہو کیا معلوم کب روٹی ہو جائے وغیرہ......

''طریقۂ محمدیہ'' میں ہے: سِوا ایسے کافر کے کسی شخص معیَّن پر لعنت جائز نہیں۔(1) یہاں تک کہ بہت محققین علماءؒ یزید پر لعنت میں توقف کرتے ہیں باوجود اس

اگر ان لوگوں کی اس بات کو مان لیا جائے کہ'' کافر کو کافر مت کہو! کیا معلوم کب مسلمان ہوجائے'' تو اس سے لازم آتا ہے کہ پھر مسلمان کو بھی مسلمان نہ کہا جائے کہ کیا معلوم کب بد مذہب یا کافر ہو جائے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ کتنے ایمان سے غافلوں کا مرتے وقت ایمان سلب کرلیا جاتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

دراصل اس طرح کی ناسمجھی والی باتیں کرنے والوں کا ان حیلے بہانوں کو پیش کرنے سے مقصودِ اصلی یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات جو چاہیں اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے پھریں، جس طرح چاہیں اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے رہیں، انہیں کوئی کچھ کہنے والا نہ ہو کہ میاں! کافر کو بھی کافر مت کہو ہم تو پھر بھی کلمہ گو ہیں، مگر ان حضرات نے کلمۂ طیبہ کے لوازمات کو بھلا دیا کہ حقیقۃً کلمہ گوئی سے مقصودِ اصلی تو وہی اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی شان والا صفات کو دل سے تسلیم کرکے ان کی توقیر بجالانا ہے۔ صرف گوشت کے لوتھڑے یعنی زبان سے کلمہ طیبہ کو رَٹ لینا کافی نہیں، کیا دیکھتے نہیں کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں منافقین بھی بظاہر کلمہ پڑھتے تھے مگر ایمان سے انہیں دور کا بھی علاقہ نہیں تھا۔

ان کی گستاخانہ عبارات وعقائد جاننے کیلئے ''بہارِ شریعت'' پہلی جلد کے حصہ اول میں ''ایمان وکفر کا بیان'' مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کا مطالعہ فرمائیں۔

1 "الطريقة المحمدية"، المبحث الأول، النوع التاسع، ج٢، ص ٢٣٠-٢٣١.

ا علماء، یزید کی تکفیر اور اس کی لعن کے بارے میں تین گروہ ہیں:

امام احمد اسے کافر اور لعنت اس پر جائز کہتے ہیں؛ اس لئے کہ اس نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد کہا: ''میں نے ان کو اس کا بدلہ دیا جو انہوں نے قریش کے بزرگوں اور سرداروں کے

کے کہ اس کے لشکر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے اور اَعِزّ ہ واَہلِ بَیت کو ہزاروں

ساتھ جنگ بدر میں کیا تھا'' اور یہ بات فی الواقع کفر ہے، سوااِس کے اور افعال واقوال اس رُوسیاہ سے منقول ہیں جو کفر وارتداد پر صریح دال ہوں، شراب اور حرام کاری اس کے وقت میں علانیہ جاری ہوئی اور بے حرمتی حرمین شریفین اور وہاں کے باشندوں کی اس کے لشکر کے ہاتھ سے واقع ہوئی۔

(انظر "منح الروض الأزهر"، الكبيرة لا تخرج عن الإيمان، ص٧٣، و"الصواعق المحرقة"، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل السنة... إلخ، ص٢٢٠)

اور بعض علماء اس کی تکفیر ولعن سے انکار کرتے اور کہتے ہیں: اجازت ان حرکتوں اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی اس سے بدلیلِ قطعی ثابت نہیں اور یہ کلمہ کہ ''میں نے ان سے جنگ بدر کا بدلہ لیا''، برتقدیر ثبوت، اَحاد کے مرتبہ سے متجاوز نہیں ہوسکتا **واليقين لايزول إلاّ بيقين مثله** (اور یقینی بات کورد کرنے کیلئے اسی کی مثل یقینی بات درکار ہوتی ہے) **كما تقرر في موضعه**۔

غایت کار اس کا یہ ہے کہ فاسق وفاجر تھا اور احکام شرعیہ پر قائم نہ تھا اور فاسق پر لعنت جائز نہیں۔

فاضل قونوی ''شرح عمدۃ النسفی'' میں لکھتے ہیں: صاحبِ کبیرہ پر لعنت نہ کی جائے کہ ایمان اس کا اس کے ساتھ ہے، ارتکابِ کبیرہ سے کم نہیں ہوتا اور مسلمان پر لعنت جائز نہیں۔

("منح الروض الأزهر"، الكبيرة لا تخرج عن الإيمان، ص٧٣، (نقلاً عن القونوي).)

ملاعلی قاری ''شرح فقہ اکبر'' میں قولِ شارح ''عقائد'' کا یعنی: **نحن لا نتوقف في شأنه بل في إيمانه فلعنة الله عليه وعلى أنصاره وأعوانه** مع اس کے دلائل کے رَد کرتے ہیں اور ''خلاصہ'' وغیرہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حجاج ویزید پر لعنت کرنا نہ چاہیے اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل قبلہ کی لعنت سے ممانعت فرمائی ہے اور جو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لعنت کرنا بعض اہل قبلہ پر منقول ہے؛ اس سبب سے ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام لوگوں کا حال جانتے تھے اور لوگ نہیں جانتے شاید وہ شخص منافق ہو یا بَاِعلامِ الٰہی اس کا کفر پر مرنا معلوم ہو۔

("منح الروض الأزهر"، الكبيرة لا تخرج عن الإيمان، ص٧٢-٧٣، ملتقطاً.) =

بے رحمیوں اور سنگدلیوں کے ساتھ شہید کیا اور کوئی دقیقہ[1] ہتکِ حرمتِ حرم کا باقی نہ چھوڑا۔

= امام غزالی ''احیاء العلوم'' میں لکھتے ہیں کہ حکم یزید کا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کیلئے اصلاً ثابت نہیں اور بلا تحقیقات مسلمان کی طرف نسبت کبیرہ کی جائز نہیں إلی أن قال لعنِ اشخاص میں خطر ہے پس اجتناب چاہئے اور ترکِ لعنِ ابلیس میں بھی خطر نہیں **فضلًا عن غیرہ** (جب ابلیس کو کوئی لعنت نہ کرنے میں ایمان کو کوئی خطرہ نہیں تو دوسروں کو لعنت نہ کرنے میں ایمان کو خطرہ کیسے ہوسکتا ہے!) **واللّٰہ تعالیٰ أعلم ۱۲** منہ قدس سرہ العزیز۔

(''إحیاء علوم الدین''، کتاب آفات اللسان، الآفة الثامنة: اللعن، ج۳، ص۱۵۴)

اور بعض علماء اس کی تکفیر ولعن میں توقف (سکوت اختیار) کرتے ہیں اور یہی راجح اور یہی اَسلم اور یہی ہمارے ائمۂ ہدیٰ کا مذہبِ اَصح واَقوم ہے۔

(''المسامرة بشرح المسایرة''، ما جری بین علي ومعاویة رضي اللّٰہ عنهما، ص۳۱۵-۳۱۶. و''الصواعق المحرقة''، الخاتمة في بیان اعتقاد أهل السنة... إلخ، ص۲۲۱)

[1] اس خبیث نے مسلم بن عقبہ مرّی کو مدینہ سکینہ پر بھیج کر سترہ سو مہاجرین واَنصار وتابعین ِکبار کو شہید کرایا۔ تین روز اہلِ مدینہ لوٹ اور قتل اور انواعِ مصائب میں مبتلا رہے اور فوجِ اشقیاء نے مسجدِ اقدس میں گھوڑے باندھے اور کسی کو وہاں نماز نہ پڑھنے دی، اہل حرم سے یزید کی غلامی پر بجبر بیعت لی کہ چاہے بیچے، چاہے آزاد کرے، جو کہتا میں خدا اور رسول کے حکم پر بیعت کرتا ہوں اسے شہید کرتے۔

(''فتح الباري''، کتاب الفتن، باب إذا قال عند قوم شیأً... إلخ، تحت الحدیث: ۷۱۱۴، ج۱۳، ص۶۰-۶۱. و''البدایة والنهایة''، وقعة الحرث، ج۵، ص۷۳۱-۷۳۲. و''الصواعق المحرقة''، الخاتمة في بیان اعتقاد أهل السنة... إلخ، ص۲۲۱-۲۲۲.)

اصل اس باب میں یہ ہے کہ لعنت کرنا کسی پر ثواب نہیں اگر کوئی شخص دن بھر شیطان پر لعنت کرتا رہے، کیا فائدہ حاصل ہو[1] اس سے یہ بہتر ہے کہ اس قدر وقت ذکر وتلاوت ودُرُود میں صَرْف کرے کہ ثوابِ عظیم ہاتھ آئے، اگر اس کام میں ہمارے لئے کچھ فائدہ ہوتا پروردگارِ عالَم ابلیس پر لعنت کرنے کا حکم دیتا، پس احتیاط اسی میں ہے کہ جس کے انجام سے اطلاع نہ ہو اس پر لعنت نہ کرے اگر وہ لائق لعنت کے ہے تو اس پر لعنت کہنے میں تضییعِ وقت ہے (یعنی وقت کو ضائع کرنا ہے) اور جو وہ لعنت کا مستحق نہیں تو گناہِ بے لذت۔

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کی بے حرمتی کر چکے، خانۂ خدا پر چلے راہ میں مسلم بن عقبہ مرگیا، حصین بن نمیر نے مع فوجِ کثیر مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کو جلا دیا اور وہاں کے رہنے والوں پر طرح طرح کا ظلم وستم کیا۔۱۲ منہ قدس سرہ۔

(انظر "فتح الباري"، كتاب التفسير، باب قوله: ثاني اثنين... إلخ، تحت الحديث: ٤٦٦٦، ج٨، ص ٢٧٩.)

[1] ملائکہ وانبیاء کہ بحکمِ جناب کبریا کسی پر لعنت کرتے ہیں بسببِ امتثالِ امر (حکم بجالانے) کے مشکور وماجور ہوتے ہیں جس طرح زبانیۂ دوزخ (وہ فرشتے جو دوزخیوں کو آگ میں دھکیلیں گے) اور وہ فرشتے جو عذاب پر مامور ہیں اپنے کام میں محمود ہیں گویا یہ بھی کافروں کے حق میں ایک قسم کا عذاب ہے کہ مقبولانِ جنابِ احدیت اس کے ایصال پر مامور وماجور ہوتے ہیں، دوسرے شخص کو کہ قیدیوں کی تعذیب پر مقرر نہیں ان کو مارنا اور ایذا دینا موجبِ اجر نہیں اور آیۂ کریمہ: ﴿عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ (ترجمۂ کنز الایمان: "ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی۔" (پ۲، البقرۃ: ۱۶۱)) اخبار ہے نہ کہ امر کہ سب آدمیوں کا مامور بنص ہونا ثابت ہو، فَتَفَكَّرْ۔۱۲ منہ قدس سرہ۔

اسی واسطے امام عبداللہ یافعی یمنی ''مرآۃ الجنان'' میں فرماتے ہیں: کسی مسلمان پر لعنت اصلاً جائز نہیں اور جو کسی مسلمان پر لعنت کرے وہ ملعون ہے۔[1]

اورحدیث شریف میں بھی اسی طرف اشارہ واقع ہے: **((لا ینبغي للمؤمن أن یکون لعّاناً)) رواہ الترمذي.**[2]

شیخ مُحقِّق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اصل عادت وشیوۂ اہلسنّت ترکِ سبّ ولعن ہے[3] **((المؤمن لیس بلعّان))** (یعنی مومن لعنت کرنے والانہیں ہوتا)۔[4]

بعض علماء فرماتے ہیں: ''اہلسنّت کی خوبیوں میں سے ہے کہ کسی پر لعنت نہیں کرتے اور کسی کو کافر نہیں کہتے اور اہل بدعت کی برائیوں سے ہے کہ بعض ان کا بعض[ا] کو کافر کہتا اور بعض ان کا بعض پر لعنت کرتا ہے۔

---

1 ''مرآۃ الجنان''، السنۃ: ٥٠٤، ج٣، ص١٣٤.

2 کسی بھی مومن کو یہ بات زیب نہیں کہ وہ لعنت کرنے والا ہو،اس حدیث کوترمذی نے روایت کیا۔

''سنن الترمذي''، کتاب الطب، باب ماجاء في اللعن والطعن، ج٣، الحدیث:٢٠٢٦، ص٤١٠.

3 یعنی اہلسنّت کا شیوہ یہ نہیں کہ وہ لوگوں کو برا بھلا کہیں یا گالی دیں یا لعنت کریں بلکہ ہم اہلسنّت کا شیوہ تو ان چیزوں سے دور رہنا ہے۔

''أشعۃ اللمعات''، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم، ج٤، ص٧١.

4''إحیاء العلوم''، کتاب آفات اللسان، ج٣، ص١٥٤.

ا شیعہ خوارج کو کافر کہتے اوران پر لعنت کرتے ہیں اورخوارج شیعہ کو کافر وملعون جانتے ہیں بلکہ اپنے مذہب والوں کی لعن وتشنیع میں باک (خوف) نہیں کرتے، جو شخص انکے حالات سے واقف ہے وہ خوب جانتا ہے کہ لعن وتکفیر تمام اہلِ بدعت خصوصاً شیعہ کا وظیفہ ہے۔١٢ منہ قدس سرہ۔

قال الرضاء: لہٰذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ اگر کسی کے کلام میں ننانوے وجہ کفر کی نکلتی ہوں اورایک وجہ اسلام کی تو مفتی پر واجب ہے کہ وجہ اسلام کی طرف مَیل کرے[1] ((فإنّ الإسلام یَعلو ولا یُعلَی)) (بے شک اسلام ہمیشہ غالب رہنے والا ہے نہ کہ مغلوب ہونے والا)[2] ولہٰذا ہمارے ائمہ فرماتے ہیں: **لا نکفر أحداً من أهل القبلة.** ''ہم اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہیں کہتے۔''[3]

مگر یہاں ایک شدید فاحش مُغالطہ بعض گمراہ بددین دیا کرتے ہیں کہ ان اَقوال سے استدلال کر کے منکرانِ ضروریاتِ دین[4] کی تکفیر بھی بند کرنی چاہتے ہیں حالانکہ یہ

---

1 یعنی مفتی اس جانب مائل ہو اوراسی پر فتوی دے جس جانب اس کلام کرنے والے کے کلام سے اس کے اسلام کا اور مسلمان ہونے کا پہلو نکلتا ہو۔

"منح الروض الأزهر شرح فقه الاکبر"، مطلب یجب معرفة المکفرات، ص۱٦۲.

و"الفتاوی الهندیة"، کتاب السیر، الباب التاسع في أحکام المرتدین، ج۲، ص۲۸۳.

2 "صحیح البخاري"، کتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبي...إلخ، ج۱، ص٤٥٥.

3 "النهر الفائق"، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج۲، ص۱۹٤.

و"الدر المختار"، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، ج٤، ص۱۳۳-۱۳٤.

4 **ضروریاتِ دین:** ''وہ مسائلِ دین ہیں جن کو ہر خاص وعام جانتے ہوں''، جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیا کی نبوت، جنت ونار، حشر ونشر وغیرہا، مثلاً یہ اعتقاد کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، حضور کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقۂ علما میں شمار نہ کیے جاتے ہوں، مگر علما کی صحبت سے شرفیاب ہوں اور مسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں۔

(''بہارِ شریعت''، ایمان وکفر کا بیان، حصہ اول، ج۱، ص۱۷۲، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

خود کفر ہے، یہی ائمہ وعلماء کہ اقوال مذکورہ لکھ چکے، جا بجا تصریح فرمائی (یعنی متعدد مقامات پر صراحت ووضاحت فرمائی) کہ ''جو ضروریاتِ دین سے کسی شئے کے منکِر کو کافر نہ جانے، خود کافر ہے''۔ ''شفاء شریف'' و ''وجیز امام کردری'' و ''درمختار'' وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے:

من شكَّ في كفره وعذابه فقد كفر.

''جو ایسے کے کفر وعذاب میں شک لائے خود کافر ہوجائے۔''[1]

ایک اور ننانوے وجہ کے یہ معنی ہیں کہ اس کے کلام میں سو پہلو نکلتے ہوں ننانوے جانبِ کفر جاتے ہوں اور ایک طرفِ اسلام تو معنی اسلام ہی پر حَمل واجب، کہ باوصفِ احتمالِ اسلام، حکمِ کفر جائز نہیں[2] نہ یہ کہ جو ننانوے باتیں کفر کی کرے اور صرف ایک بات اسلام کی تو اسے مسلمان کہا جائے گا۔

حاشا (ہرگز) یہ کسی مسلمان کا مذہب نہیں یوں تو یہودی بھی اللہ کو ایک، موسیٰ علیه الصلاة والسلام تک انبیاء کو نبی، ''توراتِ مقدس'' کو کلام اللہ، قیامت وجنت ونار کو حق جانتے ہیں یہ ایک کیا صدہا باتیں اسلام کی ہوئیں، پھر کیا انہیں مسلم کہا جائے گا یا اُنہیں مسلمان کہنے والا کافر نہ ہوجائے گا! حاشا اللہ! بلکہ ہزار ہا باتیں اسلام کی کرے اور ایک کفر کی، مثلاً: ''قرآن عظیم'' ونماز پڑھے، روزہ رکھے، زکوٰۃ دے، حج کرے اور ساتھ ہی بت کو بھی سجدہ کرے تو قطعاً کافر ہوگا۔

---

1 ''الدر المختار''، كتاب الجهاد، باب المرتد، ج٦، ص٣٥٦.
و''الشفا''، الباب الأول في بيان ما هو حقّه صلى الله عليه وسلم... إلخ، ج٢، ص٢١٦.

2 یعنی جب تک اس متکلم کے مسلمان ہونے کا احتمال باقی ہے تو اس پر صورت مذکورہ میں کفر کا حکم لگانا جائز نہیں۔

یونہی ائمہ دین وعلمائے معتمَدین نے تصریح فرمادی ہے کہ اہلِ قبلہ سے مراد وہ ہیں ''جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتے ہیں'' اُنہیں کی تکفیر جائز نہیں اور جو ضروریاتِ دین سے ایک بات کا منکر ہو وہ اہل قبلہ ہی سے نہیں، اس کی تکفیر میں شک بھی کفر ہے نہ کہ اِنکار، ''شرح مواقف'' و''حاشیہ چلپی'' و''شرح فقہ اکبر'' و''حواشی درمختار'' وغیرہا میں اس کی تحقیق ہے۔[1] بڑا حوالہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دیا جاتا ہے کہ وہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے، بیشک مگر وہی جو حقیقۃً اہل قبلہ ہیں نہ فقط وہ کہ کلمہ پڑھیں اور قبلے کو منہ کریں اگرچہ کھلے کفر بکیں، خود سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی عقائد کی کتاب ''فقہ اکبر شریف'' میں فرماتے ہیں: **صفاته في الأزل غير محدثة ولا مخلوقة فمن قال: إنّها مخلوقة أو محدثة أو وقف فيها أوشك فيها فهو كافر باللّٰه تعالى.**

''اللہ تعالیٰ کی صفتیں ازلی ہیں، نہ حادث، نہ مخلوق تو جو اُنہیں مخلوق یا حادث بتائے یا ان کے بارے میں توقف کرے یا شک لائے وہ کافر ہے۔''[2]

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: چھ مہینے مناظرے کے بعد میری اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اس پر مستقر ہوئی (یعنی میرا اور امام اعظم کا اس بات پر اتفاق ہوا) کہ جو کوئی قرآن عظیم کو مخلوق کہے کافر ہے۔[3]

---

1 "منح الروض الأزهر"، فصل في الكفر صريحاً و كناية، ص١٨٨.
و"ردّ المحتار"، كتاب الصلاة، باب الإمامة، ج٢، ص٣٥٨.
2 "الفقه الأكبر"، الباري جلّ شأنه موصوف في الأزل... إلخ، ص٢٥.
3 "منح الروض الأزهر"، القرآن كلام اللّٰه غير مخلوق ولا حادث، ص٢٦.
و"الحديقة الندية"، والقرآن كلام اللّٰه تعالى غير مخلوق، ج١، ص٢٥٨.

یہ فوائد خوب یاد رکھنے کے ہیں کہ نیچری کفار[1] اور اُن کے اَذ ناب واَنفار[2]

1 ''نیچری اکثر ضروریاتِ دین کے منکر ہیں، کہتے ہیں: نہ جنت ہے، نہ دوزخ، نہ حشرِ اجسام (یعنی قیامت میں زندہ اٹھایا جانا) نہ کوئی فرشتہ ہے، نہ کوئی جن، نہ آسمان ہے، نہ اسراء اور معجزہ اور (ان کا گمان ہے) موسیٰ کی لاٹھی میں پارہ تھا، تو جب اس کو دھوپ لگتی وہ لاٹھی ہلتی تھی، اور سمندر کو پھاڑ دینا مدوجزر کے سوا کچھ نہیں تھا، اور غلام بنانا وحشیوں کا کام ہے، اور ہر وہ شریعت جو اس کا حکم لائی تو وہ حکم اللہ کی طرف سے نہیں، اس کے علاوہ ان گنت اور بے شمار کفریات اس کے منضم ہیں۔ اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھوٹی بڑی تمام احادیث کو رَد کرتے ہیں، اور اپنے زعم میں قرآن کے سوا کچھ نہیں مانتے، اور قرآن کو بھی نہیں مانتے مگر اسی صورت میں جب وہ ان کی بے ہودہ رائے کے موافق ہو اب اگر قرآن میں ایسی چیز دیکھتے جو ان کے ان اوہامِ عادیہ رسمیہ کے مناسب نہیں جنھیں انہوں نے اپنا اصول ٹھہرایا جس اصول کا نام ان کے نزدیک ''نیچر'' ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی آیتوں کو تحریفِ معنوی کے ذریعہ سے رَدّ کرنا واجب مانتے ہیں، خاص طور پر جب قرآنی آیات میں ایسی کوئی بات ہو جو نصرانیوں کی تحقیقاتِ جدیدہ اور یورپ کی تراشیدہ تہذیب کے مخالف ہو، جیسے: آسمانوں کا وجود جس کے بیان کے ساتھ قرآنِ عظیم اور تمام کتبِ الٰہیہ کے سمندر موجیں مار رہے ہیں۔''

(''المعتمد المستند''، ص۳۲۹، (مترجم))

2 یعنی کافر نیچریوں کے دُم چھلے اور انکے چیلے، موجودہ دور کے وہابی، دیوبندی اور غیر مقلد وغیرہ ہیں جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے کہلواتے ہیں حالانکہ قرآن وحدیث کی فہم وفراست سے انہیں دور کا بھی علاقہ نہیں کہ قرآن وحدیث کے نام پر عام مسلمانوں کو بہکاتے خدا ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔

ایسی جگہ بہت غل مچاتے ہیں اور علانیہ کفر کر کے مسلمانوں کو اپنی تکفیر سے روکنا چاہتے ہیں۔ واللّٰہ الهادي.﴾

مسئلہ۱۰: کسی مسلمان کو یہ بددعا کہ تجھ پر خدا کا غضب نازل ہو اور تو آگ یا دوزخ میں داخل ہو، نہ دے کہ حدیث شریف میں اس کی ممانعت وارد ہے۔ (1)

مسئلہ۱۱: جو کافر مرا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اس کے لیے دعائے مغفرت حرام ہے۔

قال اللّٰه عزّوجلّ:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِo وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾ (2)

وقد ثبت في "الصحيحين" أنّ سبب نزول هذه الآية قوله صلى

---

1 "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في اللعن، الحديث: ٤٩٠٦، ج٤، ص٣٦٢.

2 اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ''نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ انہیں کھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں اور ابراہیم کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدے کے سبب جو اُس سے کر چکا تھا، پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس سے تنکا توڑ دیا (لاتعلق ہوگیا)۔ بےشک ابراہیم ضرور بہت آہیں کرنے والا متحمل ہے۔'' (ترجمۂ کنزالایمان)

(پ١١، التوبة: ١١٣-١١٤)

اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لأبي طالب: ((لأستغفرنّ لک ما لم أُنه عنک)). [1]

علامہ شہاب الدین قرافی مالکی [2] تصریح کرتے ہیں کہ کفار کے لیے دعائے مغفرت کفر ہے کہ آیۂ کریمہ:﴿اِنَّ اللّٰـهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ﴾ [3] میں معاذ اللّٰہ کذب قولِ الٰہی چاہتا ہے۔ [4]

قال الرضاء: یعنی اگر کفار کی مغفرت اور ان کا دوزخ سے نجات پانا شرعاً جائز مانتا ہے تو بیشک مُنکِرِ نُصُوصِ قاطِعَہ ہے ورنہ یہ کلمہ حرام و ناروا ہے کہ اس سے انکار لازم آتا

---

1 ''بخاری'' و''مسلم'' میں ،موجود ہے کہ مذکورہ آیت کے نزول کی وجہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا ابوطالب کے بارے میں یہ فرمانا ہے کہ میں تمہارے لئے اس وقت تک بخشش طلب کرتا رہوں گا جب تک مجھے میرے رب کی جانب سے تمہارے لئے منع نہ کیا جائے۔

"صحيح البخاري"، كتاب الجنائز، باب إذا قال المشرك عند الموت: لاإله إلا اللّٰه، الحديث: ١٣٦٠، ج١، ص١٠٦.

و"صحيح مسلم"، كتاب الإيمان، باب الدليل على صحة الإسلام ... إلخ، الحديث: ١٢٤، ص٣١-٣٢.

2 قاہرہ میں امام شافعی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کے مزار سے متصل علاقہ کو''قرافہ'' کہتے ہیں ہیں چونکہ یہ اسی علاقہ کے رہنے والے تھے اس وجہ سے ان کو قرافی کہتے ہیں۔

3 ترجمۂ کنز الایمان: ''اللّٰہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے۔'' (پ٥، النسآء: ١١٦)

4 یعنی: معاذ اللّٰہ! اللّٰہ تعالٰی کے فرمان کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اس نے تو فرما دیا کہ وہ مشرکین کو نہیں بخشے گا اور یہ چاہتا ہے کہ ان کی بخشش ہو جائے۔

"الفروق" للقرافي، الفرق الثاني والسبعون والمأتان، القسم الأول، ج٤، ٤٤٣.

ہے بلکہ عندالتفتیش اسے دوسخت آفتوں کا سامنا ہے، شرعاً محال مان کراب جواستدعا کرتا ہے آیا واقعی وقوع چاہتا ہے یایونہی لفظ بے معنی بک رہا ہے۔

اوّل میں حق سبحانہ وتعالیٰ سے اس کی خبر کی تکذیب چاہنا،

اور دُوُم عَبَث واِسْتِہزاء ہے اور دونوں کا پہلو معاذ اللہ جانبِ کفر جھکتا ہے۔

بہرحال صورتِ سابقہ یقیناً کفر اور ثانی اَشد حرام، سخت کبیرہ جس سے توبہ وتجدید اسلام ونکاح لازم۔[1]

فافهم فإنَّ المقام مزلّة الأقدام وقد أطال الكلام ههنا العلامة الحلبي في "الحلية"[2] ولخَّصه في "ردّ المحتار"[3] وزاد، والكلّ غير

---

1 یعنی اگر کفار ومشرکین کی بخشش ونجات کوشرعاً جائز سمجھتا ہے، تو یہ آیات قرآنیہ کے انکار وتکذیب کے سبب کھلا کفر ہے اور اگر شرعاً ان کی مغفرت ونجات کو جائز نہ سمجھتے ہوئے ان کیلئے بخشش کی دعا کرتا ہے تو یہ کفر نہیں البتہ شدید حرام وسخت کبیرہ گناہ ہے کہ اس وجہ سے یہ دو بڑی آفتوں میں مبتلا ہوا پہلی یہ کہ جانتا ہے کہ انکی کسی صورت بخشش نہیں پھر بھی انکی بخشش کی دعا سے انکی واقعی مغفرت کا طلبگار ہے جو انتہائی درجہ کی بے باکی اور خبر خداوندی کا کذب چاہنا ہے یا پھر یونہی فضول بات بک رہا ہے اور معاذ اللہ! اللہ عزوجل سے ٹھٹا اور استہزاء کررہا ہے اور ان دونوں باتوں میں کفر کا اندیشہ ہے جو سخت حرام لہٰذا اس سے تجدید ایمان ونکاح دونوں لازم ہیں۔

2 وهي: "الحلبة" أي:"حلبة المجلّي شرح منية المصلّي" ولكن في بلادنا معروفة بـ"الحلية".

"الحلبة "، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج٢، ص٢٥٥_٢٥٦.

3 "رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب في خلف الوعيد ... إلخ، ج٢، ص٢٨٨-٢٨٩.

محرَّر ولولا غرابة المقام لنبأتک بما لهما وعليهما وقد بيناه فيما علقناه عليهما[1] ولعلّ الحق لا يتجاوز عن الحكمين الذين أشرتُ إليهما، واللّٰه سبحنه وتعالٰى أعلم.﴾[2]

مسئلہ۱۲: نظر بدلیلِ سابق یہ دعا کہ خدایا! سب مسلمانوں کے سب گناہ بخش دے جائز نہیں[3] کہ جس طرح وہاں تکذیبِ آیات لازم آتی ہے، اس دعا سے ان احادیث کی تکذیب ہوتی ہے جن میں بعض مسلمانوں کا دوزخ میں جانا وارد ہوا، اور ان کا آحاد ہونا اس جرأت کا مُجوِّز نہیں[4] اور قولہ عزّوجلَّ: ﴿يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي

---

1 "جدّ الممتار" كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج٢، ص ٢٢١-٢٢٢.

و"هامش الحلبة" للإمام أحمد رضا خان عليه الرحمة، ص٧٣-٧٤.

2 سمجھ لے کیونکہ یہ قدموں کے پھسلنے کا مقام ہے، اور علامہ حلبی نے ''حلبہ'' میں اس بارے میں طویل کلام فرمایا ہے جسکا خلاصہ علامہ شامی نے ''ردّالمحتار'' میں بیان فرماتے ہوئے اور کلام زائد فرمایا اور مکمل کلام غیر محرر ہے، اگر یہ پیچیدہ کلام نہ ہوتا تو میں تمہیں ان (صاحب ''ردالمحتار'' و''حلبہ'') کے دلائل اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات سے آگاہ کرتا، ہاں! ''ردالمحتار'' اور ''حلبہ'' پر جو میں نے حواشی لکھے ہیں ان میں مَیں نے اسے بیان کیا ہے اور ممکن ہے کہ درستی ان دو حکموں سے آگے نہ بڑھے جنکی طرف میں نے ابھی اصل کتاب میں اشارہ کیا ہے، اور پاکیزہ و بلند شان والا رَب عزوجل بہتر جانتا ہے۔

3 یعنی: مذکورہ بالا دلیل کی روشنی میں یہ دعا کرنا کہ ''یا اللہ! سب مسلمانوں کے سب گناہ بخش دے'' جائز نہیں۔

4 یعنی: جن احادیث میں بعض مسلمانوں کا دوزخ میں جانا وارد ہوا اگرچہ وہ احادیث خبر واحد کے زُمرے سے ہیں اس کے باوجود اس بات کو کسی طور پر بھی جائز قرار نہیں دیا جاسکتا کہ سب مسلمانوں کے سب گناہوں کی ایسی بخشش طلب کرنا کہ کوئی گناہ نام کو بھی باقی نہ رہے فرمانِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تکذیب کرنا ہے۔

الْاَرْضِ﴾[1] اور﴿فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا﴾[2] أَيْ: مِنَ الْكُفْرِ فَيَعُمُّ الْمُسْلِمِيْنَ[3] ان کے منافی اوراس دعا کے جواز کے لیے کافی نہیں[4] کہ افعال سیاق ثبوت میں اجماعاً عموم پر دلالت نہیں کرتے اور بر تقدیرِ تسلیم اس جگہ خصوص مراد ہے تا(کہ) قواعدِ شرع سے خلاف لازم نہ آئے[5] ہاں! اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلِجَمِيْعِ

---

1 اللہ عزوجل کا فرمان: ''زمین والوں کیلئے معافی مانگتے ہیں۔'' (ترجمۂ کنزالایمان)

(پ ۲۵، الشوریٰ: ۵)

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''تو انھیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی۔'' (پ ۲٤، المؤمن: ۷)

3 یعنی: جنہوں نے کفر سے توبہ کی اور یہ آیت مسلمانوں کو بھی شامل ہے۔

4 یعنی قرآن پاک کی یہ مذکورہ آیات ان احادیث مبارکہ کے منافی نہیں کہ جن میں بعض مسلمانوں کا دوزخ میں جانا وارد ہوا اور نہ ہی یہ آیاتِ کریمہ سب مسلمانوں کے سب گناہوں کی ایسی بخشش کیلئے دعا کو جائز قرار دیتی ہیں کہ اصلاً کوئی گناہ نام کو بھی باقی نہ رہے۔

5 یہاں افعال سے مراد وہ ہیں کہ جو فرشتوں سے صادر ہوئے یعنی تمام زمین والوں کیلئے بخشش کی دعا کرنا۔ تو اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ ان کے افعال کی طرح ہمیں بھی وہی فعل کرنا یعنی تمام مسلمانوں کے سب گناہوں کی ایسی مغفرت طلب کرنا کہ اصلاً کوئی گناہ نام کو بھی باقی نہ رہے، جائز نہیں کہ یہ انہیں کا خاصہ ہے، اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ہمارے حق میں بھی وہ افعال جائز ہیں تو پھر ہم یہ کہیں گے کہ اس جگہ خصوص مراد ہے یعنی زمین والوں سے مراد یہاں سب زمین والے نہیں بلکہ بعض مراد ہیں اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ سب زمین والے ہی مراد ہیں مگر ان سب کے تمام گناہوں کی ایسی بخشش مراد نہیں کہ اصلاً کوئی گناہ نام کو بھی باقی نہ رہے بلکہ تمام مسلمانوں کیلئے فی الجملہ مغفرت طلب کی گئی ہے اور تمام مسلمانوں کیلئے فی الجملہ مغفرت اور بعض پر بعض گناہوں کے سبب عذاب ہونے میں کوئی تضاد نہیں۔

الْمُسْلِمِیْنَ بےنیتِ تعمیمِ حقیقی جائز ہے،[1] هذا حاصل كلام قَرَافِيّ، ذكره في ''شرح المنية'' لابن أمير الحاج.[2]

قال الرضاء: یہ دوسرا مسئلہ معرکۃ الآرا ہے، علامہ قَرَافی وغیرہ علما تو عدمِ جواز کی طرف گئے اور علامہ کرمانی نے اس میں مُنَازَعت کی (یعنی مخالفت کی) جسے ''شرح مُنیہ'' میں رَدکر دیا پھر مُحقِّق حَلَبی نے اس بنا پر کہ مسلمانوں کے لیے خلفِ وعید بمعنی عطا و مغفرت جائز (بلکہ قطعاً واقع ہے) اور اس دُعا میں برادرانِ دینی پر شفقت سمجھی جاتی ہے اور جوازِ دعا جوازِ مغفرت پر مبنی ہے نہ کہ وقوع پر، تو عدمِ وقوعِ مغفرتِ جمیع کی حدیثیں اس دُعا کے خلاف نہیں، اس کے جواز کی طرف میل کیا[3] علامہ زین نے ''بحر الرائق''، پھر علامہ محقق علائی

---

1 ہاں یہ دعا کہ ''اے اللہ! میری اور تمام مسلمانوں کی بخشش فرما'' اگر اس میں نیت یہ نہ ہو کہ تمام مسلمانوں کے تمام گناہوں کی بخشش ہو جائے، تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔

2 یہ امام قرافی کے کلام کا خلاصہ ہے جسے علامہ حلبی نے ''شرح منیہ'' میں ذکر کیا۔

3 یعنی: یہ مسئلہ کہ ''تمام مسلمانوں کے تمام گناہوں کی بخشش ہو جائے'' اس میں علمائے کرام کا اختلاف ہے علامہ قرافی وغیرہ اسے ناجائز کہتے ہیں جبکہ علامہ کرمانی نے اس میں اختلاف کیا جس کا محقق حلبی نے ''شرح منیہ'' میں رَدّ فرمایا پھر محقق حلبی نے اس کے جواز کی طرف مائل ہوتے ہوئے یہ تاویل کی کہ خلفِ وعید بمعنی عطا و مغفرت، مسلمانوں کے حق میں جائز بلکہ قطعاً واقع ہے، نیز اس دعا میں مسلمانوں پر شفقت بھی ہے اور دعا کا جواز، مغفرت کے جائز ہونے پر ہے نہ کہ اس کے واقع ہو جانے پر، تو وہ احادیث کریمہ جن میں تمام گناہوں کی مغفرت کا واقع نہ ہونا وارد ہوا، وہ احادیث کریمہ اس جوازِ مغفرت کے خلاف نہیں ہیں۔

نے ''دُرِّ مختار'' میں انکی تَبَعِیَّت کی (یعنی: علامہ ابن نجیم اور محقق علائی نے علامہ حلبی کی پیروی کی)۔[1]

مگر اس میں صریح خدشہ ہے کہ جواز صرف عقلی ہے نہ کہ شرعی کہ حدیث مُتَواتِرَۃُ الْمَعْنی سے بعض مؤمنین کی تعذیب ثابت اور نووی وابی ولقانی نے اس پر اجماع نقل کیا اور جوازِ دعا کے لیے صرف جواز عقلی باوجود استحالۂ شرعی کافی ہونا مسلَّم نہیں، اس طرف محقق شامی نے ''رَدُّ المحتار'' میں اشارہ فرمایا۔[2] رہا اظہارِ شفقت سے عذر، میں کہتا ہوں: وہ محلِ تکذیبِ نصوص میں قابلِ سماعت نہیں[3] فتأمّل.

ثمّ أقول وباللّٰہ التوفیق: یہاں تعمیمیں دو ہیں: ایک تعمیمِ مسلمین، دوسری تعمیمِ ذنوب۔

اگر داعی (دعا مانگنے والا) صرف تعمیم اوّل پر قناعت کرے، مثلاً کہے: **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ**[4] یا **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**[5] تو قطعاً جائز ہے اور اس کا امام قرافی کو بھی انکار نہیں اور اس کے فضل میں احادیث وارِد اور اس کا جواز آیات سے مستفاد اور یہ طَبَقَہ بَطَبَقَہ مسلمین میں بلا نکیر شائع،

---

1 ''البحر الرائق''، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج١، ص٥٧٧-٥٧٨.

و''الدر المختار''، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها، ج٢، ص٢٨٨.

2 ''ردّ المحتار''، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها، مطلب في خلف الوعيد وحكم الدعاء... إلخ، ج٢، ص٢٨٩.

3 یعنی: یہ عذر پیش کرنا کہ تمام مسلمانوں کے تمام گناہوں کی بخشش چاہنا ان سے شفقت کا اظہار کرنا ہے تو یہ بات قابلِ قبول نہیں کہ اس سے آیات واحادیث کی تکذیب لازم آتی ہے۔

4 اے اللہ! میری، میرے ماں باپ اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمانوں عورتوں کی بخشش فرما۔

5 اے اللہ! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بخش دے۔

اور اگر صرف تعمیم ثانی پر اکتفاء کرے، مثلاً: اپنے لئے کہے: الٰہی! میرے سب گناہ چھوٹے بڑے، ظاہر، چھپے، اگلے، پچھلے معاف فرما، یا کہے: الٰہی! میرے اور میرے والدین ومشائخ واحباب واصول وفروع اور تمام اہلسنّت کے لئے ایسی مغفرت کر جو اصلاً کسی گناہ کا نام نہ رکھے، جب بھی قطعاً جائز اور اس قسم کی دعا بھی حدیث میں وارد اور مسلمین میں مُتَوارِث (یعنی مسلمانوں میں چلی آرہی ہے)، ان دونوں صورتوں کے جواز میں تو کسی کا کلام نہیں ہوسکتا کہ اس میں اصلاً کسی نص کی تکذیب نہیں۔

صورتِ ثانیہ (دوسری صورت یعنی تعمیم ذنوب) میں تو ظاہر ہے کہ نصوص صرف اس قدر پر دال کہ بعض مسلمین مُعذَّب ہوں گے، ممکن کہ وہ داعی اور اس کے والدین ومشائخ واحباب وجمیع اہلسنّت کے سِوا اور لوگ ہوں۔

اسی طرح صورتِ اُولیٰ (پہلی صورت یعنی تعمیم مسلمین) میں کوئی حرج نہیں کہ ہر مسلمان کے لئے فی الجملہ مغفرت اور بعض پر بعض ذُنوب (گناہوں) کی وجہ سے عذاب ہونے میں تنافی نہیں۔

أقول: بعض نصوص سے نکال سکتے ہیں کہ فی الجملہ مغفرت ہر مسلمان کے لیے ہوگی، احادیثِ صریحہ ناطق (یعنی احادیث کے ارشاد) کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت سے ہر وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہے دوزخ سے نکال لیا جائے تو ضرور ہے کہ یہ نکلنا قبل پوری سزا پالینے کے ہو ورنہ شفاعت کا اثر کیا ہوا۔

اب رہی صورت ثالثہ (تیسری صورت) یعنی داعی دونوں تعمیمیں کرے مثلاً: کہے: الٰہی! سب مسلمانوں کے سب گناہ بخش دے۔

أقول: اس کے پھر دو۲ معنی محتمل:

ایک یہ کہ مغفرت بمعنی ''تَجَاوُزْ فِی الْجُمْلَه'' کے لیں تو حاصل یہ ہوگا کہ الٰہی! کسی مسلمان کو اس کے کسی گناہ کی پوری سزا نہ دے، اس کے جواز میں بھی کچھ کلام نہیں کہ مفادِ نصوص مطلقاً تعذیبِ بعض عُصاۃ ہے نہ کہ استیفائے جزائے بعض ذنوب (1) بلکہ کریم کبھی اِسْتِقْصَاء نہیں فرماتا (یعنی مالک کریم عزوجل کبھی پوری باز پرس نہیں فرماتا) **ألا تری! إلی قوله تعالی:** ﴿عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ﴾ (2) جب **أَکْرَمُ الخَلْق** مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی پورا مُوَاخَذَہ نہیں فرمایا (یعنی پوری باز پرس نہیں فرمائی) تو ان کا مولٰی عزوجل تو **أَکْرَمُ الْأَکْرَمِین** ہے۔

دوسرے یہ کہ مغفرتِ تامہ کاملہ مراد لی جائے یعنی ہر مسلمان کے ہر گناہ کی پوری مغفرت کر کہ کسی مسلمان کے کسی گناہ پر اصلاً مُوَاخَذَہ نہ کیا جائے، یہ بیشک تکذیبِ نصوص کی طرف جائے گا اور اسی کو امام قرافی ناجائز فرماتے ہیں۔ اور بیشک یہی مِنْ حَيْثُ الدَّلِيل راجح نظر آتا ہے اور اس طرح کی دعا کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں اور مسلمین کے حق میں خلفِ وعید کا جواز (جس سے خود حسبِ تصریحِ ''حلیہ'' ودیگر قائلان جوازِ عفو و مغفرت مراد

---

1 یعنی احادیث مبارکہ میں جو بعض مسلمانوں کے عذاب کا ذکر ہے اس کا مقصود و مراد یہ ہے کہ بعض گنہگاروں کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا یہ نہیں کہ وہ اپنے تمام گناہوں کی پوری پوری سزا پائیں گے۔

2 کیا تو نے اللہ عزوجل کا یہ فرمان نہ سنا: ''تو نبی نے اُسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی۔'' (کنزالایمان)

(پ۲۸، التحریم: ۳)

اور وہ یقیناً اجماعاً جائز بلکہ واقع ہے) اس مسئلہ میں کیا مفید کہ بعض کے لیے اس کا عدم ووقوعِ عذاب، تواتر واجماع سے ثابت تو یہاں کلامِ ''حلیہ'' محلِ کلام ہے اور مسئلہ ائمہ کیا مشائخ سے بھی منقول نہیں کہ دوسروں کو مجالِ سُخَن (اعتراض کی گنجائش) نہ رہے، پس أَحْـــوَط یہی ہے (یعنی: زیادہ احتیاط اسی میں ہے) کہ اس صورتِ ثالثہ کے معنیٰ ثانی (تیسری صورت کے دوسرے معنیٰ یعنی مغفرت تامہ کاملہ) سے احتراز کرے۔شاید مُصَنِّف علَّام قُـــدِّسَ سِـــرُّہٗ نے اسی لئے صرف کلامِ امام قرافی پر اقتصار فرمایا کہ رجحان واحتیاط اسی طرف ہے۔ واللّٰہ تعالٰی أعلم.

هـذا مـا ظهـر لـي في النظر الحاضر، فتأمّل لعلّ اللّٰه يحدث بعد ذلك أمراً. (1)

مسئلہ۱۳: قال الرضاء: اپنے اور اپنے احباب کے نفس واہل ومال ووَلَد (بچوں) پر بددعا نہ کرے کیا معلوم کہ وقتِ اجابت ہو اور بعد وقوعِ بَلا (مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد) پھر ندامت ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''اپنی جانوں پر بددعا نہ کرو اور اپنی اولاد پر بددعا نہ کرو اور اپنے خادم پر بددعا نہ کرو اور اپنے اموال پر بددعا نہ کرو کہیں اجابت کی گھڑی سے موافق نہ ہو۔''

1 یہ وہ کلام ہے جو اس وقت غور وفکر سے مجھ پر منکشف ہوا پس تو غور کر شاید اللہ عزوجل اسکے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔

رواه مسلم وأبو داود وابن خزيمة عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه تعالٰی عنهما.(1)

اورفرماتے ہیں: ''تین دعائیں بیشک مقبول ہیں: دعا مظلوم کی اور دعا مسافر کی اور ماں باپ کا اپنی اولاد کوکوسنا۔''

رواه الترمذي وحسّنه عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالٰی عنه.(2)

تنبیہ: دیلمی وغیرہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إنّی سألت اللّٰه أن لا يقبل دعاء حبيب على حبيبه)).

''بیشک میں نے اللہ تعالٰی سے سوال کیا کہ کسی پیارے کی پیارے پر بددعا قبول نہ فرمائے۔''(3)

---

1 اس حدیث کوامام مسلم، ابوداؤداورابن خزیمہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

"صحيح مسلم"، كتاب الزهد والرقائق، باب حديث جابر الطويل... إلخ، الحديث: ٣٠٠٩، ص١٦٠٤.

و"سنن أبي داود"، كتاب الصلاة، باب النهي أن يدعو... إلخ، الحديث: ١٥٣٢، ج٢، ص١٢٦.

2 اس حدیث کوامام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور حسن کہا۔

"سنن الترمذي"، كتاب الدعوات، باب ما ذكر في دعوة المسافر، الحديث:٣٤٥٩، ج٥، ص٢٨٠.

3 "المسند الفردوس" للديلمي، الحديث: ١٨٩، ج١، ص٥٢.

علامہ شمس الدین سخاوی اسے لکھ کر فرماتے ہیں: صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اولاد پر ماں باپ کی بددعا رَدّ نہیں ہوتی تو اس حدیث کو ان سے توفیق دیا (تطبیق دینی) چاہیے[1]، انتھی۔

أقول وباللّٰہ التوفیق: بددعا دو طور پر ہوتی ہے:

ایک یہ کہ داعی (یعنی دعا کرنے والے) کا قلب حقیقۃً اس کا یہ ضرر (نقصان) نہیں چاہتا، یہاں تک کہ اگر واقع ہو تو خود سخت صدمے میں گرفتار ہو۔ جیسے: ماں باپ غصے میں اپنی اولاد کو کوس لیتے ہیں مگر دل سے اس کا مرنا یا تباہ ہونا نہیں چاہتے اور اگر ایسا ہو تو اس پر ان سے زیادہ بے چین ہونے والا کوئی نہ ہوگا۔ دیلمی کی حدیث میں اسی قسمِ بددعا کیلئے وارد کہ حضور رَءُ وْفُ الرَّحِیْمِ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا مقبول نہ ہونا اللہ تعالٰی سے مانگا۔ نظیر اس کی وہ حدیث صحیح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی: ''الٰہی! میں بشر ہوں بشر کی طرح غضب فرماتا ہوں تو جسے میں لعنت کروں یا بددعا دوں اسے تو اس کے حق میں کفارہ واجر و باعثِ طہارت کر۔''[2]

دوسرے اس کے خلاف کہ داعی کا دل حقیقۃً اس سے بیزار اور اُس کے اس ضرر کا خواستگار (امیدوار) ہے اور یہ بات ماں باپ کو معاذ اللہ اسی وقت ہوگی جب اولاد اپنی شقاوت سے عقوق کو (یعنی: نافرمانی و سرکشی کو) اس درجۂ حد سے گزار دے کہ ان کا دل واقعی اس کی طرف سے سیاہ ہو جائے اور اصلاً محبت نام کو نہ رہے بلکہ عداوت آجائے۔ ماں باپ کی ایسی ہی بددعا کے لیے فرماتے ہیں کہ رَدّ نہیں ہوتی۔

---

1 ''المقاصد الحسنة''، حرف الدال المهملة، تحت الحديث: ٤٨٧، ص ٢٢١.

2 ''صحيح مسلم''، كتاب البر والصلة، باب من لعنه النبي ... إلخ، الحديث: ٢٦٠٠-٢٦٠٣، ص ١٤٠١-١٤٠٣.

والعياذ باللّٰه سبحنه وتعالٰی، هذا ما ظهر لي، واللّٰه تعالٰی أعلم.[1]

مسئلہ ۱۴: قال الرضاء: تحصیلِ حاصل (یعنی: جو چیز پہلے سے حاصل ہوا سکے حصول) کی دعا نہ کرے مثلاً: مرد کہے: الٰہی! مجھے مرد کردے[ا] کہ یہ استہزاء (مذاق وٹھٹا) ہے، ہاں ایسی دعا جس میں امتثالِ امرِ شریعت (یعنی: شرعی احکامات کی بجا آوری) یا اظہارِ عجز وعُبُودِیَّت یا خدا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت یا دین واہلِ دین کی طرف رغبت یا کفر وکافرین سے نفرت وغیرہ مَنافِع نکلتے ہیں وہ جائز ہے اگرچہ اس امر کا حصول یقینی ہو، جیسے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، اَللّٰهُمَّ أَعْطِ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَةَ، اَللّٰهُمَّ ارْضِ عَنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ أَعْطِ بَیْتَكَ الْمُکَرَّمَ شَرَفاً وَتَکْرِیْماً، اَللّٰهُمَّ الْعَنْ أَعْدَاءَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.[2]

---

1 اللہ پاک وبلند ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ وہ گوہر پارے کہ میرے رب عزوجل نے مجھ پر ظاہر فرمائے اورسب سے زیادہ علم والا تو اللہ عزوجل ہی ہے۔

ا جبکہ مرد سے یہی معنی لغوی مراد ہو اور اگر مرد بمعنی شجاع ودلیر یا مردِ حقیقی، مردراہِ خدا مراد لے تو استہزاء نہیں۔ مرد باش یا خاك پائے مرد باش۔ ۱۲ منه حفظه ربه. (یعنی مرد بنو یا کسی اللہ کے ولی کی صحبت اختیار کرو)

2 اے اللہ! ہمارے آقا وسردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُرود بھیج، اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ چلا، اے اللہ! ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ عطا فرما، اے اللہ! صحابہ کرام سے راضی ہو، اے اللہ! تو بیت اللہ شریف کو شرف اور بزرگی عطا فرما، اے اللہ! سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کو اپنی رحمت سے دور فرما۔

کہ اگرچہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُرود کا نزول اور مسلمانوں کو رُشد و ہدایت تک وصول، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ ملنا اور اللہ تعالیٰ کا اصحابِ کرام سے راضی ہونا اور بیت مکرم کی عزت وکرامت اور حضور کے اَعدا پر غضب ولعنت سب یقینی باتیں ہیں مگر ان دعاؤں میں وہی منافع مذکورہ ہیں، تو فضول واستہزاء نہیں ہوسکتیں۔

أقــــول: علاوہ بریں ان سب میں وہ تاویل جو انہیں طلبِ حاصل سے جدا کر دے ممکن **وللتفصيل محلّ آخر**. (یعنی اس مسئلہ کی تفصیل کسی اور مقام پر کی جائیگی)۔

مسئلہ۱۵: قـال الرضـاء: دعا میں حُجر وتنگی نہ کرے۔ مثلاً: یوں نہ مانگے کہ تنہا مجھ پر رحم فرما، یا صرف مجھے اور میرے فلاں فلاں دوستوں کو نعمت بخش۔ حدیث میں ہے: ایک اعرابی نے دعا کی: **اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِيْ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَداً**.

''الٰہی! مجھ پر رحم کر اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنی رحمت نازل فرما (اور ہمارے سوا کسی اور پر رحمت نہ فرما)۔ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: **((لقد حَجَّرْتَ وَاسِعاً))** ''بیشک تو نے بڑی وسعت والی چیز کو تنگ کر دیا۔''[1]

اے عزیز! رحمتِ الٰہی شاملِ اَنام ہے (یعنی تمام مخلوق کے ساتھ ہے) اور اس کا انعام عالَم کو عام: ﴿**رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ**﴾[2]

جو نیک بات اپنے لئے درکار ہو جب تمام مسلمانوں کے لئے چاہے گا اگر خود مستحق نہیں اس خیر خواہیِ عام کی برکت سے مستحق ہو جائے گا یا یوں کہ ان میں بعض تو یقیناً

---

1 "صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، الحديث: ٦٠١٠، ص٥٠٨.

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔'' (پ ۹، الأعراف: ١٥٦)

ہر خیر وفلاح کے قابل ہیں تو کسی کا طفیلی ہو کر پائے گا بخلاف اس صورت کے کہ صرف اپنے یا اور بعض احباب کے لیے چاہی، باقی کے لئے پسند نہ کی تو ایک تو عام مومنین کی بدخواہی، دوسرے کمالِ ایمان کا نقصان۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((لا يؤمن أحدكم حتى يحبّ لأخيه ما يحبّ لنفسه)).

''تم میں کوئی مومن کامل نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی مسلمان کیلئے وہی نہ چاہے جو خود اپنے لئے چاہتا ہے۔''(1)

اور فرماتے ہیں: **((الدين النصح لكلّ مسلم)).**

''دین ہر مسلمان کی خیر خواہی کا نام ہے۔''(2)

ولہٰذا احادیث میں تعمیمِ دعا (یعنی: اپنی دعا میں سب مسلمانوں کو شامل کرنے) کے بہت فضائل وارد ہوئے۔ **كما أسلفناه في فصل الآداب، والله تعالى أعلم بالصواب.**(3)

---

1 "صحيح البخاري"، كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، الحديث: ١٣، ج١، ص١٦.

2 "سنن النسائي"، كتاب البيعة، النصيحة للإمام، الحديث: ٤٢٠٣-٤٢٠٦، ص٦٨٤-٦٨٥.

3 جیسا کہ ہم نے پیچھے آدابِ دعا کی فصل (یعنی فصل دوم) میں ذکر کیا اور اللہ عزوجل ہی حق کو زیادہ جاننے والا ہے۔

فصلِ ہشتم اُن لوگوں کے بیان میں جنکی دعا قبول ہوتی ہے۔

قال الرضاء: وہ انیس۱۹ ہیں۔ آٹھ۸ حضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ذکر فرمائے اور گیارہ۱۱ فقیر غَفَرَاللّٰہُ تعالٰی لَہٗ نے زائد کئے۔ ﴾

اوّل(۱): مُضْطَر (بے چین وپریشان حال)۔

قال الرضاء: اس کی طرف تو خود قرآن عظیم میں اِشارہ موجود:

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾.[1] ﴾

دُوُم(۲): مظلوم اگر چہ فاجر ہو، اگر چہ کافر ہو۔

قال الرضاء: حدیث میں ہے: ''اللہ تعالٰی اس سے فرماتا ہے:

((وعزتي لأ نصرنّک ولو بعد حین))

''مجھے اپنی عزت کی قسم بیشک ضرور میں تیری مدد کروں گا اگر چہ کچھ دیر کے بعد۔''[2] ﴾

سِوُم(۳): بادشاہ عادل۔

چَہارُم(۴): مردِ صالح۔

---

1 ترجمۂ کنزالایمان: یاوہ جولاچار کی سنتاہے، جب اُسے پکارے اور دور کردیتاہے برائی۔

(پ۲۰، النمل:٦٢)

2 "سنن الترمذي"، کتاب الدعوات، باب في العفو والعافية، الحديث: ٣٦٠٩، ج٥، ص٣٤٣.

"سنن ابن ماجه" كتاب الصيام، باب في الصائم لا تردّ دعوته، الحديث: ١٧٥٢، ج٢، ص٣٤٩-٣٥٠.

پنجم (۵): ماں باپ کا فرمانبردار۔

ششم (٦): مسافر۔

قال الرضاء: رواه ابن ماجه والعقيلي والبيهقي عن أبي هريرة رضي اللّٰہ تعالٰی عنه والبزار وزاد: ((حتى يرجع)) والضياء عن أنس وأحمد والطبراني عن عقبة بن عامر رضي اللّٰہ تعالٰی عنهم.[1]

متعدد احادیث میں ارشاد ہوا کہ ''اس کی (یعنی مسافر کی) دعا ضرور مستجاب ہے، جس میں کچھ شک نہیں۔''

رواه أحمد والبخاري في ''الأدب المفرد'' وأبو داود والترمذي عن أبي هريرة ومنها حديث ابن ماجه والضياء المذكوران.[2]

---

1 مسافر کی دعا کی قبولیت والی حدیث کو ابن ماجہ، عقیلی، بیہقی اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا جبکہ بزار نے ''حتى يرجع'' (یہاں تک کہ لوٹ آئے) کے الفاظ کا اضافہ کیا، اور اسی حدیث کو ضیاء نے حضرت انس اور احمد وطبرانی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔

''سنن ابن ماجه''، باب دعوة الوالد ودعوة المظلوم، الحديث: ٣٨٦٢، ج٤، ص ٢٨١.

''كنز العمال''، كتاب الأذكار، الحديث:٣٣١٦، ج١، الجزء الثاني، ص٤٤، (بحوالہ بزار).

2 اس حدیث کو امام احمد نے ''مسند احمد'' میں اور بخاری نے ''الادب المفرد'' میں اور ابو داؤد و ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اور ان متعدد احادیث میں سے ابن ماجہ اور ضیاء کی روایت کردہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ بھی ہے۔

''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، الحديث: ٧٥١٣، ج٣، ص ٧١.

و''الأدب المفرد''، باب دعوة الوالدين، الحديث: ٣٢، ص١٩.

بزار کے یہاں حدیثِ ابو ہریرہ ان الفاظ سے ہے: ''تین شخص ہیں کہ اللہ عزوجل پر حق ہے کہ ان کی کوئی دعا رَدّ نہ کرے: روزہ دار تا افطار اور مظلوم تا انتقام اور مسافر تا رجوع۔''[1]

ہَفتُم (۷): روزہ دار۔

قال الرضاء: خصوصاً وقتِ افطار۔

ہَشتُم (۸): مسلمان کہ مسلمان کے لیے اس کی غَیبَت (غیر موجودگی) میں دُعا مانگے۔

قال الرضاء: حدیث شریف میں ہے:

''یہ دعا نہایت جلد قبول ہوتی ہے۔'' فرشتے کہتے ہیں:

((آمین ولک بمثل ذالک)).

''اس کے حق میں تیری دعا قبول اور تجھے بھی اسی طرح کی نعمت حصول۔''[2]

دوسری حدیث میں فرمایا:

''یہ دعا حاجی وغازی ومریض ومظلوم کی دعاؤں سے بھی زیادہ جلد قبول ہوتی ہے۔''

البیہقي في ''الشعب'' بسند صالح عن ابن عباس رضي اللّٰہ تعالیٰ

1''کنز العمال''، کتاب الأذکار، الحدیث:٣٣١٦، ج١، الجزء الثاني، ص٤٤، (بحوالہ بزار).

2 ''سنن أبي داود''، کتاب الصلاة، باب الدعاء بظهر الغیب، الحدیث:١٥٣٤-١٥٣٥، ج٢، ص١٢٦-١٢٧.

و''صحیح مسلم''، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب، الحدیث: ٢٧٣٢-٢٧٣٣، ص١٤٦٢.

عنهما : ((خمس دعوات يستجاب لهن)) فذكرهن وقال: ((وأسرع هذه الدعوات إجابة دعوة الأخ لأخيه بظهر الغيب)). (1)

بلکہ تیسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ ''اس سے زیادہ جلد قبول ہونے والی کوئی دعا نہیں۔''

رواه الترمذي عن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه تعالٰى عنهما ونحوه للطبراني وغيره عن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه تعالٰى عنهما. (2)

چوتھی حدیث شریف میں آیا: ''یہ دعا رَدّ نہیں ہوتی۔''

البزار عن عمران بن حصين رضي اللّٰه تعالٰى عنهما. (3)

---

1 بیہقی ''شعب الایمان'' میں صالح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں: پانچ دعائیں مقبول ہیں: پھر وہ ذکر کیں یعنی مظلوم، حاجی، مجاہد کہ جہاد کیلئے نکلے، مریض اور مسلمان کی مسلمان کے لئے اسکی غیر موجودگی میں دعا کرنا پھر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان میں نہایت جلد قبول ہونے والی دعا، ایک مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی کے لئے اسکی غیر موجودگی میں مانگی گئی دعا ہے۔

"شعب الإيمان"، الحديث: ١١٢٥، ج٢، ص٤٦-٤٧.

2 اس حدیث کو ترمذی اور اسی کی مثل طبرانی اور دیگر محدثین کرام نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

"سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في دعوة الأخ... إلخ، الحديث:٣٨٥، ج٣، ص٣٩٥.

3 اس حدیث کو بزار نے عمران بن حُصَین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

"مسند البزار"، الحديث:٣٥٧٧، ج٩، ص٥٢.

نہُم (۹): قال الرضاء: والدین کی دعا اپنی اولاد کے حق میں، ایک حدیث شریف ذکر کی جاتی ہے کہ ''یہ دعا اُمت کے لیے دعائے نبی کے مثل ہوتی ہے۔''

رواه الديلمي عن أنس رضي اللّٰه تعالٰى عنه. (1)

دَہُم (۱۰): قال الرضاء: اولاد کی دعا والدین کے حق میں۔

أبو نعيم عن واثلة بن الأسقع رضي اللّٰه تعالٰى عنه عن النبي صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم: ((أربع دعواتهم مستجابة: الإمام العادل والرجل يدعو لأخيه بظهر الغيب ودعوة المظلوم ورجل يدعو لوالديه)). (2)

یازْدَہُم (۱۱): قال الرضاء: حاجی کی دعا جب تک اپنے گھر پہنچے۔

حدیث شریف میں ہے: ''جب تو حاجی سے ملے، اسے سلام کر اور مصافحہ کر اور درخواست کر کہ وہ تیرے لئے استغفار کرے، قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو کہ وہ مغفور ہے۔''

أخرجه الإمام أحمد عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالٰى عنهما. (3)

---

1 اس حدیث کو دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

"المسند الفردوس" للديلمي، الحديث: ٢٨٥٩، ج١، ص٣٨٦.

2 ابونعیم، واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی: چار آدمیوں کی دعائیں قبول ہیں: (۱) عادل بادشاہ، (۲) وہ شخص کہ اپنے مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں اس کیلئے دعا کرے، اور (۳) مظلوم کی دعا، اور (۴) وہ شخص جو اپنے والدین کیلئے دعا کرے۔

"كنز العمال"، كتاب الأذكار، الحديث: ٣٣٠٢، ج١، الجزء الثاني، ص٤٣.

3 اس حدیث کی تخریج امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کی۔

"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، ج٢، ص٣٥١، ٥٣٧١.

دوسری حدیث شریف میں ہے: ''حاجی کی دعا رَدّ نہیں ہوتی، جب تک پلٹے۔''

البيهقي و الديلمي ويأتي.(1)

دُوازدَہم (۱۲): قال الرضاء: عمرہ کرنے والا۔

حدیث شریف میں ہے: ''حج وعمرہ والے خدا کے مہمان ہیں، دیتا ہے انہیں جو مانگیں اور قبول فرماتا ہے جو دعا کریں۔''

رواه البيهقي (اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا)۔(2)

سِیزدَہم (۱۳): قال الرضاء: مریض کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جب بیمار کے پاس جاؤ، اس سے اپنے لیے دعا چاہو کہ اس کی دعا مثل دعائے ملائکہ ہے۔'' **رواه ابن ماجه عن عمر رضي الله تعالٰى عنه.**(3)

دوسری حدیث شریف میں ہے: ''مریض کی دعا رَدّ نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اچھا ہو۔''

---

1 اس حدیث مبارکہ کو بیہقی اور دیلمی نے روایت کیا اور یہ حدیث مبارکہ آگے (ہفدہم میں) آئیگی۔
"شعب الإيمان"، باب في الرجاء من اللّٰه تعالى، ذكر فصول في الدعاء... إلخ، الحديث: ۱۱۲۵، ج۲، ص۴۷.

2 "شعب الإيمان"، باب في المناسك، فضل الحج والعمرة، الحديث: ۴۱۰۶-۴۱۰۹، ج۳، ص۴۷۶-۴۷۷.

3 اس حدیث کو ابن ماجہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔
"سنن ابن ماجه"، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عيادة المريض، الحديث: ۱۴۴۱، ج۲، ص۱۹۱.

روواه ابن أبي الدنيا ونحوه عند البيهقي والديلمي عن ابن عباس رضي اللّٰه تعالٰی عنهما.[1]

چہاردَہُم (۱۴): قال الرضاء: ہر مومن مُبتَلائے بَلا یعنی بلائے دنیوی وجسمانی۔ یہ مریض سے عام ہے۔

حدیث شریف میں ہے: سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد ہوا: ''اے سلمان! بیشک مبتلا کی دعا مستجاب ہے۔''

الديلمي عنه رضي اللّٰه تعالٰی عنه.[2]

دوسری حدیث شریف میں ہے: ''مومن مبتلا کی دعا غنیمت جانو۔''

أبو الشيخ عن أبي الدرداء رضي اللّٰه تعالٰی عنه.[3]

پانزدَہُم (۱۵): قال الرضاء: جو یادِ خدا بکثرت کرتا ہو۔

حدیث شریف میں ہے: ''تین شخصوں کی دعا اللہ تعالیٰ رَدّ نہیں کرتا: ایک وہ کہ

---

1 اس حدیث کو ابن ابی الدنیا اور اسی کی مثل بیہقی اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

"شعب الإيمان"، باب في الرجاء من اللّٰه تعالى، ذكرفصول في الدعاء... إلخ، الحديث: ۱۱۲۵، ج۲، ص۴۷.

2 اس حدیث کو دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

"كنز العمال"، كتاب الأذكار، الحديث:۳۳٦۵، ج۱، الجزء الثاني، ص۴۷، (بحوالہ دیلمی).

3 اس حدیث کو ابوالشیخ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

"كنز العمال"، كتاب الأذكار، الحديث:۳۳۰۵، ج۱، الجزء الثاني، ص۴۳، (بحوالہ ابوالشیخ).

خدا کی یاد بکثرت کرے اور مظلوم اور بادشاہ عادل ۔"

رواه البيهقي عن أبي هريرة رضي اللّٰہ تعالٰی عنه.[1]

شانزدہم (۱۶): قال الرضاء: جو تنہا جنگل میں جہاں اسے اللہ کے سوا کوئی نہ دیکھتا ہو کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔

ابن مندة وأبو نعيم في الصحابة عن ربيعة بن وقاص رضي اللّٰه تعالٰی عنه عن النبي صلى اللّٰه تعالٰی عليه وسلم: ((ثلاثة مواطن لا تردّ فيها دعوة عبد: رجل يكون في بَرِيَّة بحيث لا يراه أحد إلا اللّٰه فيقوم فيصلي)). الحديث[2]

ہفدہم (۱۷): قال الرضاء: غازی کہ غزائے کفار کے لیے نکلے (یعنی کفار سے جہاد کرنے کیلئے نکلے) جب تک واپس آئے۔

---

1 اس حدیث کو بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

"شعب الإيمان"، باب في محبة اللّٰه عزوجل، فصل في إدامة ذكر اللّٰه عزوجل، الحديث:٥٨٨، ج١، ص٤١٩.

2 ابن مندہ وابو نعیم "معرفة الصحابة" میں حضرت ربیعہ بن وقاص رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: تین مقامات ایسے ہیں کہ ان میں بندے کی دعا رَدّ نہیں کی جاتیں، ان میں سے ایک وہ بندہ جو جنگل میں کھڑا ہو کر اس حال میں نماز ادا کرے کہ اسے اس کے رب عزوجل کے سوا کوئی نہ دیکھتا ہو۔ (الحدیث)

"معرفة الصحابة"، لأبي نعيم، ربيعة بن وقاص، الحديث: ٢٧٩٢، ج٢، ص٢٩٨، بألفاظ متقاربة.

الـديـلمي عن ابن عباس رضي اللّٰـه تـعالىٰ عنهما : ((أربع دعوات لاتردّ: دعوة الحاج حتى يرجع ودعوة الغازي حتى يصدر)) الحديث.[1]

ولـلبيهـقـي عـنـه بـإسناد متماسک: ((خمس دعوات يستجاب لهن)) فذكر نحوه.[2]

خصوصاً جب کہ معاذ اللہ اور ساتھی بھاگ جائیں اور یہ ثابت قدم رہے، وهـو في تتمة حديث ربيعة المارِّ.[3]

ہژدہم (۱۸): قال الرضاء: جس شخص نے کسی پر احسان کیا اپنے مُحسن کے حق میں اس کی دعا رَدّ نہیں ہوتی۔

الديلمي عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: ((دعاء المحسن إليه للمحسن لا يردّ)).[4]

---

1 دیلمی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ چار دعائیں رَدّ نہیں کی جاتی: حاجی کی دعا جب تک کہ لوٹ نہ آئے اور غازی کی دعا یہاں تک کہ واپس ہو۔(الحدیث)

"كنز العمال"، كتاب الأذكار، الحديث: ۳۳۰۱، ج۱، ص۴۳، (بحوالہ دیلمی).

2 اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسنادِ متماسک کے ساتھ روایت کیا کہ پانچ قسم کے لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں پھر مذکورہ بالا افراد کا ذکر فرمایا۔

"شعب الإيمان"، باب في الرجاء من اللّٰه تعالى، الحديث: ۱۱۲۵، ج۲، ص۴۷.

3 یعنی: اور اس کا تذکرہ ربیعہ بن وقاص سے مذکورہ بالا روایت کردہ حدیث کے آخر میں ہے۔

4 دیلمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جس شخص نے کسی پر احسان کیا تو احسان کرنے والے کے حق میں اسکی دعا رَدّ نہیں ہوتی۔

"المسند الفردوس" للديلمي، ج۱، ص۳۸۶، الحديث: ۲۸۶۳.

نُوزْدَہُم (۱۹): قال الرضاء: جماعتِ مسلمانان کہ مل کر دعا کریں، بعض دعا کریں بعض آمین کہیں۔

الطبراني والحاكم والبيهقي عن حبيب بن مَسْلَمة الفِهْريِّ رضي الله تعالىٰ عنه : ((لا يجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمّن بعضهم إلّا أجابهم الله تعالىٰ)). (1)

یہ گیارہ کہ فقیر نے ذکر کئے ان میں سوائے نہم و دہم کے باقی نو صاحبِ ''حِصنِ حَصِین'' سے بھی رہ گئے۔

فالحمد للّٰه على حسن التوفيق. ﴾(2)

---

1 طبرانی، حاکم اور بیہقی نے حضرت حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ مسلمان جمع ہوں ان میں بعض دعا کریں، اور بعض آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔

"المستدرك" للحاكم، حبيب بن مسلمة الفهرى كان مجاب الدعوة، الحديث: ٥٥٢٩، ج٤، ص٤١٧.

و"المعجم الكبير"، الحديث:٣٥٣٦، ج٤، ص٢٢.

2 اس حسنِ توفیق پر اللہ عزوجل ہی کیلئے سب خوبیاں۔

فصلِ نہم

ان اعمال صالحہ میں جن کے کرنے والے کو کسی دعا کی حاجت نہیں۔

قال الرضاء: یہ فصل اگرچہ اس رسالے میں نہیں مگر اس مضمون کو حضرت مُصَنِّف عَلّام قُدِّسَ سِرُّہٗ نے کتاب ''الجواھر''[1] میں افادہ فرمایا فقیر غَفَرَ اللّٰہُ تعالٰی لَہٗ بوجہِ جلالتِ فائدہ وعظمتِ عائدہ (یعنی عظیم فائدہ اور منفعت کے پیش نظر) اسے یہاں ذکر کرتا ہے، وہ تین۳ چیزیں ہیں:

اوّل(۱): درودشریف۔

امام احمد وترمذی وحاکم بأسانیدِ صَحیحہ جَیِّدہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: جب چہارم شب گزرتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر فرماتے:

''اے لوگو! خدا کی یاد کرو، خدا کی یاد کرو، آئی رَاجِفَه[2]، اس کے بعد آتی ہے رَادِفَه[3] آئی موت ان چیزوں کے ساتھ جو اُس میں ہیں۔''

میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دعا بہت کیا کرتا ہوں اس میں

---

1 ''جواهر البيان في أسرار الأركان''، فصل چهارم، ص۱۸۵-۱۸۶.

2 راجفہ سے مراد ہے قیامت کا پہلا نفخہ چونکہ اس نفخہ سے زمین میں سخت زلزلہ پڑ جاوئے گا۔

(مرآة المناجيح''، باب البكاء والخوف، الفصل الأول، ج۷، ص۱۵۷)

3 رادفہ سے مراد دوسرا نفخہ جس سے مُردے جی اُٹھیں گے۔

(مرآة المناجيح''، باب البكاء والخوف، الفصل الأول، ج۷، ص۱۵۷)

سے حضور کیلئے کس قدر مقرر کروں؟

فرمایا: ''جتنی چاہے۔''

میں نے عرض کی: چہارم۔

فرمایا: جس قدر چاہے، اور زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔

میں نے عرض کی: نصف۔

فرمایا: ''جتنی چاہے، اور زیادہ کرے تو تیرے لیے بہتر ہے۔''

میں نے عرض کی: اپنی کُل دُعا حضور کے لئے کر دوں، یعنی اپنی کل دعا کے عوض حضور پر دُرُود بھیجا کروں؟

فرمایا: ''ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ تیرے سب مُہِمَّات (اَہم اور مشکل کاموں میں) کفایت کرے گا اور تیرے گناہ بخش دیگا۔''(1)

احمد وطبرانی باسناد حسن راوی: **وهذا حديث الطبراني** (یعنی یہ طبرانی کی حدیث کے الفاظ ہیں) کہ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اپنی تہائی دعا حضور کے لیے کروں؟

فرمایا: ''اگر تو چاہے۔''

---

1 ''سنن الترمذي''، كتاب صفة القيامة، باب في ترغيب في ذكر اللّٰه... إلخ، الحديث:٢٤٦٥، ج٤، ص٢٠٧.

و''المستدرك''، كتاب التفسير، الحديث:٣٦٣١، ج٣، ص١٩٨.

و''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، الحديث:٢١٢٩٩-٢١٣٠٠، ج٨، ص٥٠.

عرض کی: دوتہائی۔

فرمایا: ''ہاں''

عرض کی: کُل دعا کے عوض دُرُود مقرر کروں۔

فرمایا: ''ایسا کرے گا تو خدا تیرے دنیا وآخرت کے سب کام بنادے گا۔''(1)

اور بیشک دُرُودسرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دُعا ہے اور جس قدر اس کے فوائد وبرکات مُصلّی (یعنی درود شریف پڑھنے والے) پر عائد ہوتے ہیں ہرگز ہرگز اپنے لیے دعا میں نہیں بلکہ ان کے لئے دعا تمام امتِ مرحومہ کے لیے دعا ہے کہ سب انہیں کے دامنِ دولت سے وابستہ ہیں۔ ؎

سلامتِ همه آفاق در سلامت تُست(2)

دُوم(۲): ذکرِ الٰہی۔

بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں بُکَیر بن عتیق انہوں نے سالم بن عبداللہ انہوں نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر انہوں نے اپنے والد حضرت فاروق اعظم انہوں نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، حضور نے رَبُّ العزت ذی الجلال تَقَدَّسَتْ أَسْمَاؤُهٗ سے روایت کی کہ فرماتا ہے:

((من شغله ذكري عن مسألتي أعطيتُه أفضل ما أعطي السائلين)).

''جسے میری یاد میرے مانگنے سے باز رکھے، میں اسے بہتر اس عطا کا بخشوں جو

---

1 "المعجم الكبير"، الحديث:٣٥٧٤، ج٤، ص٣٥.

و"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، الحديث:٢١٣٠٠، ج٨، ص٥٠.

2 ع میں کیا بتاؤں تمنائے زندگی کیا ہے
حضور آپ سلامت رہیں کمی کیا ہے

مانگنے والوں کو دوں۔‘‘[1]

اسی واسطے حضرت سالم بن عبداللہ نے تمام مُدّت وقوف میں ذکرِ الٰہی پر اقتصار کیا اور تاغروبِ آفتاب (یعنی غروبِ آفتاب تک) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ، لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ، لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّ آبَائِنَا الْأَوَّلِيْنَ کہتے رہے۔[2]

سِوُم (۳): تلاوتِ قرآن مجید۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربِ جلیل تَبَارَکَ وَتَعَالٰی سے روایت فرماتے ہیں:

((من شغله القرآن عن ذكري ومسألتي أعطيتُه أفضل ما أعطي السائلين وفضل كلام اللّٰه على سائر الكلام كفضل اللّٰه على خلقه)).

---

1 ”شعب الإيمان“، الحديث: ٥٧٢، ج ١، ص ٤١٣.

2 اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کیلئے ہے ساری بادشاہت اور اسی کے واسطے سب خوبیاں، ساری بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں، اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اگرچہ بُرا مانیں مشرک، اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو ہمارا رب اور ہمارے اگلے باپ داداؤں کا پروردگار ہے۔

”شعب الإيمان“، باب في المناسك، فضل الوقوف بعرفات، الحديث: ٤٠٨٠، ج ٣، ص ٤٦٦، بألفاظ متقاربة.

''جسے تلاوتِ قرآن مجید میرے ذکر اور میرے سوال سے روک دے اسے افضل اس کا دوں، جو تمام سائلین کو عطا کروں۔

پھر فرمایا: ''اور بزرگی کلامِ الٰہی کی تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے بزرگی رَبُّ العزت جَلَّ جَلَالُہٗ، اس کی تمام مخلوق پر۔''

قال الترمذي: حديث حسن (امام ترمذی نے اس حدیث کو حَسَن کہا)۔[1]

والله سبحنه وتعالى أعلم بالصواب.[2]

1 "سنن الترمذي"، كتاب ثواب القرآن، الحديث:٢٩٣٥، ج٤، ص٤٢٥.

2 درستی کا بہتر علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہے۔

فصل دہم مبحث دعا کے متعلق چند نفیس سوال و جواب میں

سوال اوّل (۱): اپنی عاجزی اور پرُوَرْدگار تبارَکَ وَتَعَالیٰ کی رحمت پر نظر کر کے دعا وسوال بہتر ہے یا قضا (تقدیر) پر راضی ہو کر ترک، اَولیٰ ہے؟

جواب: بعض علماء ترکِ دعا کو اولیٰ جانتے ہیں۔

امام واسطی فرماتے ہیں: جو خدائے تعالیٰ نے تیرے لیے ٹھہرا دیا وہ اس سے بہتر ہے جو تو مانگتا ہے۔ (1)

سیدنا ابراہیم علیه الصلاة والتسلیم نے بَلا کے وقت دعا نہ مانگی، جبرائیل علیه الصلاة والسلام نے کہا: کچھ حاجت ہے؟ فرمایا: ہاں، مگر نہ تم سے، کہا: خدا سے عرض کیجئے، فرمایا: **حسبيؔ من سؤالي علمه بحالي.** (2)

خدا واقف که حافظ را غرض چیست (3)

وعلم الله حسبي عن سؤالي (4)

---

1 "الرسالة القشيرية"، باب الدعاء، ص٢٩٦.

لے ملا علی قاری ''شرح فقہ اکبر'' میں لکھتے ہیں: کہ اس کلمہ کی برکت سے جلنے سے محفوظ رہے، سات دن یا چالیس دن آگ میں رہے اور اس وقت سوٓلہ برس کے تھے۔۱۲ منہ قدس سرہ۔

"شرح الفقه الأكبر"، الدعاء للميت ينفع خلافاً للمعتزلة، ص ١٣٠.

2 یعنی اس کا میرے حال کو جاننا یہی مجھے کفایت کرتا ہے میرے سوال کرنے سے۔

"تفسير البغوي"، ج٣، ص ٢١١.

3 یعنی خدا جانتا ہے کہ حافظ کی غرض کیا۔ حافظ سے مراد ''حافظ شیرازی'' ہیں۔

4 ع خدا تو جانتا ہے حال کیا ہے اس کے بندے کا
نہیں حاجت میرے معروض کی اس ربِ اَعلم کو

علماء کہتے ہیں: جو چیز بے مانگے ملتی ہے اس سے کہ مانگنے سے حاصل ہو، بہتر ہوتی ہے دیکھو! حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے مغفرت کی طلب اور حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے ہدایت کی تمنا کی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دونوں نعمتیں حضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ علیہما الصلاۃ والسلام سے بہتر وافضل حاصل ہوئیں۔

قال الرضاء: قال سیدنا إبراھیم علیہ الصلاۃ والتسلیم:

﴿وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ﴾ (1)

وقال: ﴿وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ﴾ (2)

وقال موسی الکلیم علیہ الصلاۃ والتسلیم: ﴿اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ﴾ (3)

وقال تعالی لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم: ﴿لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ﴾ (4) الآیۃ.

---

1 سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے رب سے عرض کی: ''اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔'' (ترجمۂ کنزالایمان) (پ ۱۹، الشعرآء: ۸۲)

2 اور عرض کی: ''اور مجھے رسوانہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے۔'' (ترجمۂ کنزالایمان)

(پ ۱۹، الشعرآء: ۸۷)

3 موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا: ''میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، اب وہ مجھے راہ دے گا۔'' (ترجمۂ کنزالایمان) (پ ۲۳، الصّٰفّٰت: ۹۹)

4 اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ''تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے'' (ترجمۂ کنزالایمان) (پ ۲۶، الفتح: ۲)

وقال تعالی: ﴿یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ﴾[1]

وقال تعالی: ﴿وَیَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا﴾[2]

حدیث قُدسی میں ہے: ((من شغله ذكري عن مسألتي أعطيتُه أفضل ما أعطي السائلين)).

''جسے میری یاد مجھ سے دعا مانگنے کی فرصت نہ دے، اسے مانگنے والے سے بہتر دوں۔''[3]

اور یہ بھی حدیث میں وارد کہ ''خدا بھائی یوسف علیہ السلام پر رحم کرے اگر بادشاہ سے اس بات کی کہ مجھے خزانوں پر مقرر کر، درخواست نہ کرتے، اسی وقت مقرر کرتا، درخواست کے سبب برس دن تک مقرر نہ ہوئے۔'' (یعنی ایک سال تاخیر سے مقرر ہوئے)[4]

قال الرضاء: امام دقوقی کا قصدِ کنارِ دریا، دور سے چند ابدال کو مختلف شکلوں میں مُتَشَکِّل ہوتے دیکھنا، پھر ان کے قریب آکر نماز میں انہیں امام بنانا، ایک جہاز ڈوبتا دیکھ کر ان کا دعا کرنا، خلاص پانا ابدال کا اقتداء سے جدا ہو جانا، کہ تمہیں کارخانۂ قضا میں

---

1 ترجمۂ کنزالایمان: ''جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو۔'' (پ۲۸، التحريم:۸)

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔'' (پ۲۶، الفتح: ۲)

3 "شعب الإيمان"، ج۱، ص۴۱۳، الحديث:۵۷۲.

4 "الجامع لأحكام القرآن"، الجزء التاسع، ج۵، ص۱۴۸.

و"روح المعاني"، الجزء:۱۳، ص۹. و"تفسير البغوي"، ج۲، ص۳۶۳.

و"تفسير الخازن"، ج۳، ص۲۷.

دخل دینے کا کیا منصب ہے معروف ومشہور، اور مثنوی شریف حضرت مولوی قُدِّسَ سِرُّہُ الْمُعَنْوِیُّ میں مذکور۔ ﴾[1]

اور بعض علما دعا وسوال بنظر اِن فوائد کے جو سابق مذکور ہوئے بہتر سمجھتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ زبان سے دعا کرے اور دل سے خدا کے حکم وقضا پر راضی رہے تاکہ دونوں فائدے ہاتھ آئیں۔

بعض کہتے ہیں: جس بات میں حظِّ نفس کو دخل ہے وہاں سُکُوت وترکِ دعا افضل ہے اور جس میں دین وشرع کی ترقی یا کسی دوسرے مسلمان کا فائدہ ہے اس کا مانگنا مناسب۔[2]

بعض علماء فرماتے ہیں: جس وقت دل دعا کی طرف اشارہ کرے اور اس سے کُشُودِ کار نظر آئے (یعنی اپنا مقصود ومطلوب حاصل ہوتا دکھائی دے) دعا بہتر ہے اور جب سکوت کی طرف اشارہ کرے سکوت اَولیٰ، اور یہ قول اَصح اقوال ہے (یعنی یہ قول تمام اقوال سے صحیح تر ہے)۔[3]

اکثر اُمور، خصوصاً مُباحات ومَنْدُوبات میں دل کا فتویٰ اعتبارِ تمام رکھتا ہے اسی واسطے کہتے ہیں: دعا وترک میں ترجیح، وقت پر ظاہر ہوتی ہے۔

---

1 ''مثنوی مولانا روم'' (مترجم)، دفتر سوم، ص ۳۷-۴۲۔

2 یعنی جس بات کی دعا مانگنے میں ذاتی مفاد شامل ہو وہاں دعا کو چھوڑ دینا اور راضی برضائے مولیٰ رہنا افضل ہے اور جس بات کی دعا مانگنے میں دینِ متین کی سربلندی یا کسی مسلمان بھائی کا فائدہ ہو تو ایسی دعا مانگنا مناسب ہے۔

3 "الرسالة القشيرية"، باب الدعاء، ص۲۹۶-۲۹۷.

قال الرضاء: یہ جوحضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ارشادفرمایاحکمِ اصلی ہے، مگراس کامَو رِدصرف اولیاء ہیں جن کی نسبت: ((**استفتِ قلبک**))[1] وارِد۔

عوام مومنین کہ فَحوائے قلب وطَغوائے نَفس واِغوائے دیو میں تمیزنہیں کر سکتے، انکے لیے راہ یہی ہے کہ دعامیں کبھی تقصیر(کمی) نہ کریں کہ فی نفسہٖ عبادت بلکہ مغزِ عبادت ہے، لہٰذا قرآن وحدیث میں مطلقاً اس کی طرف ترغیب فرمائی کہ احکامِ شرعیّہ میں کثیر غالب ہی پرلحاظ ہوتاہے۔[2]

ثمّ أقول: محلِ نزاع اَدعیۂ خاصہ،وقتِ حاجاتِ حادثہ ہیں[3]،ورنہ مُطلَق دعا باجماعِ اُمتِ مرحومہ ہرروزکم ازکم بیس بارواجب ہے،﴿اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ﴾[4]

---

1 "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، الحديث: ١٨٠٢٨، ج٦، ص٢٩٣.

2 حکم وہی ہے جومُصَنِّف علیہ الرحمہ نے ارشادفرمایایعنی بعض علماء ترکِ دعامناسب جانتے ہیں اور بعض فوائد کے پیشِ نظر دعا کرنے کو،مگر یہ صرف اولیائے کرام رحمہم اللہ کے لئے ہے جن کے بارے میں ارشادفرمایا: ''اپنے دل سے فتوی پوچھئے''، یہ حکم عام مسلمانوں کیلئے نہیں کہ وہ دل کی باتوں،نفس کی چالوں اورشیطانی وسوسوں میں تمیزنہیں کر سکتے لہٰذاان کے لئے حکم یہی کہ وہ دعامیں کمی نہ کریں کیونکہ دعا نہ صرف عبادت بلکہ عبادت کامغزہےقرآن وحدیث میں دعا کی ترغیب مطلقاً اس لئے دی گئی ہے کہ شرعی احکامات میں زیادہ ترغالب کاہی اعتبارکیاجاتاہے۔

3 ''اَدعیہ'' دعا کی جمع ہے۔اوردعامانگنے یانامانگنے میں علماء کاجواختلاف گزراوہ بعض خاص دعاؤں کے متعلق اس وقت ہے کہ جب اچانک کوئی مشکل یا مصیبت آئے اوردعا کی جائے ، ورنہ مطلق دعا میں کوئی اختلاف نہیں۔

4 ترجمۂ کنزالایمان: ہم کوسیدھاراستہ چلا۔(الفاتحة: ٥)

کیا دعا نہیں! اور ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴾[1] سب سے افضل دعا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((أفضل الذكر لا إله إلا الله وأفضل الدعاء الحمد لله))[2]

رواه الترمذي وحسّنه والنسائي وابن ماجه وابن حبان والحاكم وصحّحه عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالىٰ عنهما.[3]

دُرود شریف بھی دعا ہے کہ باجماعِ اُمتِ مرحومہ عمر میں ایک بار ہر مسلمان پر فرضِ قطعی اور عِنۡدَ الۡمُحَقِّقِیۡن (محققین کے نزدیک) ہر بار کہ ذکر شریف حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے واجب ہے۔[4]

---

1 ترجمۂ کنز الایمان: سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔ (الفاتحة: ١)

2 سب سے افضل ذکر "لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ" ہے اور سب سے افضل دعا "اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ" ہے۔

3 اس حدیث کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا اور ترمذی نے اسے حَسَن قرار دیا۔

"سنن الترمذي"، باب ما جاء أنّ دعوة المسلم مستجابة، الحديث: ٣٣٩٤، ج٥، ص٢٤٨.

و"سنن ابن ماجه"، كتاب الأدب، باب فضل الحامدين، الحديث: ٣٨٠٠، ج٤، ص٢٤٨.

و"المستدرك" للحاكم، كتاب الدعاء والتكبير...إلخ، أفضل الذكر لا إله إلا الله...إلخ، الحديث: ١٨٩٥، ج٢، ص١٧٩.

4 "الدرّ المختار" و"ردّ المحتار"، كتاب الصلاة، آداب الصلاة، ج٢، ص٢٧٧-٢٧٨.

اس مسئلہ کی تفصیل جاننے کیلئے "فتاویٰ رضویہ"، جلد٦، صفحہ ٢٢٢-٢٢٣، اور "بہارِ شریعت"، ج١، حصہ اول، صفحہ ٧٦ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

یوں ائمۂ شافعیہ کے نزدیک ہر روز انتالیس۳۹ بار دعا فرض ہوگی کہ شبانہ روز میں سترہ۱۷ رکعتیں فرض ہیں ہر رکعت میں فاتحہ فرض، ہر فاتحہ میں دو۲ بار دعا اور ہر قعدۂ اخیرہ میں دُرود فرض ہے۔[1]

اَحادیث سابقہ[2] جن میں ارشاد ہوا کہ ''جو دعا نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے''، ترکِ مُطلَق ہی پر محمول یا معاذ اللہ اپنے کو بارگاہِ عزت عزوجل سے بے نیاز جاننا، اس کے حضور تَضَرُّ ع وزاری سے پرہیز رکھنا کہ اب صریح کفر وموجبِ غضبِ اَبدی ہے۔ ولہٰذا ﴿اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾[3] کے متصل ہی ارشاد ہوا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ﴾[4]

---

1 عند الشوافع درود فرض ہے۔

انظر "الهداية"، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة، ج ١، ص ٥٣.

و"شرح صحيح مسلم" للنووي، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد التشهد، ج ١، ص ١٧٥.

عند الشوافع سورۂ فاتحہ پڑھنی فرض ہے۔

انظر "شرح صحيح مسلم" للنووي، كتاب الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة... إلخ، ج ١، ص ١٧٠.

2 وہ حدیثیں کہ فصل دوم میں ادب ۳۰، کے تحت مذکور ہوئیں۔

3 ترجمۂ کنز الایمان: ''مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔''

4 ''جو لوگ میری عبادت سے تکبّر کرتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔'' (پ ٢٤، المؤمن: ٦٠)، (یہاں عبادت سے مُراد دُعا ہے، انظر فصلِ اوّل، ص ۴۸)

بالجملہ مطلق دعا میں ہرگز کسی مسلمان سے نزاع معقول نہیں اور خود بعد امرِ صریح: ﴿اُدْعُوْنِیْۤ﴾ وفرمان: ﴿وَاسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (1) گنجائشِ کلام کیا ہے۔ (2)

فافهم، والله تعالٰی أعلم.﴾

سوال دُوُم (۲): دعا تَفْوِیض کے مُنَافی (خلاف) ہے، جو شخص اپنا کام کسی کے سپرد کرتا ہے آپ (خود) اس میں دخل نہیں دیتا۔

جواب: تفویض کے یہ معنی کہ بندہ جس کام کے نفع نقصان سے واقف نہ ہو اسے اپنے مولیٰ کو کہ حکیم وکریم وعلیم ہے سپُرد کرے وہ مصلحت اس کی اس سے بہتر جانتا ہے، نہ یہ کہ جو بات قطعاً اس کے حق میں بہتر ہے مانند بہشت وایمان ومحبتِ خدا کے، اس کی طلب نہ کرے یا جو بات بالیقین مُضِرّ ہے، مثل کفر وشرک ومعصیت ودوزخ کے، اس سے پناہ نہ چاہے، بلکہ جس بات کا انجام معلوم نہیں اس کی طلب بھی مع استثناء وشرطِ خیر وصلاح، منافی تفویض نہیں۔ (3)

---

1 ترجمۂ کنز الایمان: ''اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔'' (پ ۵، النسآء: ۳۲)

2 دعا کرنے یا اسکو ترک کرنے کے متعلق جو علما کا اختلاف ہے وہ خاص مواقع کے متعلق ہے ورنہ مطلقاً دعا کے مانگنے میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں اور جن آیات واحادیث میں ترکِ دعا پر غضب الٰہی وغیرہ کی وعیدیں آئی ہیں ان میں مراد وہ لوگ ہیں جو مطلقاً دعا کو ترک کر دیتے ہیں یا معاذ اللہ اپنے آپ کو بارگاہ ایزدی سے بے نیاز سمجھ کر دعا ترک کرتے ہیں اور اسکے حضور تضرع وانکساری سے کتراتے اور پرہیز کرتے ہیں اور یہ تو صریح کفر اور اللہ عزوجل کے دائمی غضب کا باعث ہے۔

3 بلکہ جس بات کا انجام معلوم نہیں یعنی یہ نہیں جانتا کہ فلاں چیز کا سوال میرے حق میں بہتر ہے یا نہیں؟ تو اس فلاں چیز کا سوال بھی، استثناء (مثلاً لفظِ ''اگر'') کے ساتھ یعنی: اے میرے مالک! اگر تجھے پسند ہو تو مجھے یہ عطا فرما، اگر میرے حق میں بہتر ہو تو عطا فرما، اسی طرح اگر میرے حق میں مناسب ہو تو عطا فرما مذکورہ تینوں طرح سے دعا مانگنا تفویض کے خلاف نہیں۔

دعائے استخارہ میں وارد: ''الٰہی! یہ کام اگر میرے دین و دنیا و انجام میں بہتر ہے تو مجھے اس کی توفیق دے، ورنہ مجھ کو اس سے باز رکھ اور میرا دل اس سے پھیر۔''(1)

البتہ جس چیز میں مُضَرَّت (نقصان) یقینی ہے اس کی طلب کرنا یا جس کا نفع نقصان معلوم نہیں بغیر شرطِ خیر وصلاح کے مانگنا تفویض کے منافی و بے جا ہے۔

امام غزالی کے شیخ فرماتے ہیں: استثناء اور شرطِ خیر وصلاح قَطْعِیَّات (یقینی چیزوں) میں بھی اَولیٰ کہ کبھی خیر وصلاح مفضول (کم افضل عمل) میں ہوتی ہے، مثلاً: ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور وقت تنگ ہو گیا ہے اور ایک اندھا کنوئیں میں گرا پڑتا ہے، بچانا اس کا اس کے حق میں بہتر ہے اگرچہ نماز فی نفسہٖ افضل ہے، اور اکثر ہوتا ہے کہ افضل کی طلب میں آدمی ہلاک ہو جاتا ہے اور مفضول بے ضرر ہاتھ آتا ہے جیسے: **مَاءُ الشَّعِیرِ** (یعنی جَو کا وہ پانی جو شراب نہ ہو) بعض مریضوں کے حق میں مفید، اور شربت اگرچہ افضل ہے مُضِر۔ پس ایسا مفضول افضل سے اَصْلَح و بہتر ہے۔ تو بندے کو لائق کہ اپنے مالک سے عرض کرے: الٰہی! میری صلاح و بہبود افضل میں رکھ اور اس کی توفیق دے، قطعاً جزماً بلا شرطِ صلاح افضل کی درخواست نہ کرے کہ کبھی مُضِر ہوتی ہے۔

قال الرضاء: اس کلام سے مقصود سلبِ عموم ہے یعنی سب قَطْعِیَّات ایسے نہیں کہ ضَمِ استثناء وشرطِ خیر سے بے نیاز ہوں، نہ عمومِ سلب کہ سب قطعیات میں اس کی حاجت ہو، محبتِ خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم و بہشت و دیدارِ الٰہی وشفاعتِ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم و توفیقِ طاعت کی طلب، اور کفر و بدعت و دوزخ و غضبِ الٰہی و ناراضیٔ حضور

---

1 "صحیح البخاري"، کتاب التهجد، باب ما جاء في التطوع مثنى مثنى، الحديث: ١١٦٢، ج١، ص٣٩٤.

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعوُّذ (پناہ مانگنا) اصلاً محتاجِ شرط واستثناء نہیں کہ ان امور میں کسی صورت دوسرا پہلو مُتَصَوَّر نہیں اور جہاں دوسرا پہلو پیدا ہوگا وہاں بھی شرط واستثناء نظر بنفسِ ذات افضل ہوں گے کہ افضل فی نفسہٖ کبھی بوجہِ عارض مفضول ہوسکتا ہے[1] جیسے آفاقیوں کے لیے نماز وطواف[2] ورنہ مَفْضُول مِنْ حَيْثُ هُوَ مَفْضُول ہرگز أَصْلَح نہیں ہوسکتا[3]، واللّٰہ تعالٰی أعلم.﴾

سوال سِوُم (۳): جو مقدر ہے ہوگا، پھر دعا سے کیا فائدہ؟

جواب: دعا سے بَلا رَدّ ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''قضا دعا کے سوا کسی چیز سے رد نہیں ہوتی اور سوا نیکی کے کوئی چیز عمر کو زیادہ نہیں

---

1 ''قَطْعِیَّات'' سے مراد یہاں وہ امور ہیں جن کا نفع یا نقصان یقینی ہے اوران میں دوسرا پہلو نہ پایا جائے مثلاً محبتِ خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی طلب اور غضبِ الٰہی وناراضی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ، یعنی بعض امور یقینیہ ایسے ہیں کہ جن سے متعلق دعا کرتے وقت استثناء وخیر کی شرط لگانے کی حاجت نہیں کہ ''الٰہی! اگر یہ کام میرے دین ودنیا وانجام میں بہتر ہے تو مجھے اس کی توفیق دے، ورنہ مجھ کو اس سے باز رکھ اور میرا دل اس سے پھیر۔'' بعض امور یقینیہ ایسے ہیں کہ جن سے متعلق دعا کرتے وقت استثناء وخیر کی شرط لگانا ہی بہتر ہے جیسا کہ ''ماء الشعیر'' والی مثال گزری۔

2 مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ گُنا بڑھ کر ملتا ہے اس کے باوجود آفاقی (یعنی حرم شریف سے باہر رہنے والے) کو نماز کے بجائے زیادہ طواف کرنے کا حکم ہے۔

تفصیل کیلئے ''بہار شریعت''، ج۱، حصہ۶، صفحہ۱۱۱۲، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کا مطالعہ کیجئے۔

3 یعنی جس چیز پر کسی دوسری چیز کو فضیلت حاصل ہو تو بذاتِ خود پہلی چیز اس دوسری چیز سے زیادہ مفید وبھلی نہیں ہوسکتی۔

کرتی۔"[1]

دوسری حدیث میں ہے: "دعا اس چیز سے کہ نازل ہوئی اور اس سے کہ ہَنُوز نازل نہ ہوئی (جو ابھی تک نازل نہ ہوئی) فائدہ بخشتی ہے اور بیشک بَلا نازل ہوتی ہے اور دعا اس کو مل جاتی ہے تو دونوں آپس میں مُدَافَعَت کرتی رہتی (لڑتی رہتی) ہیں"[2] یعنی بَلا اترنا چاہتی ہے اور دعا اس کو روکتی ہے یہاں تک کہ قیامت تک نہیں اترنے دیتی۔

مگر یہ رَدّ بھی قضا کے موافق ہے جس طرح وجود ہر شئے کا کسی سبب سے مَربُوط (ملا ہوا) ہے اسی طرح ہر چیز کے روکنے اور دفع کرنے کے لیے بھی ایک سبب مقرر ہے، سِپَر (یعنی ڈھال) حَربَہ (جنگی ہتھیار) روکنے کا ایک سبب ہے، اور دعا سببِ دفعِ بَلا، سِپَر لینا قضا کے خلاف نہیں، دعا کیونکر مُنافی ہوسکتی ہے!۔

تحقیق اس مقام کی یہ ہے کہ قضا دو قسم ہے:

مُبْرَم کہ **جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ**[3] اس کا بیان ہے

---

1 "سنن الترمذي"، كتاب القدر، باب ما جاء لا يرد القضاء إلا الدعاء، الحديث: ٢١٤٦، ج٤ ص٥٥.

و"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، الحديث: ٢٢٤٧٦، ج٨، ص٣٣٠.

2 "المستدرك"، كتاب الدعاء والتكبير...إلخ، لا يرد القدر إلا الدعاء، الحديث:١٨٥٦، ج٢، ص١٦٢.

3 یعنی جو ہونا ہے اسے لکھ کر قلم سوکھ گیا، مراد یہ کہ اللہ عزوجل کے لکھے میں تبدیلی ممکن نہیں، جو لکھ دیا گیا وہ ہو کر رہے گا۔

"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، الحديث: ٢٨٠٤، ج١، ص٦٥٩.

اور **مُعَلَّق** کہ ﴿وَمَا يُعَمَّرُ مِن مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ﴾[1] اس کا نشان ہے، مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: بعض اسباب سے عمر میں کمی زیادتی ہوتی ہے اور وہ بھی لوح محفوظ میں لکھی ہے۔[2]

پس قضا میں تغیُّر (تبدیلی) قضا کے مطابق رَوا ہے، مثلاً: مقدر ہے کہ زید کی عمر ساٹھ ۶۰ برس کی ہوگی اور جو حج کرے گا اَسّی ۸۰ برس زندہ رہے گا۔

تنبیہ:

قال الرضاء: یہ قضا میں تغیُّر نہیں مُقْضٰی بِه کا تغیر ہے اور مُقْضٰی کی بھی ذات بدلی نہ (کہ) اس کے مُقْضٰی ہونے کی حیثیت اسے اس اعتبار سے جو نظر عامۂ عِباد میں ظاہر ہوتا ہے احادیث وکلمات علمائے کرام میں ردّ و تغیُّرِ قضا فرمایا ہے،[3] اس کا

---

1 ترجمۂ کنز الایمان: ''اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے یا جس کسی کی عمر کم رکھی جائے۔''

(پ ۲۲، فاطر: ۱۱)

2 "روح المعاني"، پ ۲۲، فاطر: تحت الآية: ۱۱، الجزء: ۲۲، ص ۴۷۹-۴۸۰.

3 مقضٰی بہ سے مراد یہاں وہ شئے ہے جو تقدیر میں لکھی گئی ہو جیسا کہ ابھی مثال گزری کہ ''مقدر ہے کہ زید کی عمر ساٹھ برس کی ہوگی اور اگر حج کرے گا تو اَسّی برس زندہ رہے گا۔'' تو اس مثال میں زید کی عمر مقضی بہ ہے جو کہ ساٹھ سے بدل کر اَسّی تک بڑھا دی جائے گی۔

یہ تقدیر میں تبدیلی نہیں بلکہ جو چیز تقدیر میں مقدر کی گئی ہے اس کی تبدیلی ہے چنانچہ مقضٰی بدلا یعنی جو چیز مقدر کی گئی تھی وہ بدلی نہ کہ خود تقدیر ہی اپنی حیثیت بدل گئی یعنی عام لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس بندے کے حق میں یہ دو باتیں (۶۰ اور ۸۰) طے شدہ تھیں جو اس کے فعل وعمل سے متعین ہوگئی۔

بیان عنقریب آتا ہے، پہلے یہ جانیے کہ یہاں بعض اشخاص کو قولِ حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کہ ''سب اولیاء قضائے مُعَلَّق کو روکتے ہیں اور میں قضائے مُبْرَم کو رَد فرماتا ہوں'' أو كما قال رضي الله عنه (یا اسی طرح کا ارشاد جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا) شُبہ گزرتا ہے کہ قضائے مُبْرَم کیونکر قابلِ رَدّ ہوسکتی ہے!

أقول: شاید اِن صاحبوں کو حدیثِ أبي الشيخ في ''كتاب الثواب'' عن أنس رضي الله عنه نہ پہنچی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((أكثر من الدعاء فإنّ الدعاء يردّ القضاء المبرم)).

''دعا بکثرت مانگ کہ دعا قضائے مُبْرَم کو رد کردیتی ہے۔''[1]

حديث ابن عساكر عن نمير بن أوس مرسلًا[2] **وحديث الديلمي عن أبي موسى رضي الله تعالى عنه موصولًا** کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((الدعاء جند من أجناد الله مجنَّد يردّ القضاء بعد أن يبرم)).

''دعا اللہ تعالیٰ کے لشکروں سے ایک لام باندھا لشکر ہے (یعنی ہر طرح کے جنگی سامان سے لیس لشکر ہے) کہ قضا کو رَدّ کردیتا ہے بعد مُبْرَم ہونے کے۔''[3]

---

1 ''كنز العمال''، كتاب الأذكار، الباب الثامن في الدعاء، الحديث: ٣١١٧، ج ١، ص ٢٨.

2 **حدیث مرسل کی تعریف:** جس حدیث کی سند کے اخیر سے راوی کو ساقط کردیا جائے، مثلاً: تابعی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرے اور صحابی کو چھوڑ دے۔ (''تيسير مصطلح الحديث''، ص ٧٠)

3 ''تأريخ دمشق'' = ''ابن عساكر''، ج ٢٢، ص ١٥٨.

تحقیق اس مقام کی یہ ہے کہ قضائے مُعَلَّق دو۲ قسم ہے:

ایک مُعَلَّقِ مَحض جس کی تعلیق کا ذکر لوحِ محو و اثبات یا صُحُفِ ملائکہ میں بھی ہے، عام اولیاء جن کے علوم اس سے مُتَجاوِز نہیں ہوتے ایسی قضا کے دفع پر دعا کی ہمت فرماتے ہیں کہ انہیں بوجہ ذکرِ تعلیق اس کا قابلِ دفع ہونا معلوم ہوتا ہے۔

دوسری مُعَلَّق شَبِیہ بِالْمُبْرَم کہ علمِ الٰہی میں تو مُعَلَّق ہے مگر لوحِ محو و اثبات ودفاترِ ملائکہ میں اس کی تعلیق مذکور نہیں، وہ ان ملائکہ اور عام اولیاء کے علم میں مُبْرَم ہوتی ہے، مگر خواص عبادُ اللہ جنہیں امتیازِ خاص ہے، بالہامِ ربانی بلکہ برؤیت مقامِ اَرفع حضرت مَخدَع [1] اس کی تعلیقِ واقعی پر مُطَّلِع ہوتے ہیں اور اس کے دفع میں دعا کا اِذن پاتے ہیں، اور یا عام مؤمنین جنہیں اَلواح وصحائف پر اطلاع نہیں حسب عادت دعا کرتے ہیں اور وہ بوجہ اس تعلیق کے جو علم الٰہی میں تھی مُندَفِع ہو جاتی ہے، یہ وہ قضائے مُبْرَم ہے جو صالحِ رَدّ (یعنی ٹل سکتی) ہے، اور اسی کی نسبت حضورِ غوثیت کا ارشادِ اَمجد۔

1 ''بھجة الأسرار'' شریف میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول کہ ''میں لوگوں کے حالات سے علیحدہ ہوں میں ان کی عقلوں سے علیحدہ ہوں تمام مردان خدا جب تقدیر تک پہنچتے ہیں تو رک جاتے ہیں مگر میں وہاں تک پہنچتا ہوں اور میرے لئے ایک کھڑکی کھل جاتی ہے اس میں داخل ہوتا ہوں اور تقدیرات حق سے حق کے ساتھ حق کیلئے منازعت کرتا ہوں'' اسی مقام کو مخدَع کہتے ہیں۔

قصیدۂ غوثیہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

أنا الحَسَنيُّ والمخدع مَقامِي

وأَقدامِي على عُنُق الرِّجال

''میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں اور بڑا مرتبہ ہے میرا، اور میرے قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہیں۔''

ولہذا فرماتے ہیں: ''تمام اولیاء مقامِ قدر پر پہنچ کر رک جاتے ہیں سوا میرے، کہ جب میں وہاں پہنچا میرے لیے اس میں ایک رَوزن (روشندان) کھولا گیا جس سے داخل ہوکر ''نَازَعْتُ أَقْدَارَ الْحَقِّ بِالْحَقِّ لِلْحَقِّ۔''

''میں نے تقدیراتِ حق سے حق کے ساتھ حق کے لیے منازَعت کی۔''

مردوہ ہے جو منازَعت کرے نہ وہ کہ تسلیم۔

رواه الإمام الأجل سيدي أبو الحسن علي نور الدين اللخمي قُدِّسَ سِرُّهٗ في ''البهجة'' المباركة بسندين صحيحين ثلاثيين عن الإمام الحافظ عبد الغني المقدسي والإمام الحافظ ابن الأخضر رحمهما الله تعالٰى سمعا سيدنا الغوث الأعظم رضي الله عنه وأرضاه وحشرنا في زمرة من تبعه ووالاه، آمين. [1]

نظیراس کی احکام ظاہریہ شرعیہ ہیں وہ بھی تین طرح آتے ہیں:

ایک مُعَلَّقُ ظَاهِرُ التَّعْلِيق کہ حکم کے ساتھ ہی بیان فرمادیا کہ ہمیشہ کو نہیں۔ ایک

---

1 اس کو جلیل القدر امام، ہمارے سردار ابوالحسن علی نورالدین اللخمی نے اپنی کتاب ''بہجۃ الاسرار'' شریف میں دو صحیح سندوں کے ساتھ جو کہ تین واسطوں سے ہیں، روایت کیا، ایک سند امام حافظ عبدالغنی المقدسی اور دوسری امام حافظ ابن الاخضر علیہما الرحمہ سے انہوں بلاواسطہ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بات کی سماعت کی، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور انھیں ہم سے راضی کرے اور ہمیں انکے متبعین اور انکی طرف رجوع کرنے والوں میں اٹھائے۔ آمین!

''بهجة الأسرار''، ذكر كلمات أخبربها عن نفسه محدثا بنعمة ربك، ص ٥٢.

مدتِ خاص کے لئے ہے کقولہ تعالی: ﴿حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا﴾[1]

دوسرے وہ کہ علمِ الٰہی میں تو ان کے لیے ایک مدت ہے مگر بیان نہ فرمائی گئی جب وہ مدت ختم ہوتی اور دوسرا حکم آتا ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حکم اول بدل گیا حالانکہ ہرگز نہ بدلا ﴿لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ﴾[2] بلکہ اس کی مدت یہیں تک تھی، گو ہمیں خبر نہ تھی، ولہٰذا ہمارے علماء فرماتے ہیں: نسخ تبدیلِ حکم نہیں بلکہ بیانِ مدّت کا نام ہے۔[3]

تیسرے وہ کہ علمِ الٰہی میں ہمیشہ کے لیے ہیں، جیسے: نماز کی فرضیت، زِنا کی حرمت، یہ اصلاً صالحِ نسخ نہیں یہ قضائیں بھی بصورت امر ہوتی ہیں۔ مثلاً: فلاں وقت فلاں کی روح قبض کرو، فلاں روز فلاں کو یہ دو یہ چھین لو، نہ بصیغۂ خبر[4]، کہ خبرِ الٰہی میں تخلُّف محال بالذات ہے: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾[5] واللّٰہ تعالٰی أعلم (اللہ تعالیٰ خوب ترجانتا ہے)۔

---

1 ترجمۂ کنزالایمان: ''یہاں تک کہ انہیں موت اٹھالے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے۔''

(پ ٤، النسآء: ١٥)

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔'' (پ ١١، یونس: ٦٤)

3 ''التفسيرات الأحمدية''، في جواز نسخ القرآن، ص١٥.

4 ''خبر اس کلام کو کہتے ہیں جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہو۔''

5 ترجمۂ کنزالایمان: ''اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں، اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی ہے سنتا جانتا۔'' (پ ٨، الأنعام: ١١٥)

سوال چہارُم (۴): دعا مقامِ رِضا وتسلیم کے خلاف ہے، جب بندہ اپنے مقدر پر راضی ہو گیا تو دعا سے کیا کام رہا؟

جواب: دعا خلافِ رضا نہیں، ہوسکتا ہے کہ حصولِ مدعا یا نَجات اَز بَلا دعا پر مقدر ہو۔

قال الرضاء: یہ سوال، سوالِ دُوُم کا غیر ہے۔ وہاں بر بنائے تفویض سوال تھا یہاں بر بنائے رضا وتسلیم اور تفویض ورضا میں فرق بَیِّن (ظاہر) ہے، رِضا کا مرتبہ تفویض کے درجہ سے اعلیٰ ہے۔

تفویض یہ کہ اپنے کام دوسرے کے سپرد کیجئے اب چاہے وہ سیاہ وسپید کچھ کرے، اصلاً دخل نہ دیجئے، عام ازیں کہ اپنے دل کو بھائے یا ناپسند آئے، جیسے مدعی و مدعا علیہ کسی کو اپنے معاملے کا حَکَم (ثالثی یعنی فیصلہ کرنے والا) بنا دیتے ہیں جی تو ہر ایک کا یہی چاہتا ہے کہ میرے موافق کرے، پھر اسکے سپرد کر دیتے ہیں کہ جو تیری سمجھ میں آئے کر دے۔

اور **رضا وتسلیم** یہ کہ اپنا اِرادہ اس کے ارادے میں فنا ہو جائے جو کچھ وہ چاہے اپنا دل بھی اسی کو پسند کرے اور اس کے خلاف کی خواہش نہ رکھے ولہٰذا قرآن عظیم میں: ﴿**فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ**﴾ پر اکتفانہ فرمایا ”یعنی قسم تیرے رب کی وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تجھے حَکَم نہ بنائیں اس جھگڑے میں جو اِن کے آپس میں ہو“ کہ فقط اس قدر تو ہر حُکم حَکَم کے ساتھ ہوتا ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اس کے ساتھ یہ بھی ضرور کہ ﴿**ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا**﴾ ”یعنی پھر نہ پائیں اپنے دلوں میں اصلاً تنگی تیرے حکم سے اور تسلیم کر لیں مان کر۔“ (پ ۵، النسآء: ٦٥)

اب تسلیم وتفویض کا فرق اور دونوں سوالوں میں مُغایَرت (علیحدگی) کھل گئی اور جواب کہ حضرت مُصَنِّف علّام قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ارشاد فرمایا،اس کی توضیح یہ ہے کہ اکثر حبسِ مدعا یا اِنزالِ بَلا (مراد بر نہ آنا یا کوئی بلا ومصیبت کا اترنا) اِس لئے ہوتا ہے کہ بندے ہمارے حضور اِلحاح وزاری کریں اور عاجزانہ بیکسانہ گڑگڑاتے منہ اور تھرتھراتے ہاتھ ہماری بارگاہ میں لائیں، وہ خود فرماتا ہے:

﴿فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا﴾ ''تو کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہماری طرف سے سختی آئی تھی گڑگڑائے ہوتے'' (پ۷، الأنعام: ٤٣).

اور وارد کہ فرماتا ہے:

((مَنْ لَا يَدْعُوْنِيْ أَغْضَبُ عَلَيْهِ)). ''جو مجھ سے دعا نہ کرے گا، میں اس پر غضب فرماؤں گا''[1] اور گزرا کہ کبھی عطائے مراد میں دیر اس لئے کرتے ہیں کہ ہمارے حضور زیادہ گڑگڑائے، تو ثابت ہوا کہ اِلحاح وزاری میں مصروف ہونا عین رضائے مولیٰ ہے نہ کہ اس کے خلاف ؎

بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت
واندراں برگ ونوا خوش نالہائے زار داشت
گفتمش در عین وصل ایں نالہ وفریاد چیست
گفت مارا جلوۂ معشوق دریں کار داشت

فافهم، والله سبحانه وتعالٰى أعلم. ﴾

1 ''كنز العمال''، كتاب الأذكار، الباب الثامن، الحديث: ٣١٢٤، الجزء الثاني، ج١، ص٢٩.

سوال پنجم (۵): صوفیائے کرام فرماتے ہیں: جب تک بندہ اپنی خواہش سے دست بردار نہیں ہوتا گرد اس دولت کی اسکے دامن کو نہیں چھوتی۔ اگر ایک ذرہ مراد و آرزو کا باقی رہے اس دشت خونخوار (خطرناک میدان) میں قدم نہ رکھ سکے۔

جواب: حکم تَصَوُّف کا مانندِ حکمِ فقہ کے عام نہیں بلکہ باختلافِ احوال ومَوَاجید واَذواق (بلکہ تصوف کا حکم ذوق وشوق اور حالت کے مختلف ہونے سے) مختلف ہوتا ہے اسی لیے حکم فقہ کا صوفی پر جاری ہے اور انکار صوفی کا فقہ پر صحیح نہیں، صوفی کو رجوع بفقہ ضرور ہے اور فقیہ کو رجوع بتصوف فرض نہیں[ا]۔

امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جو فقہ حاصل کرے اور تصوّف سے واقف نہ ہو متکلّف (یعنی دشواری میں پڑنے والا) ہے اور جو تصوّف حاصل کرے اور علمِ فقہ سے غافل ہو زِندیق[1] (بے دین) ہے اور جو دونوں جمع کرے محقق ہے۔''[2]

تصوف ہر چند برتر وافضل ہے مگر فقہ اَسلم واَشمل ہے[3] اسی واسطے کہتے ہیں: باطن ظاہر پر مقدم نہ کیا جائے، نہ تحصیل میں، نہ احکام کی تعمیل میں کہ تحصیلِ فقہ بعد اَز تَعَمُّق

ا یعنی احکام میں۔ ۱۲ منہ قدس سرہ

1 **زِندیق:** المجوس يلقّبون بالزنادقة، لأنّ الكتاب الذي زعم "زرادشت" أنّه نزل عليه من عند الله مسمى بالزند والمنسوب إليه يسمى زندي. ثمّ عرب فقيل زنديق.

("التفسير الكبير" للرازي، الأنعام، تحت الآية: ۱۰۰، ج۵، ص۸۹.)

2 "مرقاة المفاتيح"، كتاب العلم، الفصل الثالث، تحت الحديث: ۲۷۰، ج۱، ص۵۲٦.

3 یعنی تصوف اگرچہ افضل واعلیٰ ہے لیکن فقہ علوم کی تمام راہوں میں سب سے زیادہ سلامت اور اکثر علوم کو اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہے۔

فِي التَّصَوُّف مشکل ہے(یعنی تصوف میں غور وخوض کرنے کے بعد فقہ سیکھنا مشکل ہے)، بخلاف العکس۔اسی لئے کہتے ہیں: کُنْ فقیهاً صوفیاً ولا تکن صوفیاً فقیهاً.[1] پس یہ حکم (یعنی دعا سے دست برداری کا حکم) صاحبِ مقامِ فَنا کے لیے مخصوص ہے، جسے یہ مقام حاصل اس کے حق میں ترکِ دعا افضل۔

قال الرضاء: بلکہ اس سے صَدورِ دعا مُشکِل۔ ﴾

اس تقریر پر ایک **اعتراض** وارد ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیشوائے مریدان وسردارانِ مراداں ہیں، کوئی ولی و نبی ان سے آگے قدم نہیں بڑھا سکتا۔

قال الرضاء: یعنی ان کی باندھی ہوئی حدوں سے تجاوز نہیں کرسکتا کہ سب ان کے زیرِ حکم اوران کے اِتباع پر مامور ہیں۔ ﴾

خدائے تعالیٰ ان کو حکم دیتا ہے: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾[2] ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾[3] ﴿قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾[4] ﴿قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ﴾[5] پھر کسی کا کیا رتبہ ہے کہ اپنی خواست ومراد سے انقطاعِ کلی کرے

1 فقیہ صوفی بنو صوفی فقیہ نہ بنو یعنی پہلے فقہ سیکھو پھر تصوف کا علم حاصل کرو اور اسکے برعکس نہ کرو۔

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''تم فرماؤ میں اسکی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔''

(پ ۳۰، الفلق: ۱)

3 ترجمۂ کنزالایمان: ''تم کہو میں اسکی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب۔'' (پ ۳۰، الناس: ۱)

4 ترجمۂ کنزالایمان: ''عرض کرو کہ اے میرے رب! مجھے علم زیادہ دے۔'' (پ ۱۶، طٰہٰ: ۱۱۴)

5 ترجمۂ کنزالایمان: ''تم عرض کرو اے میرے رب! بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے برتر رحم کرنے والا۔'' (پ ۱۸، المؤمنون: ۱۱۸)

اور دعا اور سوال کو چھوڑ دے۔

علماء فرماتے ہیں: جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بات نکالے اس کے منہ پر ماری جائے۔[1]

قال الرضاء: بڑھنا یہ ہے کہ بے اِذنِ حضور اِقدام کرے (یعنی جس بات کی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت نہ فرمائی ہو وہ کام کرے) اور یہ نہ ہوگا مگر مخالفت میں، ورنہ ارشادِ اَقدس حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: **((من سنّ في الإسلام سنة حسنة كان له أجرها وأجر من عمل بها إلى يوم القيامة لا ينقص من أجورهم شيئاً))**[2].

''جو اسلام میں اچھی راہ پیدا کرے اس کا اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب اسے ملتا ہے اور ان عاملوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہو۔'' خود حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اذنِ عام ہے۔ سیدی علامہ عبدالغنی نابلسی قُدِّسَ سِرُّہٗ الْقُدْسِيُّ ''حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ'' میں فرماتے ہیں:

''أنّ النبي صلى الله عليه وسلم قال: ((من سنّ سنة حسنة)) فسمى المبتدع للحسن مستناً فأدخله النبي صلى الله عليه وسلم في السُّنّة وضابطة السُّنّة ما قرّره وفعَله النبيُّ صلى الله عليه وسلم وداوَمَ عليه ومن جملة قوله فعلُه صلى الله عليه وسلم؛ لأنّه تقرير وإذن في ابتداع السنة الحسنة إلى يوم الدين وإنّه مأذون له بالشرع فيها ومأجور عليه مع العاملين لها بدوامها.

1 "مرقاة المفاتيح"، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنّة، الفصل الأوّل، تحت الحديث: ١٤٠، ج١، ص٣٦٦.

2 "صحيح مسلم"، باب الحث على الصدقة ولو بشقّ تمرة... إلخ، الحديث: ١٠١٧، ص٥٠٨.

و"المعجم الكبير"، الحديث: ٢٣٧٢، ج٢، ص٣٢٩.

''یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: ((من سنّ في الإسلام سنة حسنة)) فرما کر بدعتِ حسنہ کو سنّت میں داخل فرمالیا اور اس کے ایجاد کرنے والے کو سُنّی قرار دیا کہ سنّت کا ضابطہ یہ ہے کہ جس بات کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مقرر رکھا یا جو کام حضور نے مداومت و اِظہار کے ساتھ کیا اور حضور کا وہ ارشاد بھی حضور کا فعل ہے کہ اس میں قیامت تک بدعتِ حسنہ نکالنے کا اذن اور اسے برقرار رکھنا اور بتا دینا ہے کہ اسے شرعاً اس کی اجازت ہے اور قیامت تک جو اس پر عمل کریں ان سب کے ساتھ اجر و ثواب ہے۔''﴾[1]

ایک شخص نے کسی فقیر سے بشر حافی کا حال بیان کیا کہ انہوں نے جوتا پہننا چھوڑ دیا تھا کہ زمین فرشِ خدا ہے وہ فرماتا ہے: ﴿وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ﴾ ''زمین کو ہم نے فرش کیا تو کیا اچھا بچھانے والے ہیں ہم۔'' (پ۲۷، الذاریات: ۴۸) جب کہ ہم امیروں اور بادشاہوں کے فرش پر جوتا پہن کر نہیں جا سکتے خدائے تعالیٰ کے فرش پر جوتا پہن کر کس طرح پھریں۔ فقیر نے کہا:

اے عزیز! جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی امر اختیار کرے اپنے کام میں خَجالت (شرمندگی) اٹھائے۔ بشر حافی نے اگر یہ سمجھ کر جوتا پہننا چھوڑا، پاخانے پیشاب کے لیے کس جگہ کو مقرر کیا!؟۔ آیت کے یہ معنی نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ جس بادشاہ کے فرش پر جوتا پہن کر پھریں یا پاخانہ پیشاب کریں، خراب و ناپاک ہو جائے، ﴿وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ﴾ ''زمین کو ہم نے فرش کیا پس کیا اچھے ہیں ہم بچھانے والے'' (پ۲۷، الذاریات: ۴۸) کہ ہمارے فرش پر تمام جہان چلتا پھرتا پاخانہ پیشاب کرتا ہے مگر خراب نہیں ہوتا۔ جس وقت نجاست خشک ہو کر زائل ہوتی ہے بے دھوئے اس پر نماز جائز ہوتی ہے۔

---

1 ''الحديقة الندية''، ثم اعلم أيها المكلف أنّ فعل البدعة السيئة... إلخ، ج ١، ص ١٤٧.

قال الرضاء: اس حکایت کے اِیراد سے مقصود حضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہٗ (یعنی مُصَنِّف کا یہاں اس حکایت کو ذکر کرنے کا مقصد) صرف اس قدر کہ جو دقیقہ سنّت نے نا معتبر رکھا دوسرا اس کا اعتبار نہیں کرسکتا۔ ولہٰذا حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ خیال آیا کہ پاخانے جانے میں نجاست کی مکھیاں کپڑوں پر بیٹھتی ہیں، نماز کیلئے لباس جداگانہ چاہیے فوراً اس سے رجوع فرمائی کہ صحابہ کرام، ائمہ دین تھے جب انہوں نے یہ امر روا رکھا دوسرا کون اسے معیوب کہہ سکتا ہے![1]

رہا اِن وَلِیَّ اللّٰہ کا اعتراض وہ اس وجہ پر متوجہ ہے جو بیان کرنے والے نے ذکر کی، نہ معاذ اللہ حضرت حافی قُدِّسَ سِرُّہٗ الصَّافِیْ کی برہنہ پائی پر، ان کی برہنہ پائی کی وجہ وہ تھی جو خود انہوں نے بیان فرمائی، اور امام یافعی نے ''روض الریاحین'' میں ذکر کی کہ وہ امیر کبیر تھے، رئیسانہ عیش وعشرت میں بسر کرتے ایک دن اپنی مجلس بیغمی میں تھے کہ دروازے پر کسی فقیر نے آواز دی کنیز گئی،

فقیر نے پوچھا: تیرا آقا کیا کرتا ہے؟

اس نے بیان کیا،

کہا: تیرا آقا بندہ ہے یا آزاد؟

کہا: آزاد،

کہا: سچ کہتی ہے، بندہ ہوتا تو بندگی میں ہوتا،

---

1 ''ردّ المحتار''، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، ج۱، ص۵۸۱.

و''حاشية الطحطاوي على ''المراقي''، كتاب الطهارة، فصل فيما يجوز به الاستنجاء، ص۵٤.

و''البريقة المحمودية''، ج٦، ص٢٦٤.

یہ آواز حضرت بشر کے گوش مبارک میں پڑی فوراً حال متغیر ہوا، بیتابانہ ننگے پاؤں دوڑے، فقیر کو نہ پایا، دنیا چھوڑی، محبت مولیٰ کے رنگ میں رنگے گئے مگر اس دن سے جوتا نہ پہنا، اگر کوئی پوچھتا فرماتے: میرے مولیٰ نے مجھ سے اسی حالت پر صلح کی [1]، یعنی جس وقت جذبِ الٰہی نے مجھے اپنی طرف کھینچا میں اس وقت ننگے پاؤں ہی تھا، لہٰذا اسی حال پر رہنا چاہتا ہوں۔

اب ان کی قدرِ برہنہ پائی دیکھئے جب تک زندہ رہے تمام جانوروں نے راستوں میں لِید، گوبر، پیشاب کرنا چھوڑ دیا کہ حافی کے پاؤں خراب نہ ہوں۔ ایک دن کسی نے بازار میں لید پڑی دیکھی کہا: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ [2] پوچھا گیا: کیا ہے؟ کہا: حافی نے انتقال کیا، تحقیق کے بعد یہی امر نکلا۔

رضي اللّٰه تعالٰی عن أولیاءہ ونفعنا ببرکاتھم في الدنیا والدین، آمین [3].

جواب اس شبہ کا تین۳ وجہ سے ہے:

پہلی وجہ: پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلق کی ہدایت ورہنمائی کیلئے تشریف لائے بعض اوقات حضور اَولیٰ کو چھوڑ کر اَدنیٰ کو اختیار فرماتے تا کہ لوگ اس کے جواز سے واقف ہوں یہ مَفْضُول ان کے لئے ہزار افضل اور یہ اَدنیٰ لاکھ اعلیٰ سے اَولیٰ تھا۔ [4]

---

1 "روض الریاحین"، الفصل الثاني فی إثبات کرامات الأولیاء، ص۲۱۷-۲۱۸.

2 ترجمۂ کنزالایمان: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔ (پ۲، البقرۃ:۱۵۶)

3 اللہ عزوجل اپنے اولیا سے راضی ہو اور ہمیں ان مقدس حضرات کی برکتوں سے دین ودنیا میں نفع پہنچائے آمین۔

4 یعنی وہ عمل بظاہر کم افضل معلوم ہوتا ہے ورنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس عمل کو اختیار فرمایا وہی افضل واعلیٰ ہے۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فعل بھی اسی قسم سے ہے تا (کہ) لوگ سمجھیں کہ دُعا وسوال ہمارے لئے ہے ترکِ خواست خَواص کے لئے خاص ہے۔

قال الرضاء: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شارع ہیں حضور کا فعل عام اُمت کی اقتداء کے لئے ہے حضور اگر اپنے مقامِ عالی سے عامۂ خلق کے لئے تَنَزُّل نہ فرمائیں، اتباعِ سنّت تمام جہان کو مُحال ہو جائے، ولہٰذا تمام رات شب بیداری اور رمضان مبارک کے سوا پورے مہینے کے روزے کبھی حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول نہیں، شب کو قیام بھی فرماتے اور آرام بھی، نفلی روزے بھی رکھتے اور اِفطار بھی (یعنی: کبھی روزے نہ بھی رکھتے) ایک بار استنجاء فرمایا فاروقِ اعظم پانی حاضر لائے ارشاد ہوا: یہ کیا ہے؟ عرض کی: حضور کے وضو کو پانی، فرمایا: مجھے حکم نہ دیا گیا کہ ہر پیشاب کے بعد وضو فرماؤں: ((ولو فعلتُ لكانت سُنّة)) ''اور میں ایسا کرتا تو سنّت ہو جاتا۔''[1]

اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر وقت باوضو رہنا افضل نہیں، یا اَکابر بندگانِ خدا کا تمام رات عبادت میں گزارنا، ایام مُحَرَّمہ[2] کے سوا نفلی روزے رکھنا، خلافِ سنت ہے یہ مقاصد شارع سے محض ناواقفی و جہالت ہے۔

---

1 "سنن أبي داود"، كتاب الطهارة، باب في الاستبراء، الحديث: ٤٢، ج١، ص٤٩.

و"سنن ابن ماجه"، كتاب الطهارة، باب من بال ولم يمس ماء، الحديث: ٣٢٧، ج١، ص٢٠٧-٢٠٨.

2 وہ ایام کہ جن میں روزہ رکھنا منع ہے۔ وہ سال کے پانچ دن ہیں: چار دن عید الاضحیٰ کے (۱۰ سے ۱۳ ذی الحجہ) اور ایک دن عید الفطر کا۔

دوسری وجہ: انسان ہر وقت ایک مقام پر نہیں رہتا، ورنہ کارخانۂ ہدایت ونصیحت میں فُتور (یعنی خلل) واقع ہو۔ ایک روز حضرت حَنْظَلَہ، صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہنے لگے: حنظلہ منافق ہوگیا، صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حال پوچھا، کہا: جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا ہوں اپنے دل میں ذوق وشوق پاتا ہوں جب مجلسِ اَقدس سے جُدا ہوا اور اہل وعیال سے ملا، وہ ذوق وشوق نہیں رہتا فرمایا: اپنا بھی یہی حال ہے چلو حضور سے یہ حال عرض کریں، عرض کی، فرمایا: ''آدمی ایک حال پر نہیں رہتا، اگر تم ایک حال پر رہو تو کپڑے پھاڑ کر نکل جاؤ اور عورتوں اور بچوں سے کنارہ کرو اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں۔''(1)

منقول ہے: کسی نے حضرت یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام سے کہا: آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بوئے پیراہن (قمیص کی خوشبو) مصر سے سونگھی اور کنعان کے کنوئیں میں ان کی خبر نہ لی، فرمایا: ہمارا حال یکساں نہیں رہتا۔

گھے بر طارمِ اعلیٰ نشینیم
گھے بر پُشت پائے خود نہ بینیم (2)

پس سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بعض اَحوال میں دعا فرمانا بعض دیگر احوال میں

---

1 ''صحیح مسلم''، کتاب التوبة، باب فضل دوام الذکر والفکر في أمور الآخرة، الحدیث: ۲۷۵۰، ص ۱۱۷۰-۱۱۷۱.

و''سنن الترمذي''، کتاب صفة القیامة، الحدیث: ۲۵۲۲، ج ٤، ص ۲۳۰-۲۳۱.

و''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، الحدیث: ۱۷۶۲۱، ج٦، ص ۱۹۰.

2 ''گلستانِ سعدی''، باب دوم در اخلاق درویشان، ص ۵۸-۵۹۔

اَولویّتِ ترک کے منافی نہیں۔[1]

اسی واسطے کہتے ہیں: بعض وقت دعا اور بعض وقت اس کا ترک اولیٰ ہے اور صفت اس کی باشارۂ قلب اسی وقت معلوم ہوتی ہے۔

قال الرضاء: مگر انبیاء علیھم الصلاۃ والسلام کے توارُدِ احوال حالاتِ اہل تلوین[2] سے پاک ومنزہ ہیں، وہ سردارانِ اصحابِ تمکین ہیں اور احوالِ متعاقبہ ادھر کی تجلیاتِ گونا گون کے آئینہ ہیں، وہاں جو کچھ ہے افضل واکمل واحسن واجمل احوال ہے خصوصاً سید الانبیاء علیه وعلیهم أفضل الصلاة والثناء.

قال تعالیٰ: ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾

''جو آن آتی ہے تیرے لیے گزشتہ آن سے افضل واعلیٰ ہے۔'' (پ ۳۰، الضحی: ٤)

فاحفظ واستقم[3]

---

1 یعنی انبیاء علیھم الصلاۃ والسلام کے حق میں افضل واولیٰ تو ترکِ دعا ہے اس کے باوجود اللہ عزوجل کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بعض احوال میں دعا فرمانا اس افضل واولیٰ کے منافی نہیں اس لئے کہ ان کا ہر فعل اُمت کی تعلیم کیلئے ہے۔

2 **اہل تلوین** سے مراد وہ سالک ہے جو ایک حال سے دوسرے حال یا ایک وصف سے دوسرے وصف کی جانب منتقل ہوا سے صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اہل تلوین کہا جاتا ہے یہ اربابِ احوال کی صفت ہے۔

اہل تمکین: اہل حقیقت کی صفت جو مقام استقامت وثبات ہے، یہ اہلِ حقائق کی صفت ہے۔ (یہ تلوین سے اعلیٰ ہے)۔ ("الرسالة القشيرية"، ص ١١٤)

3 اسے یاد کر لیجئے اور اسی پر استقامت کے ساتھ جمے رہیے۔

تیسری وجہ: کہ اَصَحّ وافضل وجوہ ہے[1] یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مقامِ بَقا کہ اس مقامِ فنا سے ہزاروں درجے ارفع واعلٰی ہے، حاصل تھا، اس مقام میں دعا وسوال وتَوَجُّه بِخَلْق وتَمَيُّز بَيْنَ الصَّلَاح والفَسَاد (یعنی مخلوق کی طرف توجہ اور بھلائی اور برائی کے مابین فرق کرنا) جائز بلکہ لازم ہے اور شفاعت وعذر خواہی اپنے مُتعلِّقوں اور متوسّلوں کی طرف سے واجب۔

قال الرضاء: قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾(2)۔

حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسی طرف اشارہ فرمایا:

فالرجل هو النازع للقدر لا الموافق له كما تقدم.[3]

آخر اپنے رب عزوجل کو نہ سنا، کہ اپنے خلیلِ جلیل علیہ الصلاۃ والتسلیم کی نسبت کیا فرماتا ہے:

﴿فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ

---

1 یعنی مذکورہ اعتراض کا جواب مصنف علام قدس سرہ نے تین۳ طرح سے دیا ان میں سب سے افضل وصحیح تر جواب یہ ہے۔

2 ترجمۂ کنز الایمان: ''اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔'' (پ۲۶، محمد: ۱۹)

3 مَردوہ ہے جو تقدیراتِ حق میں حق ہی کی اجازت سے اس کے حضور منازَعت کرے نہ کہ تسلیم۔ جیسا کہ صفحہ ۱۸۶ پر گزرا۔

لُوۡطٍ ؕ اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ لَحَلِيۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيۡبٌ ﴾[1]

جواب ثانی: اس بیان سے عدمِ جوازِ دعاوسوال نہیں سمجھا جاتا اس لئے کہ دعا بھی مرادِ محبوب ہے سائلین پر تقاضا ہے: ﴿اُدۡعُوۡنِيۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ﴾[2] مولیٰ چاہتا ہے ہمارا بندہ ہمارے حضور التجاء لائے اور عجز و بیچارگی اپنی ظاہر کرے۔

---

1 ترجمۂ کنزالایمان: ''پھر جب ابراہیم کا خوف زائل ہوا اور اسے خوشخبری ملی، ہم سے قومِ لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ بیشک ابراہیم تحمل والا، بہت آہیں کرنے والا، رجوع لانے والا ہے۔''

(پ ١٢، هود: ٧٤-٧٥)

سورۂ ہود کی مذکورہ آیت نمبر۷۴ کے تحت صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''خزائن العرفان'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

''یعنی: کلام وسوال کرنے لگا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا مُجادَلَہ یہ تھا کہ آپ نے فرشتوں سے فرمایا کہ قوم لوط کی بستیوں میں اگر پچاس ایماندار ہوں تو بھی انہیں ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا: نہیں، فرمایا: اگر چالیس ہوں؟ انہوں نے کہا: جب بھی نہیں، آپ نے فرمایا: اگر تیس ہوں؟ انہوں نے کہا: جب بھی نہیں، آپ اس طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: اگر ایک مرد مسلمان موجود ہو تب ہلاک کردو گے؟ انہوں نے کہا: نہیں تو آپ نے فرمایا: اس میں لوط علیہ السلام ہیں، اس پر فرشتوں نے کہا: ہمیں معلوم ہے جو وہاں ہیں، ہم حضرت لوط علیہ السلام کو اور انکے گھر والوں کو بچائیں گے، سوائے انکی عورت کے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا مقصد یہ تھا کہ آپ عذاب میں تاخیر چاہتے تھے تاکہ اس بستی والوں کو کفر و معاصی سے باز آنے کیلئے ایک فرصت اور مل جائے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی صفت میں ارشاد ہوتا ہے (کہ بےشک ابراہیم تحمل والا، بہت آہیں کرنے والا، رجوع لانے والا ہے)۔''

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔'' (پ ٢٤، المؤمن: ٦٠)

حدیث میں ہے: خدائے تعالیٰ پچھلی رات کو آسمان دنیا پر تجلّی خاص کرتا اور صبح تک ارشاد فرماتا ہے:

''کون ہے جو مجھ کو پکارے میں اسے جواب دوں،

کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے میں قبول کروں۔''(1)

حدیث قدسی میں ہے: ''اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو، مگر جسے میں کھلاؤں، مجھ سے کھانا مانگو، میں کھانا دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہومگر جسے میں پہناؤں، مجھ سے کپڑا مانگو، میں کپڑا دوں گا۔''(2)

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جس کو دعا کی توفیق دی جائے دروازے بہشت کے اس کے لیے کھولے جائیں۔''(3)

دوسری حدیث میں ہے: ''جو مسلمان کسی دعا میں خدائے تعالیٰ کی طرف اچھی طرح متوجہ ہوتا ہے، خدائے تعالیٰ اس کی دعا اسے عطا کرتا ہے یا دنیا میں دیتا ہے یا آخرت کے لیے ذخیرہ فرماتا ہے۔''(4)

والحمد للّٰہ ربّ العالمین.

---

1 "سنن أبي داود"، كتاب التطوع، باب أيّ الليل أفضل، الحديث: ١٣١٥، ج٢، ص٥١.

2 "صحيح مسلم"، باب تحريم الظلم، الحديث: ٦٥٧٧، ص١٣٩٣.

3 "سنن الترمذي"، باب دعاء النبي ﷺ، الحديث: ٣٥٥٩، ج٥، ص٣٢٢.

و"المستدرك"، باب استفتاح الدعاء، الحديث: ١٨٧٦، ج٢، ص١٧١.

4 "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، الحديث: ٩٧٩٢، ج٣، ص٤٥٨.

تذییل

غیرخدا سے سوال قَبِیح لِذَاتِہٖ ہے۔

حدیث شریف میں ہے: ”سوال فواحش سے ہے“[1] اورفواحش حرام، پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوبکر اور ثوبان اور ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس بات پر بیعت لی کہ سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی سے سوال نہ کریں یہاں تک کہ اگر کوڑا گرجاتا، گھوڑے سے اتر کر اٹھالیتے مگر کسی سے نہ کہتے کہ ہمیں کوڑا اُٹھادے۔[2]

اللہ پاک اصحابِ صُفَّہ کی تعریف کرتا ہے: ﴿لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾[3]

علماء فرماتے ہیں: ”ترکِ سوال ہر حال میں اَولیٰ ہے کہ خدائے تعالیٰ ہر شخص کے رزق کا کفیل ہے۔“

حدیث شریف میں ہے: ”بھوکا اور حاجت مند اگر اپنی حاجت لوگوں سے چھپائے، خدائے تعالیٰ رزق حلال سال بھرتک اسے عنایت کرے۔“[4]

---

1 ”کیمیائے سعادت“، اصل چھارم درفقر وزھد، ج۲، ص۸۴۳.
و”احیاء علوم الدین“، کتاب الفقر والزھد، ج٤، ص۲۵۹.

2 ”السنن الکبری“ للبیھقي، باب کراھیة السؤال... إلخ، الحدیث: ۷۸۷۵، ج٤، ص۳۳۰.
و”الحدیقة الندیة“، القسم الثاني، النوع العشرون، ج۲، ص۲۶۷.

3 ترجمۂ کنزالایمان: ”لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے۔“ (پ۳، البقرة: ۲۷۳)

4 ”المعجم الصغیر“، باب من اسمه إبراھیم، الحدیث: ۲۱٤، ج۱، ص۷۹.
و”شعب الإیمان“، باب الصبر علی المصائب، الحدیث: ۱۰۰۵٤، ج۷، ص۲۱۵-۲۱۶.

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا﴾ (1)

﴿نَحْنُ نَرْزُقُھُمْ وَاِیَّاکُمْ﴾ (2)

بشر حافی کہتے ہیں: ''جو کسی کو بُرا نہ کہے اور کسی کے دروازے پر نہ جائے اور کسی سے سوال نہ کرے، دنیا و آخرت میں با آبرو رہے۔''

بعض ﴿وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ﴾ (3) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اپنے رب ہی سے مانگ (4) دوسرے سے سوال نہ کر اور ﴿اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَۃَ وَالْاُوْلٰی﴾ (5) کے تحت میں تحریر کرتے ہیں: **فمن طلبه من غيرنا فقد أخطأ**. ''تو جو اسے ہمارے غیر سے طلب کرے وہ خطا پر ہو۔'' (6)

موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے: ''جانور کے واسطے گھاس اور ہانڈی کے لیے نمک بھی مجھی سے مانگ۔'' (7)

علماء فرماتے ہیں: ''خدائے تعالیٰ سے سوال کرنا عزت اور غیروں سے مانگنا

---

1 ترجمۂ کنزالایمان: ''اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمۂ کرم پر نہ ہو۔'' (پ١٢، هود: ٦)

2 ترجمۂ کنزالایمان: ''ہم انھیں بھی روزی دیں گے اور تمہیں بھی۔'' (پ١٥، بنيٓ إسرآء يل: ٣١)

3 ترجمۂ کنزالایمان: ''اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔'' (پ٣٠، ألم نشرح: ٨)

4 "روح المعاني"، پ٣٠، الانشراح، تحت الآية: ٨، ج١٥، ص٥٤٦.

5 ترجمۂ کنزالایمان: ''بے شک آخرت اور دنیا دونوں کے ہمیں مالک ہیں۔'' (پ٣٠، الليل: ١٣)

6 "تفسير الجلالين مع حاشية الجمل"، الليل، تحت الآية: ١٣، ج٨، ص٣٣٩.

7 "الدر المنثور"، ج٧، ص٣٠٢، پ٢٤، غافر: تحت الآية: ٦٠.

موجبِ ذلت ہے۔''[1]

بیت

راز گوئم بخلق و خوار شوم

باتو گویم بزرگ وار شوم[2]

جو شخص آدمی سے سوال کرتا ہے تین خرابیوں میں پڑتا ہے:

پہلی خرابی: خلق کی نگاہ میں ذلیل وخوار ہوجاتا ہے، ہر ایک کے سامنے عاجزی کرنی پڑتی ہے بندے کو لائق نہیں کہ اپنے نفس کو بلا ضرورت خوار کردے اور سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کے سامنے تذلُّل (عاجزی) کرے۔

دوسری خرابی: محتاجی ظاہر کرنا مولیٰ کی شکایت ہے، جو غلام براہِ احسان فراموشی ونمک حرامی اپنے مولیٰ کے انعام وعطا پر قناعت نہ کرے اور دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلائے گویا زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ میرا مولیٰ مجھے ننگا بھوکا رکھتا ہے اور بقدر رفعِ احتیاج نہیں دیتا۔

نقل ہے ایک عابد کسی پہاڑ پر رہتا، وہاں انار کا درخت تھا ہر روز تین انار اس میں آتے، انہیں کھاتا اور عبادت کرتا، حق عزوجل کو امتحان منظور ہوا، ایک روز انار نہ لگے صبر کیا دو روز اور یہی ماجرا گزرا، تیسرے دن گھبرا کر پہاڑ سے نیچے اترا، اس کے نیچے ایک نصرانی رہا کرتا تھا اس سے سوال کیا، نصرانی نے چار روٹیاں دیں، اس کا کتا بھونکنے لگا عابد نے ایک

---

1 "إحياء علوم الدين"، كتاب الفقر والزهد، ج٤، ص٢٥٩.

2 ع تو سب کو راز کہہ کر ہی ذلیل وخوار ہوتا ہے
خدا واحد کہ سب کے راز کو وہ راز رکھے ہے

روٹی ڈال دی کتے نے کھا کر پھر پیچھا کیا، دوسری روٹی ڈال دی، کتے نے وہ بھی کھالی مگر پیچھا نہ چھوڑا جب چاروں کھالیں اور بھونکنے سے باز نہ آیا عابد نے کہا: اے حریصِ ناحق کوش! (یعنی: ناحق بات میں کوشش کرنے والے) تجھے شرم نہیں آتی کہ میں تیرے گھر سے بھیک مانگ کر لایا اور تو نے مجھ سے سب چھین لیں اب بھی پیچھا نہیں چھوڑتا، کتے نے کہا: ''میں تجھ سے زیادہ بے شرم نہیں کہ جس مالک نے برسوں بے محنت ومشقت ایسا نفیس رزق تجھے کھلایا، تین روز نہ دینے پر اتنا گھبرا گیا کہ اس کے دشمن کے گھر بھیک مانگنے آیا۔''

تیسری خرابی: جس سے سوال کرتا ہے اسے ناحق رنج دیتا ہے کہ اگر وہ سوال رَدّ کردے تو لوگوں سے شرمندگی وندامت ہو اور جو خلق سے شرما کر دے تو دل پر گراں گزرے اور آخرت میں مفید نہ ہو بلکہ بسبب ریاکاری کے مضر ہو ایسے شخص سے سوال کرنا گویا مُصادَرَہ اور ڈانڈ طلب کرنا ہے (یعنی: تاوان طلب کرنا ہے)۔[1]

صوفیائے کرام کہتے ہیں: ''جس کو جانے کہ یہ لوگوں کی شرم سے دیتا ہے اس سے لینا ممنوع ہے'' اور جو سوال سے خوش ہوتا ہے اور بطیبِ خاطر دیتا ہے (یعنی: خوش دلی کے ساتھ دیتا ہے) بعض اوقات سوال اس پر بھی ناگوار گزرتا ہے خصوصاً اس شخص کا جو بہت سوال کیا کرتا ہے پس بندے کو لائق ہے کہ خدا ہی سے سوال کرے کہ وہ مانگنے سے ناخوش نہیں ہوتا، نہ بار بار عرض کرنے سے ناراض بلکہ اور زیادہ راضی ہوتا ہے۔[2]

---

1 ''إحياء علوم الدين''، كتاب الفقر والزهد، آداب الفقير المضطر فيه، ج٤، ص٢٥٩.

2 ''كيميائے سعادت''، اصل چهارم درفقر وزهد، ج٢، ص٨٤٣-٨٤٤.

حدیث شریف میں ہے: ''جس کے پاس بقدر کفایت ہو اور وہ سوال کرے قیامت کے دن اس کے منہ کا گوشت گل کر گر پڑے گا کہ ہڈی کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔''(1)

دوسری حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''وہ جو کچھ لیتا ہے دوزخ کی آگ ہے اب چاہے بہت لے یا تھوڑی''، کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ! کس قدر رکھتا ہو تو سوال نہ کرے؟ فرمایا: ''صبح وشام کا کھانا۔''(2)

اور ایک روایت میں ''پچاس درہم'' کہ ایک آدمی کو سال بھر کفایت کرتے ہیں۔(3)

اور وجہِ تطبیق یہ ہے کہ موسم صدقات جہاں سال بھر میں ایک بار آتا ہے، اگر ان دنوں بقدرِ سدِّ رَمَق (یعنی: اتنا کھانا جس سے زندگی قائم رہے) ایک سال کا قُوت (یعنی: خوراک) نہیں رکھتا یا سال بھر کے لائق کپڑا موجود نہیں اور اس عرصے میں نہ ملنے کی اُمید، نہ کسب پر قدرت، تو اس کو سوال درست ہے اور جو ہر روز سوال کرتا ہے اسے دوسرے دن کے لیے بھی سوال کرنا جائز نہیں۔

---

1 ''سنن ابن ماجه''، كتاب الزكاة، باب: من سأل عن ظهر غنى، الحديث: ١٨٤٠، ج٢، ص٤٠٢.

2 ''سنن أبي داود''، كتاب الزكاة، باب من يعطى من الصدقة، وحد الغنى، الحديث: ١٦٢٩، ج٢، ص١٦٤، بألفاظ متقاربة.

و''الجامع الصغير''، حرف الميم، الحديث: ٨٧٢٩، ص٥٢٨.

3 ''سنن أبي داود''، كتاب الزكاة، باب من يعطى من الصدقة، وحد الغنى، الحديث: ١٦٢٦، ج٢، ص١٦٣.

اصل یہ ہے کہ سوال بقدرِ حاجت درست ہے اور حاجت باختلاف اشخاص واوقات واحوال واَمصار مختلف۔

پس غیر خدا سے سوال فِي نَفسِہٖ قَبِيح ہے اوراس کی اجازت بوجہ ضرورت، الضرورات تُبیح المحظورات (یعنی: ضرورتیں ممنوعہ اشیاء کومباح یعنی جائز کر دیتی ہیں) جوشخص بقدرِ سدِّ رَمق کے قُوت یا بقدرِ سترِ عورت کے لباس یا سونے بیٹھنے کے لائق گھر نہیں رکھتا اور کسب[1] سے بھی نہیں حاصل کر سکتا اسے کئی شرط سے سوال کرنا درست ہے۔

پہلی شرط: خدائے تعالیٰ کی شکایت نہ کرے اور ناشکری کا کلمہ زبان پر نہ لائے۔

دوسری شرط: حتی الوُسع (جہاں تک ممکن ہو) اپنے عزیز اور دوست اور سخی عالی ہمت سے مانگے کہ اس پر سوال گراں نہ گزرے گا اور وہ اسے بنظرِ حقارت نہ دیکھے گا۔

---

[1] اگر قدرت کسب رکھتا ہوتو کسب کرے اورسوال سے باز رہے مگر طالبِ علم، اگر کسبِ معاش طلب علم میں خلل ڈالے بخلاف عابد کہ وہ کسب کرے اگر چہ عبادت میں حرج ہو۔

قال الرضاء: وجہِ فرق ظاہر کہ کسبِ حلال خود افضل عبادات سے ہے تو اس میں دونوں مقصود حاصل بخلاف علم کہ اس سے جو مطلوب ہے کسب سے حاصل نہیں ہوسکتا، مع ہذا طلبِ علم فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ اور عباداتِ نافلہ کیلئے تفرُّغ (فراغت) اصلاً فرض نہیں۔ ۱۲

اسی طرح اس دینی کتاب کو جس کی حاجت رکھتا ہے فروخت کرنا ضرور نہیں، ہاں جس کتاب کی حاجت نہ ہو اور جانماز اور اسی قسم کا اسباب کہ حاجت سے زیادہ ہو بیچ ڈالے اور سوال نہ کرے۔۱۲منہ قدس سرہ.

تیسری شرط: پارسائی کوحیلۂ دنیا طلبی وسوال کا نہ کرے؛ کہ دین کو دنیا سے بیچنا کمال نادانی ہے۔[1]

چوتھی شرط: جماعت میں ایک شخص کو متعین کر کے سوال نہ کرے کہ اگر نہ دے شرمندہ ہو اور جو دے اس کے جی پر گراں گزرے مگر صاحبِ زکوٰۃ سے مستحق کے واسطے اور جو خود مستحق ہو تو اپنے لئے سوال بتعیّن مضائقہ نہیں رکھتا، اگر چہ اس کو ناگوار ہو اور اسی طرح تعیّنِ سوال کہ مجھے ایک روپیہ یا دو روپے دے، نہ چاہیے۔

پانچویں شرط: قدرِ حاجت سے زیادہ نہ مانگے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اصل حاجتیں تین ہیں: روٹی، کپڑا، گھر، اور حدیث شریف میں ہے کہ ''آدمی کو تین چیزوں کے سوا دنیا میں کچھ حق نہیں، چند لقمے کہ اس کی پیٹھ کو سیدھا کریں اور ایک ٹکڑا کپڑا کہ ستر چھپائے اور چھوٹا گھر جس میں جھک کر داخل ہو سکے'' اسی طرح جو چیزیں گھر کیلئے لا بُدَّ (یعنی ضروری) ہیں وہ بھی حاجت میں داخل ہیں۔[2]

قال الرضاء: یہ حاجاتِ ضروریہ عامہ ہیں جن کی طرف سب کو احتیاج ہے اور اَہل وعیال والے کو ان کے نفقہ کی بھی حاجت ہے، اگر بی بی یا غیر مالدار بچوں یا حاجت مند ماں باپ اور ان کے مثل ان کے لئے جن کا نفقہ شرعاً اس پر واجب ہے قدرِ کفایت نہ پاس ہے، نہ وقتِ حاجت تک کسب سے حاصل کر سکتا ہے تو ان کے لئے بھی سوال جائز بلکہ واجب ہے۔

---

1 یعنی اپنی پرہیز گاری کے ذریعے سوال نہ کرے کہ دین کو دنیا کے بدلے بیچنا بہت بیوقوفی ہے۔

2 ''کیمیائے سعادت''، اصل چهارم درفقر و زهد، ج ۲، ص ۸۴۵.

فإنّ ما لا يحصل الواجب إلّا به يكون واجباً كمثله في "ردّ المحتار" عن "الذخيرة": إن قدر على الكسب تفرض النفقة عليه فيكتسب وينفق عليهم وإن عجز؛ لكونه زمناً أومقعداً يتكفف الناس وينفق عليهم كذا في نَفَقات الخَصَّاف. (1)

غرض اصل کُلّی وہی ہے کہ جو حاجت وضرورت واقعی وشرعی ہو اور طریقۂ تحصیل سِوا سوال کے دوسرا نہ ہو (مانگنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہ ہو تو) اس کے لیے بقدرِ حاجت، تاوقتِ حاجت سوال جائز ہے ورنہ حرام۔

آج کل اکثر لوگ بیٹی کے بیاہ کے لیے بھیک مانگتے ہیں اور اس سے مقصود رسومِ مُرَوَّجۂ ہند کا پورا کرنا ہوتا ہے، حالانکہ وہ رسمیں اصلاً حاجتِ شرعیہ نہیں تو ان کے لئے سوال حلال نہیں ہوسکتا، ہاں مسلمانوں کو خود مناسب ہے کہ حاجت مند بیٹی والے کی اِعانت کریں۔ حدیث میں اس کی مدد کرنے، اسے قرض دینے کی طرف ارشاد ہوا ہے۔

بعضے بھیک مانگتے ہیں کہ حج کو جائیں گے، یہ بھی حرام اور انہیں دینا بھی حرام، **ما حرم أخذه حرم إعطاءه** (جس شئے کا لینا حرام، اس کا دینا بھی حرام) فقیر کو حج، نفل ہے اور

---

1 جو شخص واجب کے حصول پر سوال کئے بغیر قدرت نہیں رکھتا اس پر سوال کرنا واجب ہے، اسی کی مثل ''ردالمحتار'' میں ''ذخیرہ'' سے منقول کہ اگر کما کر ان کا نفقہ جو اس شخص پر واجب ہے، پورا کرسکتا ہے تو کمائی کر کے ان کا نفقہ ادا کرے، اور اگر لنجا یا اپاہج ہونے کے سبب نہیں کما سکتا تو لوگوں سے مانگ کر ان کا خرچہ پورا کرے جن کا نفقہ اس پر واجب ہے اسی طرح خصاف کے باب النفقہ میں بھی مذکور ہے۔

"ردّ المحتار"، كتاب الطلاق، باب النفقة، ج٥، ص٣٤٦.

سوال حرام، نفل کے لئے حرام اختیار کرنا کس نے مانا! ﴾

چھٹی شرط: اسے تنعُّم وتجمُّلِ نفس وعیال میں صرف نہ کرے بلکہ وسیلۂ عبادت ومباح میں خرچ کرے۔(1)

قال الرضاء: مال غَادی ورَائح ہے (یعنی: مال، بادل وہوا کی مانند آنی جانی شئے ہے) صبح آتا اور شام جاتا شام جاتا اور صبح آتا ہے۔ نانِ شبینہ کے محتاج (مفلس اور لاچار لوگ) آنکھوں دیکھتے دیکھتے صاحبانِ تخت وتاج ہوگئے اب اگر کسی نے ضرورت کے لئے سوال سے مال حاصل کیا ابھی خرچ نہ ہوا تھا کہ مال حلال کسی دوسری وجہ سے مل گیا تو اسے اگرچہ اس مالِ سوال کا واپس دینا شرعاً ضرور نہیں کہ اس وقت محتاج ہی تھا مگر اولیٰ یہی ہے کہ واپس کردے تاکہ ذلتِ سوال کی تلافی اور شکر واظہارِ نعمتِ الٰہی ہو پھر بھی اگر صَرف کرے تو اسی حاجت وضرورت ہی کے امور میں کہ جس کے لیے مانگا تھا اس کے خلاف نہ ہو۔

هذا ما ظهر في شرح هذا الكلام الشريف، فافهم، والله تعالٰى أعلم ﴾(2)

ساتویں شرط: مُنعِم حقیقی کا شکر بجالائے اور جس نے دیا اس کا بھی شکر ادا

---

1 یعنی جو مال مانگ کر حاصل ہوا اُسے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے عیش وعشرت اور بناؤ سنگھار میں خرچ نہ کرے بلکہ اسے عبادت اور مباح کاموں کا ذریعہ بنائے۔

2 یہ کلام ہے جو مُصَنِّف علیہ الرحمۃ کے اُس کلام کی تشریح میں مجھ پر ظاہر ہوا، پس اسے سمجھو اور سب سے بہتر علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

کرے کہ واسطۂ وصولِ نعمت ہے اوراس کے حق میں دعا کرے۔[1]

حدیث شریف میں ہے:''جو بھلائی کرے اسکو بدلا دو، نہ ہو سکے تو اس کیلئے دعا کرو۔''[2]

مگرصدقہ دینے والے کو چاہیے کہ اگرفقیراس کے سامنے اسے دعا دے تو وہی دعا فقیرکو دیدے تا کہ دعا کا عوض دعا ہو جاوے اور صدقہ بے عوض رہے اس کے عوض ثوابِ آخرت ملے۔

آٹھویں شرط: کسی سے بار بار سوال نہ کرے کہ اس حرکت سے وہ تنگ ہوگا وہ اس کوحریص سمجھے گا۔

نویں شرط: اگر دینے والا تنگ ہوکر یا لوگوں سے شرما کر یا مالِ مُشْتَبَہ یا حرام اس کو دے، قبول نہ کرے کہ اگر خدا کے واسطے ایسے مال سے اجتناب کرے گا، خدا اپنے فضل وکرم سے اسے بہتر عنایت فرمائے گا:﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا o وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾[3]

---

1 یعنی: پروردگارِ عالم عزوجل کا شکر بجالائے کہ درحقیقت سبھی نعمتیں ملتی تو اللہ رب العزت ہی کی طرف سے ہیں لیکن چونکہ یہ شخص اس نعمتِ خداوندی کے پہنچنے کا ذریعہ بنا اس لئے اسکا بھی شکریہ ادا کرے اور اسکے حق میں دعا بھی کرے۔

2 ''السنن الکبری''، کتاب الزکاة، باب عطیة من سأل باللّٰه عزوجل، الحدیث: ۷۸۹۰، ج ٤، ص ۳۳٤.

3 ترجمۂ کنزالایمان:''اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کیلئے نجات کی راہ نکال دے گا اوراُسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔'' (پ ۲۸، الطلاق: ۲-۳)

دسویں شرط: **لِوَجْهِ اللّٰه** سوال نہ کرے یعنی یہ کلمہ کہ خدا کے واسطے مجھے کچھ دو، نہ کہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جو شخص **لِوَجْهِ اللّٰه** سوال کرے، ملعون ہے۔''(1)

ایک بزرگ کوفے کے بازار میں چڑیا ہاتھ پر بٹھائے کہتے تھے: اس چڑیا کے لیے مجھے کچھ دو، کسی نے کہا: یہ کیا کہتے ہو؟ فرمایا: دنیائے دُوں (یعنی: بے قیمت وحقیر دنیا) کے لیے خدا کا واسطہ نہیں لاسکتا اس کا شفیع (سفارشی) بھی حقیر چاہیے۔(2)

سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **((لا یسأل لوجه اللّٰه إلا الجنة)).** ''لوجہ اللہ کہہ کر جنت کے سوا کوئی چیز نہ مانگی جائے۔''(3)

گیارہویں شرط: جس قدر دیا جائے بطیبِ خاطر (یعنی: خوش دلی کے ساتھ) قبول کرے زیادہ پر اِصرار سے نہایت باز رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جو مال، دینے والے کی ناگواری کے ساتھ لیا جاتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی۔''(4)

---

1 "مجمع الزوائد"، كتاب الزكاة، باب فيمن سأل بوجه اللّٰه عزوجل، الحديث: ٤٥٦٨-٤٥٦٩، ج٣، ص٢٧٢.

2 "كشف المحجوب" (فارسى)، باب آدابهم في السؤال وتركه، ص ٤٠٧.

3 "سنن أبي داود"، كتاب الزكاة، باب كراهية المسألة بوجه اللّٰه تعالى، الحديث: ١٦٧١، ج٢، ص١٧٨.

4 "صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب النهي عن المسألة، الحديث: ١٠٣٧-١٠٣٨، ص ٥١٦.

یہ زیادہ کے لیے اس واسطے اصرار کرتا ہے کہ زیادہ کام آئے گا اور وہاں اس سے برکت اٹھالی گئی کہ اس تھوڑے کی قدر بھی بکار آمد نہ ہوگا، اگر قناعت کرتا، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ خیر و برکت عطا فرماتا ہے۔

بارہویں شرط: لازم ہے کہ عیب صدقے کا پوشیدہ رکھے۔

قال الرضاء: جیسے دینے والے کو چاہیے کہ ناقص چیز صدقے میں نہ دے کہ اللہ عزوجل غنی ہے، صدقہ پہلے اس غنی مطلق جَلَّ وَعَلَا کے دستِ قدرت میں پہنچتا اس کے بعد فقیر کے ہاتھ میں جاتا ہے۔ اب آدمی دیکھے کہ غنی کی سرکار میں کیا پیش کش کرتا ہے۔

وہ فرماتا ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾

''ہرگز نیکی نہ پاؤ گے جب تک اپنی پیاری چیزوں میں سے ہماری راہ میں خرچ نہ کرو۔'' (پ ٤، ال عمران: ٩٢)

اور فرماتا ہے: ﴿لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ﴾

''تمہیں ایسی چیز دی جائے تو نہ لو گے مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ۔'' (پ٣، البقرة: ٢٦٧)

ایسے ہی صدقے لینے والے پر لازم ہے کہ ناقص پر ناراض نہ ہو اور اس کی مذمت وشکایت نہ کرے کہ آخر اس کی طرف سے نعمت ہے اور نعمت کا مُعاوَضہ شکر ہے نہ (کہ) شکایت، اس کا کوئی قرض نہ آتا تھا کہ شکایت کرتا ہے۔ ﴾

تیرہویں شرط: جو شخص مالِ ظلم یا مالِ رِبا (کسی سے چھینا ہوا، یا سُودی مال) دے ہرگز نہ لے کہ خبیث سے سوا خُبث (برائی) کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

قال الرضاء: اگر معلوم ہو کہ جو کچھ یہ دیتا ہے عین حرام ہے تو ہر طرح لینا حرام

ہے خواہ ہدیہ میں، خواہ صدقہ میں، خواہ اُجرت میں، خواہ قرض میں، خواہ کسی طرح، ورنہ جائز۔

ما لم نعرف شيئاً حراماً بعينه به نأخذ، قاله محرّر المذهب محمّد رحمه الله تعالیٰ وقد فصّلنا المسألة بوجوهها في مجموعتنا المباركة إن شاء الله تعالیٰ "العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية".﴾(1)

چودھویں شرط: صدقے کو تھوڑا اور حقیر نہ جانے، جیسے دینے والے کو چاہیے بہت دے اور تھوڑا سمجھے۔ **والكثير في جنب الله قليل** (کثیر بھی اللہ کے حضور قلیل ہے) حدیث صحیحین سے ثابت کہ صدقہ کو حقیر نہ جانو اگرچہ بکری کا جلا ہوا کُھر ہو۔(2)

قال الرضاء: اس کے مُخاطَب صدقہ دینے والے بھی ہو سکتے ہیں یعنی: اگر ایسی ہی چیز کی استطاعت ہے تو یہی دو اور اِسے حقیر نہ جانو کہ آخر امتثالِ امر ہے (یعنی: شرعی حکم کی بجا آوری ہے) اور محتاج کے کچھ تو کام آئے گی وہاں اِنہیں دو باتوں پر نظر ہے نہ کہ تمہارے قلیل وکثیر پر، کہ یوں تو تمام متاعِ دنیا شرق سے غرب تک کے سارے خزینے، دفینے ہر قلیل سے قلیل تر، ہر ذلیل سے ذلیل تر ہیں اور جب اس وقت ناقص ہی چیز پر ہاتھ پہنچتا ہے تو اب وہ آیۂ کریمہ وارد نہ ہوگی جو ہم نے زیرِ **شرط۱۲** تلاوت کی کہ اس میں

---

1 جب تک کسی معین شئے کا حرام ہونا ہمیں معلوم نہ ہو اُسے لے سکتے ہیں یہ فقہ حنفی کو تحریری صورت میں پیش کرنے والے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردِ امجد، امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے اور اس مسئلے کی تمام صورتیں ہم نے بہت تفصیل کے ساتھ اپنے بابرکت مجموعۂ فتاوی "**العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية**"، میں ذکر کردی ہیں۔ (انظر للتفصيل "الفتاوى الرضوية"، ج۲۱، ص ٦٤١)

2 "صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب الحثّ على الصدقة... إلخ، الحديث: ١٠٣٠، ص٥١٤.

﴿لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ﴾ فرمایا ہے، ''بالقصد ناقص چیز نہ دو'' (پ۳، البقرۃ: ۲۶۷) کہ ناقص وکامل دونوں پر دسترس ہے اور قصداً ناقص دو، ورنہ ﴿لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا﴾ (1)

نیز حدیث میں اس طرف بھی اشارہ ممکن کہ صدقہ دینے میں تھوڑی چیز کو بھی حقیر نہ جانو اگرچہ زیادہ کی استطاعت بھی ہو، ہاتھ پہنچتا ہے مگر شیطان روکتا ہے، نفس آڑے آتا ہے ایک شیطان کیا ستّر شیطان صدقے سے باز رکھتے ہیں۔

حدیث شریف میں ارشاد ہوا: ''صدقہ ستر شیطانوں کے جبڑے چیر کر نکالتا ہے۔''(2) تو ایسی حالت میں تھوڑا ہی دے اور اسے حقیر جان کر بالکل دَست کَش (لاتعلق) نہ ہو کہ آخر محتاج کے بکار آمد ہوگا اور بخل کی جڑ دل پر جمنے میں کچھ تو کمی آئے گی۔ ما لا یُدْرَک کلّه لا یُتْرَک کلّه (بالکل کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے) اور یہاں بھی وہ آیۂ کریمہ وارد نہیں کہ اس میں: ﴿لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ﴾ فرمایا نہ (کہ) لَا تَیَمَّمُوا الْقَلِیْلَ (یعنی: خاص قلیل کا ارادہ نہ کرو) خبیث وقلیل میں زمین وآسمان کا فرق ہے، پاؤ بھر کَھرے گیہوں قلیل ہیں خبیث نہیں اور دس مَن گُھنے ہوئے (یعنی کیڑا لگے ہوئے) کہ گل کر آٹا ہوگئے خبیث ہیں نہ (کہ) قلیل۔

---

1 ترجمۂ کنز الایمان: ''اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے، قریب ہے کہ اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادے گا۔'' (پ۲۸، الطلاق: ۷)

2 ''مجمع الزوائد''، كتاب الزكاة، باب ارغام الشيطان بالصدقة، الحديث: ۴۶۰۱، ج۳، ص۲۸۲.

اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی سخاوت اس درجہ تھی کہ ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کے تصرفات مجبور کر دیئے (یعنی روک دیئے) تھے [1]، ہزار ہا روپے ایک جلسے میں محتاجوں کو تقسیم فرما دیتیں۔

ایک بار امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لاکھ روپے نذر بھیجے، اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے کنیز کو حکم دیا ہزار فلاں کو دے آؤ، سو فلاں کو، یہاں تک کہ ایک پیسہ نہ رکھا اور خود حضرت اُم المؤمنین کا روزہ تھا، کنیز نے عرض کی: حضور کا روزہ ہے اور گھر میں افطار کو بھی کچھ نہیں، فرمایا: پہلے سے کہتی تو کچھ رکھ لیا جاتا۔ [2]

اِن اُمّ المؤمنین نے ایک بار سائل کو ایک دانہ انگور کا دیا، دیکھنے والے نے تعجب کیا، فرمایا: **کم تری فیھا من مثاقیل ذرۃ؟** ''اس سے کتنے ذرے نکل سکیں گے؟'' اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ﴿فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ﴾ ''جو ایک ذرہ برابر بھلائی کرے گا اس کا اجر دیکھے گا۔'' (پ ۳۰، الزلزال: ۷) [3]

---

1 انظر "صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب مناقب قريش، الحديث: ۳۵۰۵، ج۲، ص۴۷۵، و كتاب الأدب، باب الهجرة، الحديث: ۶۰۷۳-۶۰۷۵، ج۴، ص۱۱۹.
یعنی: اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مالی تصرف کے اختیارات لے لئے تھے کہ حاکمِ اسلام کو اس بات کا اختیار رہے۔

2 "إحياء علوم الدين"، كتاب الفقر و الزهد، ج۴، ص۲۴۵.

3 "شعب الإيمان"، باب الزكاة، فصل في الاختيار في صدقة التطوع، الحديث: ۳۴۶۶، ج۳، ص۲۵۴.

هذا كلّه ما ظهر لي وأرجو أن يكون صواباً، والله تعالٰى أعلم.[1]

خیر یہ چودّہ شرائط حضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ذکر فرمائے، چھ فقیر ذکر کرتا ہے کہ بیسؔ کا عدد کامل ہو۔

پندرہویں شرط: مسجد میں سوال نہ کرے کہ حدیث شریف میں اس سے ممانعت آئی[2] اور اسے دینا بھی نہ چاہیے کہ شنیع پر اِعانت ہے (یعنی: برائی پر مدد کرنا ہے) علماء فرماتے ہیں: مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے تو ستّر پیسے اور درکار ہیں جو اس دینے کا کفارہ ہوں۔ كما في "الهندية" و"الحديقة الندية"[3] وغيرهما. اور اگر ایسی بدتمیزی سے سوال کرتا ہے کہ نمازیوں کے سامنے گزرتا ہے یا بیٹھے ہوؤں کو پھاند کر جاتا ہے تو اسے دینا بالاتفاق ممنوع۔

وهو المختار على ما في "الدرّ المختار" من الحظر[4] وقد جزم في الصلاة[5] بإطلاق الحظر وعبّر عن هذا بقيل.

أقول: وإن فرّق بمن تعوّد فيمنع عطاء ه مطلقاً أو ورد غريباً كئيباً

---

1 یہ سب وہ گوہر پارے ہیں کہ میرے رب عزوجل نے مجھ پر ظاہر فرمائے اور میں امید کرتا ہوں کہ یہی توجیہ جو میں نے اوپر حدیث سے متعلق بیان کی، درست ہے اور سب سے زیادہ جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔

2 انظر"صحيح مسلم"، باب النهي عن نشد الضالة ... إلخ، الحديث: ٥٦٨، ص٢٨٤.
و"المرقاة"، باب المساجد ومواضع الصلاة، تحت الحديث: ٧٠٦، ج٢، ص٤١٢.

3 "الفتاوى الهندية"، كتاب الهبة، الباب الثاني عشر في الصدقة، ج٤، ص٤٠٨.

4 "الدر المختار"، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٨.

5 "الدر المختار"، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، ج٢، ص٥٢٣.

لا یعرف الناس فیباح إن لم یتخطّ لم یعد و کان توفیقاً، واللّٰہ تعالٰی أعلم.[1]

سولھویں شرط: سوال میں زیادہ تَمَلُّق (خوشامد) وچاپلوسی نہ کرے کہ شانِ اِسلام کے خلاف ہے۔ حدیث شریف میں آیا: ''مسلمان خوشامدی نہیں ہوتا''[2] اور جھوٹی جھوٹی تعریفیں اس سے بھی بدتر کہ ایک تو تَمَلُّق، دوسرے کذب، تیسرے اس شخص کا نقصان کہ منہ پر تعریف کرنے کو حدیث میں گردن کاٹنا فرمایا اور ارشاد ہوا: ''مداحوں کے منہ میں خاک جھونک دو''[3] خصوصاً اگر ممدوح فاسق ہو کہ حدیث میں فرمایا: ''جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے، رَب تبارَکَ وَتَعَالٰی غضب فرماتا ہے اور عَرشُ الرَّحمٰن ہِل جاتا ہے۔''[4]

1 اور اسی قول کو ''درمختار'' کے کِتَابُ الْحَظْرِ وَالْاِبَاحَة میں اختیار کیا ہے اور اسی کی کِتَابُ الصَّلَاۃ میں مسجد کے سائل کو مطلقاً دینے کی ممانعت پر جزم فرمایا اور مذکورہ قول کو لفظِ ''قِیْلَ'' سے تعبیر کیا یعنی اس کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا۔

میں کہتا ہوں: اِن دونوں اقوال میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اگر وہ شخص پیشہ ور فقیر ہے تو اسے دینا، چاہے مسجد میں ہو یا علاوہ مسجد، بہرصورت منع ہے اور اگر وہ شخص خستہ حال مسافر ہے کہ وہاں اس کا کوئی جاننے والا نہیں، اور نہ وہ نمازیوں کو پھلانگتا ہے نہ ہی بار بار سوال کرتا ہے، تو اسے دینا جائز ہے۔

2 ''شعب الإیمان''، باب في حفظ اللسان، الحدیث: ٤٨٦٣، ج٤، ص ٢٢٤.
و''الجامع الصغیر''، الحدیث: ٧٦٧١، ص٤٦٩.

3 ''صحیح مسلم''، کتاب الزھد والرقائق، باب النھي عن المدح... إلخ، الحدیث: ٣٠٠٢، ص١٦٠٠.

4 ''شعب الأیمان''، الحدیث: ٤٨٨٦، ج٤، ص ٢٣٠.

سترہویں شرط: مال حاصل کرنے کے لیے جس قدر صلاح اپنے میں ہے، اس سے زیادہ ظاہر نہ کرے۔ خواہ وہ اظہار زبانِ قال سے ہو یا زبان حال سے ہو، کہ **ایک تو** زَوْر (زبردستی) ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے: ''جو لوگوں کو اس سے زیادہ خوفِ خدا دکھائے جتنا اس کے پاس ہے منافق ہے۔''(1)

دوسرے دھوکا دینا۔ حدیث شریف میں ہے: ''ہمارے گروہ سے نہیں جو ہمیں فریب دے۔''(2)

تیسرے وہ مال کہ اس کے عوض لے گا، ناجائز ہوگا۔ **کما في ''الطريقة المحمدية''** کہ دینے والا اگر ایسا نہ جانتا نہ دیتا یا اتنا نہ دیتا۔

اٹھارہویں شرط: کسی سچے عملِ دینی کے ذریعے سے بھی دنیا نہ مانگے کہ معاذ اللہ دین فروشی ہے۔ جیسے بعض فقراء کہ حج کر آتے ہیں جگہ جگہ اپنا حج بیچتے پھرتے ہیں، پھر کبھی بک نہیں چکتا (یعنی: ہمیشہ اسی حج کو کمائی کا ذریعہ بناتے ہیں)۔

حدیث شریف میں آیا: ''جو آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرے اس کا چہرہ مسخ کر دیا جائے اور اس کا ذکر مٹا دیا جائے اور اس کا نام دوزخیوں میں لکھا جائے۔''(3)

---

1 ''الجامع الصغير''، الحديث: ٨٣٨٣، ص ٥١١.

2 ''صحيح مسلم''، كتاب الايمان، باب قول النبي: ((من غشنا فليس منا))، الحديث: ١٦٤، ص ٦٥.

3 ''المعجم الكبير''، الحديث: ٢١٢٨، ج ٢، ص ٢٦٨.

امام حجۃ الاسلام (یعنی امام غزالی) فرماتے ہیں: ایک غلام وآقا حج کر کے پلٹے راہ میں نمک نہ رہا، نہ خرچ تھا کہ مول (خرید) لیتے۔ ایک منزل پر آقا نے کہا: بقّال (کریانہ والے) سے تھوڑا نمک یہ کہہ کرلے آ کہ ہم حج سے آتے ہیں، وہ گیا اور کہا: میں حج سے آتا ہوں قدرے نمک دے، لے آیا۔ دوسری منزل میں آقا نے پھر بھیجا، اس بار یوں کہا کہ: میرا آقا حج سے آتا ہے تھوڑا نمک دے، لے آیا۔ تیسری منزل میں آقا نے پھر بھیجنا چاہا، غلام نے کہ حقیقۃً آقا بننے کے قابل تھا، جواب دیا: پرسوں نمک کے چند دانوں پر اپنا حج بیچا کل آپ کا بیچا، آج کس کا بیچ کرلاؤں۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک شخص کے یہاں دعوت میں تشریف لے گئے، میزبان نے خادم سے کہا: ان برتنوں میں کھانا لاؤ جو میں دوبارہ کے حج میں لایا ہوں، امام نے فرمایا: ''مسکین تو نے ایک کلمہ میں اپنے دو حج ضائع کئے'' جب مُجرَّد (صرف) اِظہار پر یہ حال ہے تو اسے ذریعۂ دنیا طلبی بنانا کس درجہ بدتر ہوگا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور اسی میں داخل ہے وعظ کا پیشہ کہ آج کل نہ کم علم بلکہ بہت نرے جاہلوں نے کچھ الٹی سیدھی اردو دیکھ بھال کر، حافظہ کی قوت دماغ کی طاقت، زبان کی طلاقت کو شکارِ مَردَم کا حال (زبان کی تیزی سے لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانے کا ذریعہ) بنایا ہے۔ عقائد سے غافل، مسائل سے جاہل اور وعظ گوئی کے لئے آندھی، ہر جامع، ہر مجمع، ہر مجلس، ہر میلے میں غَلَط حدیثیں، جھوٹی روایتیں، اُلٹے مسئلے بیان کرنے کو کھڑے ہو جائیں گے اور طرح طرح کے حیلوں سے جو مل سکا کمائیں گے۔

اَوّل تو اُنہیں وعظ کہنا حرامِ قطعی۔

اوخویشتن گم است کرا رہبری کند[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **((من قال في القرآن بغير علم فليتبوء مقعده في النار))**

''جو بے علم قرآن کے معنی میں کچھ کہے، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

رواه الترمذي وصحّحه عن ابن عباس رضي الله تعالٰى عنهما.[2]

دوسرے اُن کا وعظ سننا حرام: ﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ﴾[3] تو سارے جلسے کا وبال ایسے واعظ کی گردن پر ہے **من غير أن ينقص من أوزارهم شيئاً** (بغیر اس کے کہ ان کے گناہ میں کچھ کمی ہو)۔

تیسرے وعظ و پند کو جمع مال یا رجوعِ خلق کا ذریعہ بنانا گمراہی مردود وسنّتِ نصاریٰ و یہود (یہودیوں اور عیسائیوں کا طریقہ) ہے۔

''درمختار'' میں ہے: **التذكير على المنابر للوعظ والاتعاظ سُنّة الأنبياء والمرسلين ولرئاسة ومال وقبول عامّة من ضلالة اليهود والنصارى.**[4]

---

1 یعنی جو خود گمراہ ہو وہ کسی اور کی کیا راہنمائی کرے گا۔

2 اس حدیث کو ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے صحیح قرار دیا ہے۔

''سنن الترمذي''، باب ماجاء في الذي يفسر القرآن برأيه، الحديث ٢٩٥٩، ج٤، ص٤٣٩.

3 ترجمۂ کنز الایمان: ''جھوٹ خوب سنتے ہیں۔'' (پ٦، المائدة: ٤١)

4 منبروں پر اس لئے وعظ کرنا تا کہ لوگوں کو نصیحت ہو اور اسکے اثر سے لوگ اپنی اصلاح کی کوشش کریں تو یہ انبیاء و مرسلین **عليهم الصلاة والسلام** کی سنت ہے اور اس کو لوگوں پر اپنی بڑائی جتلانے اور حصول مال و شہرت کا ذریعہ بنانا یہود و نصاریٰ کے گمراہ افعال میں سے ہے۔

''الدرّ المختار''، كتاب الحظر والاباحة، ج٩، ص٦٩٥.

''خلاصہ''و''تاتارخانیہ''و''ہندیہ''میں ہے: **الواعظ إذا سأل الناس شيئاً في مجلس لنفسه لا يحلّ له ذلك؛ لأنّه اكتساب الدنيا بالعلم.**(1)

امام فقیہ ابواللیث نے اگر حال زمانہ دیکھ کر کہ سلطنتوں نے علماء کی کفالت چھوڑ دی، بیت المال میں ان کا حق کہ ہمیشہ اُن کے اور اُنکے مُتعلِّقین کے تمام مصارف کی کفایت کی جائے انہیں نہیں پہنچتا وہ کسبِ مَعاش میں مصروف ہوں تو عوام کو ہدایت کا دروازہ مسدود ہوتا ہے اذان وامامت وتعلیم بأجرت پر فتوائے متاخرین کی طرح قول جمہور اورخود اپنے قول سابق سے رجوع فرما کر عالم کو اجازت دی کہ وعظ وپند کیلئے مُفَصَّلات (یعنی شہر کے اردگرد کے قصبات ودیہات) میں جائے اورنذورلے،تو وہ مجبوری کی اجازت بحالتِ حاجت، خاص عالمِ دین کے لئے ہے جو اہل وعظ وتذکیر ہے، نہ (کہ) جاہلوں یاناقصوں کے واسطے کہ اِنہیں وعظ کہنا ہی کب جائز ہے(2) جواس کی ضرورت کیلئے

---

1 وعظ ونصیحت کرنے والا جب لوگوں سے مجلس میں اپنے لئے کچھ مانگے تو یہ اس کیلئے حلال نہیں اس لئے کہ یہ علم بیچ کردنیا خریدنا ہے۔ "الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الرابع، ج٥، ص٣١٩.

2 یعنی: امام ابواللیث سمرقندی نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ حکومتوں نے علمائے کرام کی کفالت کرنا چھوڑ دی ہے اور انھیں اور انکے متعلقین کو بیت المال سے جو انکا حق ملا کرتا تھا ملنا بند ہوگیا ہے ایسی صورت میں علماء اگر معاشی مصروفیات میں پڑ جائیں گے تو پھر عوام کی ہدایت اوروعظ ونصیحت کا دروازہ بند ہوجائے گا، اپنے سابقہ قول سے رجوع فرماتے ہوئے جمہور متاخرین کے قول کو اختیار کرتے ہوئے علمائے کرام کو اذان واقامت، تعلیم قرآن وحدیث اور وعظ کیلئے اجرت اور نذرانے لینے کی اجازت مرحمت فرمائی تو ان علماء کو جو وعظ کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں، یہ اجازت اصلاحِ امت کے مقدس جذبے کے پیشِ نظر ضرورتاً دی گئی تھی، جاہلوں اور شرعی احکامات سے بے بہرہ لوگوں کو تو وعظ کہنا ہی جائز نہیں تو اس پر اجرت ونذرانے لینا ان کے لئے کیسے جائز ہوجائیگا!۔

اس محظور (یعنی شریعت کی منع کردہ) کی اجازت ہو پھر اس کے لئے بھی صرف بحال حاجت، بقدرِ حاجت اجازت ہوگی؛ لأنَّ ما كان بضرورة تقدّر بقدرها (اس لئے کہ جو شئے کسی ضرورت کے تحت ثابت ہو وہ بقدرِ ضرورت ہی جائز رہتی ہے) نہ کہ بِلا حاجت یا خزانہ بھرنے کے لیے، پھر آگے مدار نیّت پر ہے، اللہ عزوجل کہ ﴿عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾[1] ہے اس کی حالت جانتا ہے کہ اصل مقصود ہدایت ہے، نہ (کہ) جمع مال، جب تو اس مجبوری کے فتوے سے نفع پا سکتا ہے ورنہ دانائے سِرّ واَخفٰی (ہر پوشیدہ سے پوشیدہ کو جاننے والے رب عزوجل) کے حضور جھوٹا حیلہ نہ چلے گا اور دنیا خَر (بے وقوف) اور دین فروش ہی نام پائے گا، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اُنیسویں شرط: کسی جھوٹے حیلے سے دھوکا نہ دے۔ مثلاً: مسجد بنوانی ہے، مدرسے کو درکار ہے وغیرہ وغیرہ کہ اگر سرے سے بے اصل تھا تو جھوٹ ہوا اور اگر مسجد و مدرسہ واقعی تھے ان کے نام سے لے کر خود کھایا تو خیانت ہوئی اور ہر حال میں فریب بھی ہوا اور جو ملا مالِ حرام ہوا اور ایک سخت ناپاک تر دھوکا وہ ہے کہ بعض احمق جاہل خدا ناترس مالِ حرام حاصل کرنے کو ع "غلہ تا ارزاں شود امسال سید میشوم"[2] پر عمل کرتے ہیں، ایسے گناہ کبیرہ سے دور بھاگے۔

صحیح حدیث شریف میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جو نسب میں اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے کو نسبت کرے اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں

---

1 ترجمۂ کنز الایمان: "دلوں کی جانتا ہے۔" (پ ۲۹، الملك: ۱۳)

2 یعنی اس سال اگر غلہ سستا ہو جائے تو سردار ہو جائیں۔

اور آدمیوں، سب کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل''۔[1]

اور بعض سُفَہائے بے عقل جن کا باپ شیخ یا اور قوم سے ہے، صرف ماں کے سیدانی ہونے پر سید بن بیٹھتے ہیں اور اس بناء پر اپنے آپ کو سیّد کہتے کہلاتے ہیں یہ بھی محض جہالت و معصیت اور وہی دوسرے باپ کو اپنا باپ بنانا ہے۔ شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے نہ (کہ) ماں سے۔ **قال اللّٰه تعالٰی: ﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ﴾**[2]۔

امام خیر الدین رملی نے ''فتاویٰ خیریہ'' پھر علامہ شامی نے ''ردّ المحتار'' اور دیگر علماء نے اپنے اَسفار میں تصریح فرمائی کہ جس کی ماں سیدانی ہو اگرچہ اس وجہ سے وہ ایک فضیلت رکھتا ہے مگر زنہار (ہرگز) سید نہ ہو جائے گا۔[3]

علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی **قُدِّسَ سِرُّهُ الْقُدْسِيُّ** نے ''**حديقة نديه**'' میں ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص اگر اپنے آپ کو سید کہے تو اسی وعید میں داخل ہے کہ اس پر خدا و ملائکہ و ناس کی لعنت اور اس کی عبادتیں مردود اور اَکارت۔[4] **والعِیاذ باللّٰه ربّ العالمین.**

---

1 "صحيح مسلم"، كتاب الحج، باب فضل المدينة... إلخ، الحديث: ١٣٧٠، ص٧١٢.

2 ترجمۂ کنز الایمان: ''اور جس کا بچہ ہے۔'' (پ٢، البقرة: ٢٣٣)

اس آیت کریمہ کے تحت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی ''خزائن العرفان'' میں ارشاد فرماتے ہیں: ''یعنی والد، اس اندازِ بیان سے معلوم ہوا کہ نسب باپ کی طرف رجوع کرتا ہے۔''

3 "ردّ المحتار"، كتاب النكاح، باب الكفاءة، ج٤، ص١٩٨.

4 "الحديقة الندية"، النوع الرابع من الأنواع الستين الكذب، ج٢، ص٢٠٩-٢١٠.

بیسویں شرط: اگر واقعی سید یا شیخ، علوی یا عباسی غرض ہاشمی ہے تو مال زکوٰۃ لینے کے لیے اپنا ہاشمی ہونا نہ چھپائے کہ دینے والے نے انجانی میں دے دیا تو اسے تو لینا حلال نہ ہوگا اور اگر چھپانے کے لیے اپنی دوسری قوم ظاہر کی تو اسی (مذکورہ بالا) وعیدِ شدید کا مَورِد (مصداق) ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ﴿

سوال: سابق مذکور ہوا کہ ترک سوال بہر حال اولیٰ ہے (یعنی بہتر ہے) حالانکہ بعض اکابر دین ومشائخ طریقت نے سوال کیا ہے، حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری اپنے ''مکتوبات'' میں لکھتے ہیں: ''شیخ ابوسعید خراز فاقے کے وقت لوگوں سے سوال کرتے ہیں۔ اور خواجہ ابوحفص حداد مغرب وعشاء کے بیچ میں بقدرِ ضرورت ایک دو دروازے سے مانگ لیتے۔

خواجہ سفیان ثوری بھی سفر میں سوال کرتے اور خواجہ ابراہیم ادھم جبکہ جامع بصرہ میں معتکف تھے تین دن بعد افطار فرماتے، اُس روز سوال کرتے۔''[1]

قال الرضاء: ان حضرات عَلَیۡہِ قُدِّسَتۡ اَسۡرَارُھُمۡ کے یہ احوال علامہ مناوی نے بھی ''تیسیر شرح جامع صغیر'' میں زیر حدیث: **((من سأل من غير فقر فإنَّما يسأل الجمر))**[2] ذکر کئے اور حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کہا: ہنگامِ فاقہ ہاتھ پھیلا کر ''**ثم شيء لله**'' فرماتے۔[3] ﴿

---

1 ''قوت القلوب''، کتاب حکم المسافر والمقاصد في الأسفار، ج٢، ص٣٩٩.

و''البريقة المحمودية''، الثامن والعشرون حبّ المال للحرام، ج٤، ص٥٧. (شامله)

2 جس نے بغیر فقر کے مانگا تو اس نے انگارہ مانگا۔

3 ''التيسير''، حرف الميم، ج٢، ص٨١٦. (شامله)

جواب: مشائخ عظام واولیائے کرام کبھی مفضول کواختیار فرماتے ہیں، ان کے تمام اعمال وافعال وانواع احوال میں اَغراض عالیہ ہیں۔ بزرگوں نے وقتِ اِباحتِ شرعیہ سوال میں تین فائدے تجویز کیے ہیں، بنظر ان فوائد کے کبھی سوال کیا اور اپنے مریدوں کو اس کا اذن دیا ہے۔

پہلا فائدہ: ریاضتِ نفس۔

خواجہ شقیق بلخی کے ایک مرید خواجہ بایزید کے پاس آئے، آپ نے ان کے پیر کا حال دریافت فرمایا: عرض کی: خلق سے فارغ اور خدا پر متوکل ہو کر بیٹھ گئے ہیں، فرمایا: میری طرف سے شقیق سے کہنا دو روٹیوں کے واسطے خدا کو نہ آزماؤ، نامہ توکُّل کا طے کر کے بھوک کے وقت بھیک مانگ لیا کرو، کہیں اس فعل کی شامت سے وہ ملک زمین میں نہ دھنس جائے۔(1)

قال الرضاء: اللہ عزوجل پر توکُّل فرضِ عین ہے:

قال اللّٰہ تعالٰی: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''اللہ ہی پر توکل کرو اگر مسلمان ہو۔'' (پ٦، المائدة: ٢٣)

اور فرماتا ہے: ﴿اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ﴾

''اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر مسلمان ہو۔'' (پ١١، يونس: ٨٤)

خصوصاً تَصَوُّف کہ اِنْقِطَاع عَنِ الْغَيْرِ (یعنی: غیر سے لاتعلق ہوجانے) بلکہ فَنَا عَنِ الْغَيْر (یعنی: دوسروں کی خبر ہی نہ ہونے) بلکہ نَفْیِ مُطْلَق غیر ہے (یہاں تک کہ اپنی اور غیر کی

---

1 "كشف المحجوب"، باب آدابهم في السؤال وتركه، ص٤٠٥.

ذات سے بالکل بے نیاز ہو جانے کا نام ہے) اس میں نامۂ توکُّل کیونکر طے کرنے کا حکم ہوسکتا ہے۔ ہاں! توکل قلب سے طرحِ اسباب (یعنی: نئے اسباب کی تلاش) ہے نہ کہ عمل میں ترکِ اسباب[1]، خود حکم فرماتا ہے: ﴿فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ ابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ﴾

''زمین میں پھیل جاؤ اور اس کا فضل ڈھونڈو۔'' (پ۲۸، الجمعة: ۱۰)

ولہذا جب ایک صحابی نے عرض کی: یا رسول اللہ! اپنا ناقہ چھوڑ دوں اور خدا پر توکل کروں؟ فرمایا: بلکہ ((قَیِّدْ وَتَوَکَّلْ)).

''اس کا پاؤں باندھ دے اور توکل کر'' یعنی: خدا پر بھروسہ کر۔

رواه البيهقي في ''الشعب'' بسند جيّد عن عمرو بن أُميّة الضَّمْرِيِّ والترمذي بلفظ: ((اعقلها وتوكّل)) عن أنس رضي اللّٰه تعالٰى عنهما.[2]

---

1 یعنی: توکل کے معنی یہ نہیں کہ اسباب کو ترک کر کے بیٹھا رہے اور ہاتھ پیر دھرے کہے: اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے چنانچہ وہ مجھے بغیر کوشش کے بھی روزی دیگا۔ بلا شبہ اللہ عزوجل قادرِ مطلق ہے اور ایسا کرنا اس کیلئے کچھ مشکل نہیں مگر بندے کی مذکورہ سوچ کے پیش نظر کوشش نہ کرتے ہوئے بیٹھ جانا، اپنے رب کریم عزوجل کی مشیت کے خلاف ہے کہ عالَمِ اسباب یعنی: دنیا میں رہ کر ترک اسباب گویا حکمت الٰہیہ کو باطل کرنے کے مترادف ہے۔ ہاں! توکل کے معنی یہ ہیں کہ ان اسباب کو اصل نہ سمجھے اور نہ ہی ان پر بھروسہ کرے بلکہ اسی پر بھروسہ کرے کہ جو اِن اسباب کا پیدا کرنے والا اور مسبِّبِ حقیقی ہے۔

2 اس حدیث مبارکہ کو بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سندِ جید کے ساتھ روایت کیا اور ترمذی نے ''اعقلها وتوكّل'' کے الفاظ کے ساتھ اس کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

''شعب الإيمان''، باب التوكل والتسليم، الحديث: ١٢١١، ج٢، ص٨٠.

و''سنن الترمذي''، كتاب الزهد، الحديث: ٢٥٢٥، ج٤، ص٢٣٢.

ع برتو کل پائے اشتر را نبید (1)

عالَم اسباب میں رہ کرترکِ اسباب گویا اِبطال حکمتِ الٰہیہ ہے۔

﴿كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ﴾

''جیسے کوئی ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلائے ہوئے کہ وہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اوروہ پہنچنے والانہیں۔'' (پ١٣، الرعد: ١٤)

سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کومنع فرمایا، رہااذنِ سوال۔

أقول: اللہ عزوجل کے جس طرح کچھ فرائض ومُحرَّمات ہیں جیسے: نماز وزِنا، ویسے ہی قلب پر بھی ہیں، اوران کی فرضیت وحرمت اسی طرح یقینی قطعی ضروریاتِ دین سے ہے جیسے صبر وشکر وتواضع واخلاص کی فرضیت، جزع (بے صبری اور واویلا پن) وکفران وتکبر ورِیا کی حرمت۔

عوام اگر بہت متوجہ تقوی وطاعت ہوئے انہیں فرائض ومحرمات بدنیہ پر قناعت کرتے اورفرائض ومحرمات قلبیّہ سے اصلاً کام نہیں رکھتے، پڑھیں نماز اورکریں تکبراور رَب عزوجل فرمائے:

﴿اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾

''کیا جہنم میں ٹھکانا نہیں متکبروں کا۔'' (پ٢٤، الزمر: ٦٠)

اربابِ قلب بشدّت متوجہ بقلب ہوتے ہیں، ظاہری باطنی دونوں فرائض بجا لاتے اور دونوں کے تمام محرَّمات سے احتراز فرماتے ہیں، پھر ظاہری صلاح سہل ہے (یعنی: اعمال ظاہری کودرست کرلینا آسان ہے) اور باطنی اس سے بہت مشکل کہ جوارح (بدن

1 یعنی اونٹ کے پاؤں پر توکل نہ کرو۔

کے ظاہری اعضاء) کو نیک کام میں لگانا، بد سے بچانا، ایک ہمت کا کام ہے اور قلب سے رذائل دھو دینا، فضائل سے آراستہ کر لینا، کارے دارد (اسکے لئے اہم کام ہے) یہ منہ کا نوالہ نہیں بلکہ بدن بھی تابعِ قلب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **((إنّ في الجسد مضغة إذا صلحت صلُح الجسد كلّه وإذا فسدت فسد الجسد كلّه ألا وهي القلب)).**

''بیشک بدن میں ایک گوشت پارہ ہے وہ سنور جائے تو سب بدن بن جائے اور جب وہ بگڑ جائے تو سب بدن خراب ہوجائے، سنتے ہو! وہ دل ہے۔''(1)

خلق کی کثرتِ مخالَطت (یعنی: لوگوں سے زیادہ میل جول وغیرہ) اعمالِ ظاہر میں بھی بہت مُخِل ہوتی ہے، ہزاروں گناہ جسمانی تو وہ ہیں کہ تنہائی میں ہو ہی نہیں سکتے اور جو ہو سکتے ہیں وہ بھی بحال مخالَطت زائد ہوتے ہیں اور صحبتِ عوام قلب کے لئے تو بہت ہی خطرناک ہے، مگر بضرورتِ شرعیہ جیسے مفتیٔ شرع و قاضیٔ حق و مدرّسِ دین و واعظِ ہُدیٰ اور غیر مالدار کے طُرُقِ کسب (یعنی: غیر مالدار کا معاشی ضروریات کے مختلف طریقے و ذرائع اپنانا) تجارت، زراعت، نوکری، مزدوری ہیں اور ان سب میں مخالَطت ناس کی حاجت اور اِصلاحِ نفس کے لئے عدمِ فراغت ہے اور تصحیحِ فرائض واجتنابِ مُحَرَّمات اَہم ضروریاتِ دینیّہ سے ہے اور ضرورتِ دینی کے وقت سوال حلال، یہ معنی ہیں انکے اذن اور حضرت مُصَنِّف علّام قُدِّسَ سِرُّہٗ کے ارشاد ریاضت نفس کے، نہ وہ جو آج کل کے مڑ چڑے جوگیوں (شعبدہ بازوں) نے اختیار کیا ہے کہ اچھے خاصے جوان تندرست، اور بھیک مانگنے کا پیشہ اور اصلاحِ قلب درکار، اصلاح ظاہر سے برکنار اور منع کیجئے تو شرع مطہر سے معارضے کو تیار، کہ بھیک مانگنا بھی

---

1 "صحيح البخاري"، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه، الحديث:٥٢، ج١، ص٣٣.

رِیاض (یعنی مجاہدہ) ہے، والکاسب حبیب اللّٰہ (یعنی: کسبِ حلال کیلئے کوشش کرنے والا اللہ تعالیٰ کامحبوب بندہ ہے) یہ حرام قطعی ہے اور شرع کا مقابلہ اور سخت تر۔ ولا حول و لا قوّة إلا باللّٰه العليّ العظيم. ﴾

دوسرا فائدہ: اپنی قدر و قیمت پر متنبہ ہونا۔ جب شبلی مرید ہوئے خواجہ جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! تو ملک شام کا امیر الامراء تھا، جب تک بازار میں بھیک نہ مانگے گا دماغ تیرا نَخْوت سے خالی نہ ہوگا (یعنی تیرے دماغ سے گھمنڈ وغرور نہ جائے گا) اور اپنی قدر و قیمت نہ جانے گا۔'' ابتداء ابتداء میں تو لوگوں نے رئیس جان کر بہت کچھ دیا آخر رفتہ رفتہ ہر روز بازار انکا سُست ہوتا جاتا، ایک سال کے بعد یہ نوبت پہنچی کہ صبح سے شام تک پھرتے کوئی کچھ نہ دیتا، پیر سے حال عرض کی، فرمایا: قدر تیری یہ ہے کہ کوئی تجھے کوڑی کو نہیں پوچھتا۔ [1]

قال الرضاء: سوال بے ضرورتِ شرعیہ اپنے لئے حرام ہے اور مسکین وحاجت مند مسلمانوں کے لئے مانگنا حلال بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ اور جب مسئولین پر ظاہر نہ کیا جائے کہ سوال دوسروں کے لیے ہے تو ضرور وہ اپنے ہی لیے سوال جانیں گے اور جو حالت نفس پر وہاں طاری ہوتی یہاں بھی ہوگی۔ خصوصاً بازار میں دکان دکان گدیہ گروں کی طرح مانگتے پھرنا، خصوصاً جب کہ روزانہ ایک مدت دراز تک ہو کہ اب تو اگر یہ کہہ کر بھی ہوتا کہ اُوروں کے لیے مانگتے ہیں جب بھی شُدہ شُدہ (آہستہ آہستہ) وہی نوبت پہنچتی کہ کوئی کچھ نہ دیتا، مگر اس کے عدم ذکر میں کسرِ نَخْوت بدرجہ اَتم ہے۔ [2]

---

1 ''کشف المحجوب''، باب آدابھم فی السؤال و ترکه، ص ۴۰۵-۴۰۶.

2 یعنی: لوگوں کو یہ نہ بتاتے ہوئے مانگنا کہ دوسرے مسکینوں کیلئے مانگتا ہوں بلکہ بظاہر اپنے لئے ہی مانگتا ہو، اس طرح مانگنے میں تکبر کی کاٹ زیادہ ہوتی ہے۔

اس دوسرے طریقۂ سوال میں جب کہ خود ضرورتِ شرعیہ نہ ہو، حضرات عِلّیّہ یہی صورت ملحوظ رکھتے ہونگے کہ سوال کیا اور خلق سے چھپ کر خفیہ تصدق فرما دیا، مساکین کی حاجت روائی ہوئی، مخلوق نے تصدق کی فضیلت پائی، خود علاوہ تصدق اس تکبر شکنی کی دولت ملی۔ هذا ما عندي، و اللّٰه تعالٰى أعلم.[1] ﴾

تیسرا فائدہ: رعایتِ ادب کہ مال سب خدا کا ہے، خلق صرف وکیل ونگہبان ہے، خود بادشاہ سے حقیر چیز مانگنا اور گاہ بیگاہ (وقت بے وقت) اسی سے ہر قسم کا سوال کرنا زیب نہیں دیتا۔

یحیٰی رازی نے اپنی ماں سے کچھ مانگا، کہا: خدا سے مانگ، فرمایا: اے مادرِ مہربان! مجھے شرم آتی ہے کہ ایسی چیز خدا تعالٰی سے مانگوں اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ بھی خدائے تعالٰی کا جانتا ہوں، یعنی: یہ سوال بھی درحقیقت خدا سے ہے، مگر ایسی حقیر چیز بلا واسطہ اس سے مانگنا نہیں چاہتا۔ واللّٰه تعالٰى أعلم. (اور اللہ تعالٰی سب سے بہتر جاننے والا ہے)۔

قال الرضاء: اس کے متعلق بعض کلام مسئلہ ترکِ دعا میں مَسطُور[2] اور اصل یہ ہے کہ جب حاجت متحقّق اور طُرُقِ کسب کی وہ حالت کہ اوپر مذکور، اور ترکِ مطلق سبب کی اجازت نہیں تو رُجُوع إِلَى السُّؤَال آپ ہی ضرور۔ مگر لازم ہے کہ خَلق پر نظرِ ظاہر ہو اور حقیقتِ نظر مالک و مُعطِیِ حقیقی عزوجل پر مقصور، ایسی حالت میں محض ابطالِ اسباب چاہ کر یا اللہ! ٹکڑا دے، یا اللہ! پیسہ دے، کہتا رہنا آپ ہی ادبِ شرع سے دور، هذا ما ظهر لي،

---

1 یہ کلام میرے نزدیک ہے اور سب سے بہتر علم تو اللہ عزوجل کو ہے۔

2 اس کلام کو جاننے کیلئے فصل ہفتم کے مسئلہ ۵ نیز فصل دہم کا مطالعہ فرمائیے۔

فافهم، واللّٰہ تعالٰی أعلم. پھر یہ بھی وہاں ہے جہاں مانگنا سوال ہو،محلِّ انبساطِ تام (یعنی ایسی جگہ جہاں کے رہنے والوں میں آپس میں بے تکلفی ہو) میں کہ باہم اتحاد ہوایک دوسرے کے مال میں ایسی مُغایَرت (یعنی ایسا امتیاز) نہ ہو کہ مانگنے کو ذلت وننگ وعار یا مانگنا سمجھیں[1] جیسے: ماں، باپ، اولاد، زوج وزوجہ کہ اسی عدم مغایرت کے باعث اِنہیں دینے سے شرعاً زکوٰۃ ادانہیں ہوتی کہ یہ دینا نہ ہوا بلکہ گویا اپنے صندوقچے کے ایک خانے سے نکال کر دوسرے میں رکھ دینا۔تو وہاں متعارفِ انبساط کا عملدرآمد اصلاً سوال نُہِيَ عَنْہُ میں داخل نہیں[2] بلکہ حدیث شریف میں وارد ہے اور فقہ بھی اس کے جواز پر شاہد ہے۔''فتاویٰ ہندیہ''میں ''ملتقط'' سے ہے:عن الثوري رحمہ اللّٰہ تعالٰی: أنّہ سئل عن الاستمداد من خبز غیرہ قال: ھو مال غیرہ فلیستأذنہ ولا أحبّ لہ أن یفعل من غیر استئذان ولا إشارۃ ومھما أمکن لا یستأذن؛ لأنّہ سؤال إلّا أن یکون بینھما انبساط.[3]

---

1 یعنی دوشخصوں کے مابین ایسے خوشگوار تعلقات اور بے تکلفی ہو کہ ایک دوسرے سے کوئی چیز مانگنے کو اپنی ذلت وبے عزتی تصور نہ کریں۔

2 یعنی گھر کے افراد مثلاً ماں باپ بیوی وغیرہ سے مانگنا اس سوال میں داخل نہیں جس کی شرع میں ممانعت وارد ہوئی۔

3 ''سفیان ثوری سے کسی نے دوسرے کی روٹی سے نفع اٹھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تو دوسرے کا مال ہے اس سے اجازت لینی چاہیے اور کوئی شخص کسی سے صراحۃً، اشارۃً یا جہاں جہاں خدشہ ہو کہ یہ اس سے اجازت لئے بغیر اسکے مال سے نفع اٹھائے گا تو میں اُس شخص کے اس طرح کے فعل کو پسند نہیں رکھتا ہاں! جبکہ ان دونوں کے مابین انبساط (بے تکلفی) ہو تو جائز ہے۔''

''الفتاوی الھندیة''، کتاب الکراھیة، الباب الحادي عشر، ج٥، ص٣٤١.

مریدوں سے شیخ کی فرمائش اسی اصل کے نیچے آسکتی ہے۔ جبکہ انبساط متحقق ہو اور حالت عدمِ بار پر ناطق۔ [1] ورنہ سوال سے بدتر ہے کہ سائل مجبور نہیں کرسکتا اور یہاں آدمی لحاظ کے باعث مجبور ہو جاتا ہے، بحال ناگواری جو کچھ لیا، وہ سوال ہی نہیں بلکہ ظلم وغصب ومُصَادَرہ (ڈنڈ وتاوان) ہے۔ یہ دقیقہ وَاجِبُ اللِّحَاظ ہے (اس نکتہ کالحاظ بہت ضروری ہے) کہ بہت متصوفۂ زمانہ (اس زمانے کے نام نہاد صوفی) اس میں مبتلا ہیں، انہیں اس کا لحاظ فرض ہے اور مریدین کو لازم کہ اپنا مال وجان سب اپنے پیر کی مِلک سمجھیں، پیر کہ شرائطِ پیری کا جامع ہو، نائب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ائمۂ دین فرماتے ہیں: جو اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مِلک نہ جانے، حلاوتِ سنّت اس کے مذاقِ جان تک نہ پہنچے (یعنی: وہ سنت کی لذت سے محروم رہے گا)۔

قاله الإمام سهل التُّسْتَرِيُّ نقله الإمام القسطلاني في ''المواهب'' وغيره. [2]

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: هل أنا ومالي إلّا لک يا رسول الله! ''میں اور میرا مال حضور کے سوا کس کے ہیں؟ یارسول اللہ''۔ [3]

والله سبحنه وتعالىٰ أعلم.

---

1 شیخ کا اپنے مریدوں سے کوئی چیز مانگنا جبکہ مرید اور شیخ کے درمیان انبساط پایا جائے اور مرید کی حالت یہ بتا رہی ہو کہ اس پر بوجھ نہیں۔

2 امام سہل بن عبداللہ تستری نے یہ بات کہی ہے اور امام احمد قسطلانی نے ''اَلْمَوَاهِبُ اللَّدُنِيَّه'' وغیرہ میں اس بات کو نقل فرمایا ہے۔

''المواهب اللدنية''، المقصد السابع، الفصل الأول، ج٢، ص ٤٩٤.

3 ''سنن ابن ماجه''، باب في فضائل أصحاب رسول الله، الحديث: ٩٤، ج١، ص٧٢.

خاتمہ چند ترکیب نماز حاجت میں

ترکیب اوّل(۱): وضوئے تازہ اچھی طرح کرے، دو رکعت نماز نفل پڑھے، بعد سلام عرض کرے: ((اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُکَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنِّيْ أَتَوَجَّهُ بِکَ إِلٰی رَبِّيْ فَیَقْضِيْ حَاجَتِيْ)) [1] اور اپنی حاجت ذکر کرے، یہ دعا صحیح حدیث میں تعلیم فرمائی۔

قال الرضاء: ایک نابینا خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر اپنی نابینائی کا شاکی ہوا، حضور نے یہ نماز و دعا ارشاد فرمائی، انہوں نے مسجد میں جا کر پڑھی، کچھ دیر نہ گزری تھی کہ دونوں آنکھیں کھل گئیں گویا کبھی اندھے نہ تھے۔

یہ حدیث ترمذی ونسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ وطبرانی وحاکم وبیہقی نے روایت کی، امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، حاکم نے کہا: بخاری و مسلم دونوں کی شرطوں پر صحیح ہے، امام ابو القاسم طبرانی، پھر امام بیہقی، پھر امام منذری وغیرہم ائمہ نے فرمایا: صحیح ہے۔ [2]

---

1 الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے جو مہربانی والے نبی ہیں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت برآئے۔

2 "سنن الترمذي"، باب في انتظار الفرج وغير ذلك، الحديث: ٣٥٨٩، ج٥، ص٣٣٦، بألفاظ متقاربة.

و"المستدرك" للحاكم، كتاب الدعاء... إلخ، باب دعاء ردّ البصر، الحديث: ١٩٥٢، ج٢، ص٢٠٣، بألفاظ متقاربة.

أقول: حدیث میں "یا محمد" ہے، مگراس کی جگہ "یا رسول اللّٰہ" کہنا چاہیے کہ صحیح مذہب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنا ناجائز ہے، علماء فرماتے ہیں: اگر روایت میں وارد ہو جب بھی تبدیل کر لیں، یہ مسئلہ ہمارے رسالہ "تَجَلِّي الْيَقِيْنِ بِأَنَّ نَبِيَّنَا سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنِ" میں مُفصَّل ومشرَّح مذکور ہے،[1] ولہٰذا حضرت مُصنِّف علّام قُدِّسَ سِرُّہٗ نے "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" فرمایا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثمّ أقول: اس دعا کے اول وآخر حمدِ الٰہی ودُرودِ رسالت پناہی صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ اور آمین پر ختم اور شروع میں اللہ تعالیٰ کو اسمائے طیبہ سے ندا وغیر ذالک جو آدابِ دعا گزرے، ضرور بجالائے اور یونہی تمام ترکیبات میں سمجھے، دابِ عام ہے (یعنی: عام طریقہ ہے) کہ جن امور کی تفصیل اور کسی امرِ عام میں مطلقاً ان کی حاجت دوسری جگہ سے معلوم ہو، خاص معیَّن میں ان کے ذکر کی حاجت نہیں سمجھی جاتی[2]۔ ﴿

---

1 امام اہلسنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ: "تَجَلِّي الْيُقِيْنِ بِأَنَّ نَبِيَّنَا سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنِ" میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "یا محمد" پکارنے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: "علماء تصریح فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے، اور واقعی محلِ انصاف ہے جسے اسکا مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوز کرے بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا: اگر یہ لفظ کسی دعا میں وارد ہو جو خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے: دعائے ((يَا مُحَمَّدُ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلٰى رَبِّيْ)) تاہم اسکی جگہ "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ"، "يَانَبِيَّ اللّٰهِ" چاہئے، حالانکہ الفاظِ دعا میں حتی الوُسع تغیر نہیں کی جاتی۔" ("فتاوی رضویہ"، ج۳۰، ص۱۵۷)

2 یعنی عام طور پر یہ طریقہ ہے کہ جب کسی عام معاملہ میں اسکے متعلقہ امور کی تفصیلات کو مطلقاً بیان کیا گیا ہو تو کسی خاص معاملہ میں ان تفصیلات کو دوبارہ ذکر کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔

ترکیب دوم (۲): نمیری وابن بشکوال، وہیب بن ورد سے روایت کرتے ہیں: جو بندہ بارہ رکعت، ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ وآیۃ الکرسی وسورۂ اخلاص پڑھے پھر سجدے میں یہ کلمات کہے:

سُبْحَانَ الَّذِي لَبِسَ الْعِزَّ وَقَالَ بِهٖ، سُبْحَانَ الَّذِي تَعَطَّفَ بِالْمَجْدِ وَتَكَرَّمَ بِهٖ، سُبْحَانَ الَّذِي أَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ بِعِلْمِهٖ، سُبْحَانَ الَّذِي لا يَنْبَغِي التَّسْبِيْحُ إِلَّا لَهٗ، سُبْحَانَ ذِي الْمَنِّ وَالْفَضْلِ، سُبْحَانَ ذِي الْعِزِّ وَالْكَرَمِ، سُبْحَانَ ذِي الطَّوْلِ وَالنِّعَمِ أَسْأَلُكَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ وَمُنْتَهَى الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ، وَبِاسْمِكَ الْعَظِيْمِ الْأَعْظَمِ وَجَدِّكَ الْأَعْلٰى وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ كُلِّهَا لا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ أَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (1)

---

1 پاک ہے وہ ذات کہ اسی کیلئے عزت کا لباس ہے اور جس نے عزت کے ساتھ کلام فرمایا، پاک ہے وہ ذات جس نے بزرگی کے ساتھ احسان فرمایا اور اسی کے ساتھ کرم فرمایا، پاک ہے وہ ذات کہ جس کا علم کائنات کی ساری اشیاء کو گھیرے ہوئے ہے، پاک ہے وہ ذات اور اسی کیلئے بزرگی ہے، پاکی ہے اسے کہ صاحبِ فضل واحسان ہے، پاکی ہے اسے کہ صاحبِ عزت وکرم ہے، پاکی ہے اسے کہ صاحبِ قدرت وغنا اور انعام فرمانے والا ہے، الٰہی! میں تجھ سے تیرے عرش کی دائمی عزت کے وسیلے سے اور تیری کتاب یعنی قرآن پاک جو کہ رحمت کا مُنتَہا ہے اس کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں اور تیرے اسم اعظم اور تیری اعلیٰ بزرگی اور تیرے سب کلماتِ تامہ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ جن سے کوئی نیکوکار اور کوئی عصیاں شِعار ذرہ برابر انحراف نہیں کرسکتا کہ تو اپنے محبوب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیج۔

پھر خدائے تعالیٰ سے وہ سوال کرے جس میں گناہ نہیں مثلاً کہے: أَنْ تَقْضِيَ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ (میری یہ حاجت بر آئے) اور اس حاجت کا ذکر کرے، اللہ تعالیٰ رَوا فرمائے۔ (1)

وہب کہتے ہیں: ہمیں پہنچا ہے کہ یہ ترکیب اپنے بیوقوفوں اور اَبلہوں (یعنی: نادانوں) کو نہ سکھاؤ کہ گناہوں پر دلیری نہ کریں۔ (2)

ترکیب سوم (۳): عبد الرزاق نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص خدا سے کچھ حاجت رکھتا ہو تنہا مکان میں باوضوئے کامل چار رکعت پڑھے، پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (پوری سورۂ اخلاص) دس بار، دوسری میں بیس بار، تیسری میں تیس، چوتھی میں چالیس بار پڑھے پھر پچاس بار ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور ستَّر مرتبہ لَا حَوْلَ پڑھے، اگر اس پر قرض ہو ادا ہو جائے اور جو وطن سے دور ہو خدا تعالیٰ اسے گھر پہنچائے اور جو آسمان کے برابر گناہ رکھتا ہو، اور استغفار کرے خدا اس کے گناہ بخشے اور جو اولاد نہ رکھتا ہو، خدا اسے اولاد دے اور جو دعا کرے خدا اُس کی دعا قبول فرمائے، اور جو خدا سے دعا نہیں کرتا، خدا اس سے ناراض ہوتا ہے۔''

عبد اللہ فرماتے ہیں: اپنے احمقوں کو یہ دعا نہ سکھاؤ کہ اس سے نافرمانی پر استعانت کریں گے۔

قال الرضاء: ترکیب چہارم (۴): امام احمد اپنی ''مسند'' میں ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو وضو کامل طور پر

---

1 "إحياء العلوم"، كتاب أسرار الصلاة ومهماتها، ج١، ص٢٧٨، بحذف ألفاظ قليل.

2 "إحياء العلوم"، كتاب أسرار الصلاة ومهماتها، ج١، ص٢٧٨.

کرے یعنی: بمراعاتِ سنن وآداب (یعنی: سنن وآدابِ وضو کو ملحوظ رکھے)، پھر دو رکعتیں پورے طور پر پڑھے یعنی: باستجماعِ سُنَن ومُسْتَحَبَّات وحضورِ قلب (یعنی: سنن ومستحبات کی رعایت کرتے ہوئے خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھے) پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگے، عاجل یا آجل، اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمائے۔[1]

امام حافظ ابن حجر عسقلانی پھر امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: ''اس کی سند حسن ہے۔''[2]

أقول: لفظ حدیث میں یوں ہے: ((أعطاه الله ما سأل معجّلاً أو مؤخّراً)) اور اس کے دو معنی محتمل:

ایک یہ کہ دنیا وآخرت کی جو چیز اللہ تعالیٰ سے مانگے اللہ عزوجل عطا فرمائے۔

دوسرے یہ کہ جو کچھ مانگے اللہ تعالیٰ عطا کرے، جلد یا دیر میں لہٰذا فقیر نے ترجمہ بھی ایسے لفظوں سے کیا جو دونوں معنوں کو محتمل رہیں۔

ترکیب پنجم (۵): ترمذی ونسائی وابن خزیمہ وابن حبان وحاکم، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ انکی والدہ اُم سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک دن صبح کو خدمتِ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: حضور! مجھے کچھ ایسے کلمات تعلیم فرما دیں کہ میں اپنی نماز میں کہا کروں، ارشاد فرمایا: دس بار اَللّٰهُ أَكْبَرُ، دس بار سُبْحَانَ اللّٰهِ،

---

1 ''المسند''، للإمام أحمد، مسند القبائل، حديث أبي الدرداء عويمر، الحديث: ٢٧٥٦٧، ج١٠، ص٤١٩.

2 ''اللآلي المصنوعة'' للسيوطي، كتاب الصلاة، ج٢، ص٤١.

دس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ، پھر جو چاہے مانگ اللہ عزوجل فرمائے گا: نَعَمْ نَعَمْ، ''اچھا اچھا''۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ ابن خزیمہ وابن حبان التزاماً فرماتے ہیں: صحیح ہے۔ حاکم نے کہا: بر شرطِ احادیثِ ''صحیح مسلم''، صحیح ہے۔[1] والحمد للّٰہ ربِّ العالمین.

أقول: اس کا طریقہ یوں ہو کہ دو رکعت نفل بوضوئے تازہ وحضورِ قلب پڑھے، قعدے میں بعد درود شریف اللّٰہُ أَکْبَرُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ دس دس بار کہہ کر دعائے مقصود ایسے لفظوں سے کرے جو مُخِلِّ نماز نہ ہوں۔

مثلاً: أَسْأَلُکَ أَنْ تَقْضِيَ لِيْ حَاجَاتِيْ کُلَّهَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ مَا کَانَ مِنْهَا لِيْ خَيْراً وَّلَکَ رِضاً يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ! آمین.[2]

ترکیب ششم (٦): ترمذی وابن ماجہ وحاکم، حضرت عبد اللہ بن ابی اَوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جسے اللہ تعالیٰ یا کسی آدمی کی

---

1 ''سنن الترمذي، كتاب الوتر، باب ما جاء في صلاة التسبيح، الحديث: ٤٨٠، ج٢، ص٢٣.
و''المستدرك'' للحاكم، باب صلاة حفظ... إلخ، الحديث: ١٢٣٢، ج١، ص٦٢٦.
و''صحيح ابن خزيمة'' كتاب الصلاة، باب إباحة التسبيح... إلخ، الحديث: ٨٥٠، ج٢، ص٣١.

2 الٰہی! میں سوال کرتا ہوں کہ دنیا وآخرت میں میری ساری حاجتیں کہ میرے لئے بھلائی اور تیری رضا کا باعث ہوں، پوری فرما، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربانی فرمانے والے!، یا الٰہی میرے حق میں ایسا ہی فرما۔

طرف حاجت ہو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعتیں پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف ثناء کرے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر کہے:

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، أَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَا تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ)).(1)

ترکیب ہفتم (۷): اَصبہانی، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مولیٰ علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہٗ سے فرمایا: اے علی! کیا میں تمہیں وہ دعا نہ بتادوں کہ جب تمہیں کوئی غم یا پریشانی ہو اسے عمل میں لاؤ، تو باذنِ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا

---

1 اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں حلم والا کرم والا ہے، پاکی ہے اللہ عزوجل کو کہ عظیم عرش کا مالک ہے، سب خوبیاں اللہ کو جو پروردگار سارے جہان والوں کا، میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب، تیری رحمت و بخشش کے ذرائع طلب کرتا ہوں اور ہر نیکی کا حصول اور ہر گناہ سے سلامتی مانگتا ہوں، اے سب سے زیادہ مہربان! میرے تمام گناہوں کی بخشش فرما، میرے تمام غموں کو دور فرما، میری تمام حاجتوں کو جس میں تیری رضا ہے پورا فرما۔

"سنن الترمذي، كتاب الوتر، باب ما جاء في صلاة الحاجة، الحديث: ٤٧٨، ج٢، ص٢١.

و"سنن ابن ماجه"، كتاب إقامة الصلاة، باب ما جاء في صلاة الحاجة، الحديث: ١٣٨٤، ج٢، ص١٥٥-١٥٦.

قبول اور غم دور ہو، وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھو اور اللّٰہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود خوانی اور اپنے اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے استغفار کرو پھر کہو:

((اَللّٰھُمَّ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ، لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ، لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَللّٰهُمَّ كَاشِفَ الْغَمِّ مُفَرِّجَ الْهَمِّ مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ، أَدْعُوْكَ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا فَارْحَمْنِيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِقَضَائِهَا وَنُجَاحِهَا رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ)).[1]

---

1 اے اللہ عزوجل! تو اپنے بندوں میں فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف رکھتے ہیں، اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ بلند و بالا عظمت والا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کہ حلم والا کرم والا ہے، پاکی ہے اللہ عزوجل کو کہ ساتوں آسمان وعرش عظیم کا رب ہے، سب خوبیاں اللہ عزوجل کو جو سارے جہان والوں کا اور عرش عظیم کا مالک ہے، اے غموں کو دور فرمانے والے الٰہ العالمین! پریشانیوں کو دفع فرمانے والے رَبُّ العالمین! اے پریشان حالوں کی فریاد رسی فرمانے والے! اے دنیا وآخرت کے رحمٰن ورحیم! میں تجھ کو پکارتا ہوں پس میری اس حاجت میں مجھ پر رحم فرما، اور کامیاب فرمانے کے معاملے میں مجھ پر ایسی مہربانی فرما کہ وہ تیرے سوا دوسروں سے مجھے بے پرواہ کردے۔

"الترغيب والترهيب"، كتاب النوافل، الترغيب في صلاة الحاجة ودعائها، الحديث: ٣، ج١، ص٢٧٤، بحذف ألفاظ قليل.

ترکیب ہشتم (۸): حاکم، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''رات یا دن میں بارہ رکعتیں، ہر دو رکعت پر التحیات پڑھ، پچھلی التَّحیات کے بعد (یعنی بارہویں رکعت کے قعدے میں التحیات پڑھنے کے بعد) اللہ تعالیٰ کی ثناء اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بجالاؤ، پھر سجدے میں فاتحہ سات بار، آیۃ الکرسی سات بار: **لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ** دس بار پڑھ، پھر کہہ: **اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ وَمُنْتَهَى الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ وَاسْمِكَ الْأَعْظَمِ وَجَدِّكَ الْأَعْلٰى وَكَلِمَاتِكَ التَّآمَّةِ** [1] پھر اپنی حاجت مانگ، پھر سر اٹھا کر دائیں بائیں سلام پھیر اور اسے بیوقوفوں کو نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعے سے دعا مانگیں گے تو قبول ہوگی۔

احمد بن حرب و ابراہیم بن علی و ابوذکریا و حاکم نے کہا: ہم نے اس کا تجربہ کیا تو حق پایا۔[2]

فقیر کہتا ہے غفر اللّٰہ تعالٰی لہ: فقیر نے بھی چند بار تجربہ کیا، تیرِ بے خطا پایا، یہاں تک کہ بعض اَعِزّہ کے مرض کو امتدادِ شدید و اِشتدادِ مدید ہوا (یعنی وہ عرصۂ دراز سے شدید بیمار تھے) حتی کہ ایک روز بالکل نزع کے آثار طاری ہوگئے، سب اقارب رونے لگے، فقیر اُن سب کو روتا چھوڑ کر دروازۂ کریم پر حاضر ہوا، یہ نماز پڑھی اس کے بعد مریض کی طرف

---

1 اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیرے عرش کی دائمی عزت کے وسیلے، تیری کتاب کی انتہائی رحمت کے وسیلے سے، تیرے اسمِ اعظم، تیری اعلیٰ بزرگی اور تیرے مکمل کلمات کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں۔

2 ''الترغیب والترھیب''، کتاب النوافل، الترغیب في صلاۃ الحاجۃ ودعائھا، الحدیث: ٤، ج١، ص٢٧٤.

چلا اور وسوسہ تھا کہ شاید خبرِ نوعِ دِگر سننے میں آئے (یعنی: شاید مریض کے انتقال کی خبر سننے کو ملے مگر) وہاں گیا تو بحمد اللہ تعالیٰ مریض کو بیٹھا باتیں کرتا پاتا، مرض جاتا رہا، چندروز میں قوت بھی آگئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

فائدہ: یہ حدیث ابن عَساکر نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی[1]، مگر اتنا فرق ہے کہ اُس میں اس نماز کا وقت بعد مغرب معیّن کیا اور فاتحہ و آیۃ الکُرسي وکلمۂ مذکورہ پڑھنے کے لئے بارہویں رکعت کا پہلا سجدہ اور دعا: اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ پڑھنے کو اس کا دوسرا سجدہ رکھا، نہ یہ کہ بعد التحیات کے سلام سے پہلے ایک سجدہ جداگانہ میں پڑھی جائیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی أَعْلَمُ.

أقول: مگر ہمارے جمہور ائمہ لفظ: أَسْأَلُکَ بِمَعَاقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِکَ کو منع فرماتے ہیں۔ ''ہدایہ'' و''وقایہ'' و''تنویر الابصار'' و''درِ مختار'' و''شرح جامع صغیر'' امام قاضی خان وتمرتاشی ومحبوبی وغیرہا کتبِ فِقہِیَّہ میں اس کی ممانعت مُصَرَّح (یعنی: مذکورہ کتب میں اسکی صاف ممانعت وارد ہے)[2] علامہ ابن امیر الحاج نے ''حلیہ''[3] میں تصریح فرمائی کہ یوں کہنا مکروہ تحریمی یعنی: قریب بحرامِ قطعی ہے اور یہ حدیث اور اسی طرح حدیثِ ترکیب

---

1 ''ابن عساکر''، ج٣٦، ص ٤٧١.

2 ''الهداية''، كتاب الكراهية، مسائل متفرقة، ج٢، الجزء٤، ص ٣٨٠.

و''تنوير الأبصار'' و''الدر المختار''، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص ٦٥١.

و''ردّ المحتار''، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص ٦٥١-٦٥٢.

3 ''الحلبة''، الفصل الثالث عشر في صلاة الحاجة، ج٢، ص ٥٧٦.

دُوُم دونوں بشدَّت ضعیف ہیں کہ اس بات میں ہرگز قابل استناد نہیں ہوسکتیں، تو ان ترکیبوں سے یہ لفظ کم کردینا ضرور ہے۔

ثمّ أقول: سجدے بلکہ قعدے بلکہ قیام کے سوا نماز کے کسی فعل میں قرآن عظیم کی تلاوت، حدیث وفقہ دونوں سے منع ہے،[1] یہاں تک کہ سہواً پڑھے تو سجدہ لازم اور عمداً پڑھے تو اعادہ واجب، تو ضرور ہے کہ فاتحہ، آیۃ الکرسی جو سجدے میں پڑھی جائیں گی ان سے ثنائے الٰہی کی نیت کرے، نہ (کہ) قرآن عظیم کی، نیز واضح رہے کہ نوافل مُطلَقہ میں ہر دو رکعت نماز جداگانہ ہے تو جتنی رکعات ایک نیت سے پڑھی جائیں ہر قعدے میں التحیات کے بعد دُرودوَدعا سب کچھ ہو اور ہر تیسری کے آغاز میں: **سُبحَانَکَ اللّٰھُمَّ و أَعُوذُ** (ثناء وتعوذ) بھی ہو۔[2]

ثمّ أقول: ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک ایک نیت میں دن کو چار رکعت سے زیادہ مکروہ ہے اور رات کو آٹھ سے زائد **وظاهر إطلاق الكراهة كراهة التحريم وقد نصّ في "ردّ المحتار" على أنّه لا يحلّ فِعله**[3] مگر دن کی کراہت مُتّفَق

---

1 "صحيح مسلم"، كتاب الصلاة، باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود، الحديث: ٤٨٠، ص٢٤٩.

و"بدائع الصنائع"، كتاب الصلاة، بيان ما يستحبّ وما يكره في الصلاة، ج١، ص٥١١.

2 "الدر المختار"، كتاب الصلاة، ج٢، ص٥٥٢.

3 ظاہر یہ ہے کہ مطلقاً کراہت سے مراد مکروہ تحریمی ہے اور ''ردالمحتار'' میں اس بات پر نص وارد ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔

"ردّ المحتار"، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب في لفظة ثمان، ج٢، ص ٥٥١.

عَلَيْــه اورشب کی کراہت میں اختلاف ہے، امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا: رات کو آٹھ سے زیادہ بھی مکروہ نہیں۔[1] ''فتاویٰ خلاصہ'' میں اسی کو صحیح کہا[2] وعــامتهــم عـلـى الكراهة وصحّحها في "البدائع".[3]

تو یہ نماز اگر ہو، شب[ا] میں ہو کہ ایک تصحیح پر کراہت سے محفوظ رہے۔

ترکیب نہم (۹): حافظ ابوالفرج ابن الجوزی بطریق ابان بن ابی عیاش انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت دنیا یا آخرت کی ہو وہ پہلے کچھ صدقہ دے، پھر بدھ، جمعرات وجمعہ کا روزہ رکھے، پھر جمعہ کو مسجد جامع میں جا کر بارہ رکعتیں پڑھے، دس رکعتوں میں الحمد ایک بار، آیۃ الکرسی دس بار اور دو میں الحمد ایک بار **قُلْ هُوَ اللّٰهُ** پچاس بار، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے تو کوئی حاجت ہو دنیا خواہ آخرت کی اللہ تعالیٰ پوری فرمائے۔''[4]

---

1 "المبسوط"، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة، ج١، ص٣١٢.

2 "خلاصة الفتاوى"، كتاب الصلاة، الفصل الثاني، الجنس في السنن، ج١، ص٦١.

3 زیادہ تر فقہائے کرام کا مؤقف کراہت کا ہے اور اسی کو صاحبِ ''بدائع الصنائع'' نے صحیح قرار دیا ہے۔

"بدائع الصنائع"، كتاب الصلاة، بيان ما يكره من التطوع، ج٢، ص١٤.

ا الحمدللہ کہ روایت ابن عساکر نے اس رائے فقیر کی تائید فرمائی کہ اس میں بعد مغرب کی تصریح آئی **كما علمتَ** (جیسا کہ آپ جان چکے). ١٢ **مُدَّ ظِلُّهٗ**

4 "الـمـوضوعات" لابن الجوزي، صلوات تفعل لأغراض، صلاة لقضاء الحوائج، ج٢، ص١٤١.

قال الحافظ: أبان متروك.[1]

أقول: روى له أبو داود في "سننه" والرجل من العباد والزُّهَّاد والصلحاء من صغار التابعين ولم ينسب لوضع، وقد قال الإمام أيوب السختياني: ما زال نعرفه بخير منذ كان، وقد روى عنه الإمام سفيان الثوري. وأكثر الناس تشديداً عليه شعبةُ وقد كلّمه حمادُ بن زيد وعبادُ بن عباد أن يكفّ عنه فكفّ، ثم عاد وقال: الأمر دين، وصرّح أنّ وقيعته فيه عن ظنّ من غير يقين ومع ذلك قد روى عنه، والعهد عنه أنّه لا يروي إلّا عن ثقة عنده. ولا أريد بكلّ هذا تمشية أبان بل إبانة أنّ أبا الفرج لم يصب في إيراده في "الموضوعات" كعادته وهذا خاتم أئمة الشأن ابن حجر العسقلاني قال في "أطراف العشرة" لحديث رواه أحمد بن ذكوان: زعم ابن حبان وتبعه ابن الجوزي أنّ هذا المتن موضوع وليس كما قالا والراوي وإن كان متروكاً عند الأكثر ضعيفاً عند البعض فلم ينسب للوضع.[2]

---

1 حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابان کو متروک کہا۔

"تقريب التهذيب"، حرف الألف، من اسمه آدم وأبان، ج١، ص٢٤.

2 میں کہتا ہوں: ابان سے امام ابوداود نے بھی "سنن ابی داود" میں حدیثیں روایت کی ہیں اور ابان نیک، بہت عابد وزاہد اور صغار تابعین میں سے ہیں ان پر وضعِ حدیث کا الزام لگانا مناسب نہیں ہے اور امام ایوب سختیانی فرماتے ہیں کہ ہم نے جب بھی آپ کو دیکھا ہمیشہ بھلائی اور خیر پر ہی دیکھا اور آپ

ترکیب دہم (۱۰): امام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی شطنوفی قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز ''بہجۃ الاسرار شریف'' میں بسندِ صحیح حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ ارشاد فرماتے ہیں:

''من استغاث بي في كربة كشفت عنه.''

''جوکسی سختی میں میری دوہائی دے وہ سختی دور ہو جائے۔''

سے امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیثیں روایت کی ہیں اور سب سے زیادہ ان پر جرح شعبہ نے کی ہے، جب حماد بن زید اور عباد بن عباد نے شعبہ کو ان پر جرح کرنے سے منع فرمایا تو شعبہ نے جرح ترک کردی، لیکن بعد میں اپنے قولِ سابق سے یہ کہتے ہوئے رجوع کرلیا کہ یہ ایک دینی معاملہ ہے اور انہوں نے اس بات کی صراحت بھی کی ہے کہ اس بارے میں جو باتیں ان سے واقع ہوئی ہیں وہ ظنی اور غیر یقینی ہیں اسکے باوجود انہوں نے ان سے حدیثیں روایت بھی کی ہیں اور انکا طریقہ ہے کہ وہ صرف اس سے حدیث روایت کرتے ہیں جو انکے نزدیک قابلِ اعتماد اور ثقہ ہو اور اس تمام کلام سے میرا مقصود ابان کا ساتھ دینا نہیں بلکہ اس بات کو واضح کرنا ہے کہ ابن جوزی نے اپنی عادت کے مطابق انکا ذکر بھی اپنی ''موضوعات'' میں درست طور پر نہیں کیا اور یہی بات علمائے ذی شان کے قاضی ابن حجر عسقلانی نے ''اتحاف المهرة بأطراف العشرة'' میں اس حدیث کے تحت کہی جس کو امام احمد بن ذکوان نے روایت کیا: کہ ابن حبان نے گمان کیا ہے اور ابن جوزی نے بھی اس بات پر انکی پیروی کی ہے کہ ''اس حدیث کا متن موضوع ہے''، حالانکہ جیسا ان دونوں نے کہا، بات اس طرح نہیں ہے، اور راوی اگرچہ اکثر محدثین کے نزدیک متروک ہے لیکن بعض کے نزدیک متروک نہیں بلکہ ضعیف ہے لہٰذا انکی طرف حدیث گڑھنے کی نسبت کرنا مناسب نہیں۔

ومن ناداني باسمي في شدة فرجت عنه.

''اور جوکسی مشکل میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ مشکل حل ہوجائے۔''

ومن توسّل بي إلى اللّٰه عزّوجلّ في حاجة قضيت له.

''اور جوکسی حاجت میں اللہ عزوجل کی طرف مجھ سے تَوَسُّل کرے وہ حاجت رَوا ہوجائے۔

اور جو شخص دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ، سورۃ اخلاص گیارہ بار پھر بعدِ سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔''

ویذکرني ثمّ یخطو إلى جهة العراق إحدى عشرة خطوة ویذکر اسمي ویذکر حاجته فإنّها تُقض بإذن اللّٰه تعالٰی.

''اور مجھے یاد کرے، پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لیتا جائے پھر اپنی حاجت ذکر کرے، تو بیشک وہ حاجت باذن اللہ تعالٰی پوری ہو۔''(1)

یہ مبارک نماز اُس سلطان بندہ نواز سے اکابر ائمہ دین، مثل امام ابن جہضم وامام یافعی ومولانا علی قاری ومولانا شیخ محقق محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے نقل وروایت فرمائی اور فقیر نے ایک مبسوط رسالہ اس کی تحقیق واثبات وردِ شکوک وشبہات میں مسمّٰی بنام تاریخی ''**أنهار الأنوار من یمّ صلاة الأسرار**'' (۱۳۰۵ھ) ملقب بہ ''**الحجج البهیّة لمحبّ الصلاة الغوثیة**''(2) اور دوسرا رسالہ عربی مختصر اس کی ترکیب وکیفیت وطریقہ

---

1 ''بهجة الأسرار''، ذکر فضل أصحابه وبشراهم، ص۱۹۷.

2 یہ رسالہ ''فتاویٰ رضویہ'' جلد۷، صفحہ ۵۶۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرات مشائخ قُدِّسَتْ أَسْرَارُهُمْ میں مسمیٰ بنام تاریخی ”أزهار الأنوار من صبا صلاة الأسرار“ (۱۳۰۵ھ) لکھا۔(1)

جسے معیار شرع مطہر پر اس نماز مقدس کی کامل عیاری اور اعتراضاتِ واہیۂ منکرین کی ذلت وخواری دیکھنی ہو رسالۂ اُولیٰ اور جسے اس کی تفصیلی ترکیب اور طریقۂ مُرَوَّجہ حضرات مشائخ کی ترتیب سمجھنی ہو رسالۂ ثانیہ (دوسرے رسالہ) کی طرف رجوع لائے، والحمد للّٰہ ربّ العالمین.

بالجملہ یہ دسؔ ترکیبیں ہیں جن میں اَوّل وچہارُم وپنجم ودہم تو اعلیٰ درجۂ حسن وصحت ونظافتِ سند پر ہیں، ان میں سب سے اجل واعظم اوّل ہے کہ اجلّہ حُفَّاظ نے یک زبان اس کی تصحیح فرمائی پھر پنجم کہ ترمذی نے تحسین اور حاکم نے تصحیح کی، پھر چہارم کہ حسن ہے، پھر دہم کہ وہ تین ارشاداتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہیں اور یہ ارشادِ ابن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان کے بعد ششم وہفتم ونہم پھر سوم کا مرتبہ ہے(2) فإنّ الضعيف يعمل

---

1 یہ رسالہ ”فتاویٰ رضویہ“ جلد ۷، صفحہ ۶۳۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

2 حاصل یہ کہ نماز قضائے حاجت میں یہ دس ترکیبیں ہیں جن میں پہلی، چوتھی، پانچویں اور دسویں کی سند نہایت جید اور صحیح ہے اور ان میں بھی سب سے افضل واعلیٰ ترکیب اول ہے کہ اسکی تصحیح جلیل القدر حُفَّاظ محدثین نے فرمائی اور اس کے بعد پانچویں کہ ترمذی نے اسکی تحسین اور حاکم نے اسکی تصحیح کی، پھر چوتھی کہ حسن ہے، پھر دسویں، کہ پہلی تین یعنی اول، چہارم اور پنجم سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرامین ہیں اور یہ یعنی دسویں ترکیب فرمانِ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسکے بعد چھٹی، ساتویں، نویں اور پھر تیسری کا درجہ ہے۔

بـه فـي فـضائل الأعمال بإجماع أهل الكمال[1] اور دُوُم وہشتم سنداً بھی شدیدُ الضعف اورشرعاً بھی محذور پر مشتمل ان سے احتراز یا ترک لفظ مذکور سے اصلاح، والـلّٰـه سبحانه وتعالٰی أعلم.

تنبیہ: قضائے حاجت کی نمازیں جوکلمات علمائے کرام میں مذکور یا حضرات مشائخ عظام سے ماثور بکثرت ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ اس سگ درگاہِ قادریت کو ان کے اور تمام حاجات جزئیہ وکلیہ کے متعلق ہزار ہا اعمال نفیسہ جلیلہ مُجَرَّب بہ کی اجازت اپنے شیخ وآقائے نعمت دریائے رحمت، إمام العلماء والأولياء، سَنام الكُمَلاء والأَصفِياء، سيد الواصلين سند الكاملين، شَيخي ومَولَائي ومرشدي وكنزي ذُخْري ليومي وغدي، حضور پُرنور سیدنا ومولانا سید شاہ آل رسول، احمد مارَہرَوِی رضي اللّٰه تعالٰی عنه وأرضاه وجعل أعلى جنان الفردوس مثواه[2] سے۔

ع ولـلأرض من كأس الكرام نصيب[3]

ان میں صرف نماز ہائے حاجت ہی کی تفصیل کروں تو ایک کتاب جداگانہ لکھوں۔ اور ہنوز وہ بھی باقی اور فقیر کے پیش نظر ہیں جو احادیث میں خود حضور سید العٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوئیں، مگر ناظرِ رسالہ جان لے گا کہ اصل رسالے میں اول سے

---

1 کیونکہ ضعیف احادیث کے فضائلِ اعمال میں قابل عمل ہونے پر کامل محدثین وفقہائے کرام کا اتفاق ہے۔

2 اللہ عزوجل ان سے راضی ہو اور انہیں ہم سے راضی کرے اور انکا ٹھکانہ جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام کو کرے۔

3 ''زمین کے لئے بھی سخیوں کے دسترخوان سے حصہ ہوتا ہے۔''

آخر تک حضرت مُصَنِّف عَلَّام قُدِّسَ سِرُّہُ الشَّرِیْفُ کو احاطہ واستیعاب کا قصد نہیں، ولہٰذا فقیر نے تکثیرِ فائدہ کے لیے ہر جگہ زیادات کیں اور ان میں بہت زیادتیں خود حضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہٗ کے دوسرے رسائل وتالیف سے لیں، جن سے ثابت کہ حضرت ممدوح نے قصداً ہر جگہ صرف چند مختصر جملوں پر قناعت فرمائی ہے لہٰذا اِس ''ذیل'' میں بھی باتباعِ ''اصل'' استیعاب ملحوظ نہ رہا، خصوصاً خاتمے میں کہ یہاں تو جس قدر پیش نظر ہے اس سب کا اِیراد، حجمِ رسالہ کو دو چند سے بڑھا دیگا، لہٰذا اِسی قدر پر اقتصار ہوتا اور رب عزوجل رَءُ وف رَحِیم کَرِیم حَیّ، قَیُّوم، عَظِیم، عَلِیم جَلَّ مَجْدُہٗ سے بَتَوَسُّل حضور سیِّد المحبوبین سیِّد المرسلین سید العالمین، نبيُّ الرَّحمة، شيفع الأمّة صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وعلى آله وأصحابه وابنه الأكرم الغوث الأعظم وأولياء أمّته وعلماء ملّته أجمعين بہ نہایت تضرع وزاری دعا ہے کہ ان دونوں رسائل ''اصل وذیل'' اور حضرت مُصَنِّف عَلَّام وفقیر مُسْتَهَام کی تمام تالیفات کو خالصاً لِوَجْهِ الْكَرِيْم قبول فرمائے اور اہل اسلام کو عاجلاً وآجلاً اِن سے نفع بخشے۔ (1)

1 یعنی اگر صرف نماز قضائے حاجت کی تفصیل لکھنا شروع کر دوں تو علیحدہ سے ایک کتاب لکھ ڈالوں تب بھی بزرگوں کے عطا کردہ نماز قضائے حاجات کے طریقے باقی رہ جائیں اور اسی طرح میرے پیش نظر وہ احادیثِ مبارکہ بھی ہیں جو خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

بہر حال اس کتاب کا پڑھنے والا اس بات کو بخوبی جان سکتا ہے کہ کتاب کی ابتدا سے انتہا تک حضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہٗ کا مقصد بھی احاطہ واستیعابِ کلام (یعنی کلام کو پھیلا کر اس کی جزئیات سمیت بیان کرنا) نہیں لہٰذا اسی بات کے پیش نظر میں نے بھی کلام کو طول نہیں دیا بس بعض جگہوں میں ضروری اضافے خود حضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہٗ ہی کی کتب ورسائل سے کیے جو اس بات پر آپ خود دلیل ہیں کہ

إنّه وليّ ذلک والقدير عليه وله الحمد أبداً دائماً والمآب إليه آمين آمين إلٰه الحق آمين برحمتک يا أرحم الراحمين! وصلى اللّٰه تعالٰی علی سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين

سُبۡحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمۡدِکَ أَشۡهَدُ أَنۡ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنۡتَ أَسۡتَغۡفِرُکَ وَأَتُوۡبُ إِلَيۡکَ. تَمَّت﴾[1]

حضرت مُصَنِّف قُدِّسَ سِرُّہ نے اس کتاب کی تالیف میں اختصار کو پیش نظر رکھا۔

چنانچہ ''ذیل'' میں بھی اختصار کو ہی پیش نظر رکھا اور خصوصاً یہاں ''خاتمے'' میں جس قدر اختصار پیش نظر رہا، اگر اسے بیان کیا جائے تو اس ''رسالہ'' کا حجم دُگنا ہو جائیگا، لہذا اسی پر اختصار کیا جاتا ہے۔ اور میں اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ وہ حضور سید المرسلین پر، آپکی آل واصحاب، آپکے پیارے اور معزز بیٹے حضور سیدی غوث اعظم، اور آپکی امت کے جمیع اولیائے کرام وعلمائے عظام پر درود بھیجے، اوران کے وسیلے سے ان دونوں رسائل یعنی ''اصل'' و''ذیل'' (''أحسن الوعاء'' اور ''ذيل المدعاء'') اور مصنف علیہ الرحمہ اور میری تمام تالیفات وتصنیفات کو اپنی رضا میں قبول فرمائے اور تمام مسلمانوں کو ہمیشہ اس کتاب سے نفع بخشے۔

1 بیشک وہی مددگار اور نفع پہنچانے پر قادر اور اسی کے لئے ہمیشہ کی ثنا اور اسی کی طرف ٹھکانہ ہے اے اللہ! اپنی رحمت کے وسیلے سے قبول فرما اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے! اور اللہ تعالیٰ درود بھیجے ہمارے آقا مولیٰ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انکی تمام آل واصحاب پر، اے اللہ تیری پاکی اور تیری ہی حمد ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع لاتا ہوں۔

﴿مآخذ ومراجع﴾

نمبر شمار	کتاب	مصنف/مؤلف	مطبوعہ
1	قرآن مجید	کلام اللہ تعالیٰ	ضیاء القرآن پبلیکیشنز
2	كنز الإيمان	امام اہلسنّت احمد رضا خان ت ۱۳۴۰ھ	ضیاء القرآن پبلیکیشنز
		كتب التفسير	
3	خزائن العرفان	نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ	ضیاء القرآن و پاک کمپنی لاہور
4	نور العرفان	مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی، لاہور
5	التفسير الكبير	فخر الدین محمد بن عمر بن حسین الرازی متوفی ۶۰۶ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت
6	الدر المنثور	جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت
7	تفسير روح البيان	اسمٰعیل حقی بروسوی متوفی ۱۱۳۷ھ	کوئٹہ
8	روح المعاني	شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت
9	الجامع لأحكام القرآن	محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر، بیروت
10	تفسير جلالين مع حاشية الجمل	عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ وجلال الدین محمد احمد محلی متوفی ۸۶۴ھ	باب المدینہ، کراچی
11	تفسير الخازن	علاء الدین علی بن محمد بغدادی متوفی ۷۴۱ھ	صدیقیہ کتب خانہ، خٹک
12	تفسير البغوي	حسین بن مسعود فراء بغوی متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
13	التفسيرات الأحمدية	احمد بن ابی سعید المعروف بملا جیون متوفی ۱۱۳۰ھ	پشاور
		كتب الحديث	
14	صحيح البخاري	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
15	صحيح مسلم	ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم، بیروت

16	سنن الترمذي	ابوعیسی محمد بن عیسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ	دارالفکر، بیروت
17	سنن أبي داود	ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت
18	سنن النسائي	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
19	سنن ابن ماجه	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ	دارالمعرفۃ، بیروت
20	الموطأ	مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ	دارالمعرفۃ، بیروت
21	المسند	احمد بن محمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ	دارالفکر، بیروت
22	المستدرك	محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ	دارالمعرفۃ، بیروت
23	المصنّف	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع متوفی ۲۱۱ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
24	صحيح ابن حبان	محمد بن حبان بن احمد متوفی ۳۵۴ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
25	مسند البزار	احمد بن عمرو بن عبدالخالق بزار متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ
26	السنن الكبرى	احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
27	سنن الدار القطني	علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ	ملتان
28	المعجم الكبير	سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ	المکتبۃ الفیصلیۃ، بیروت
29	المعجم الأوسط	سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ	المکتبۃ الفیصلیۃ، بیروت
30	المعجم الصغير	سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ	المکتبۃ الفیصلیۃ، بیروت
31	صحيح ابن خزيمة	محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی، بیروت
32	مراسيل أبي داود	ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ	کتب خانہ رشیدیہ، دہلی
33	كتاب الدعاء	سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
34	المصنف في الأحاديث والآثار	عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی متوفی ۲۳۵ھ	دارالفکر، بیروت
35	الأدب المفرد	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ	ملتان
36	مسند أبي يعلى	ابویعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی متوفی ۳۰۷ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت

37	مشكاة المصابيح	محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی متوفی ۷۴۱ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
38	شعب الإيمان	احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
39	مسند الفردوس	شیرویہ بن شہردار دیلمی متوفی ۵۰۹ھ	دار الفکر، بیروت
40	الترغيب والترهيب	عبد العظیم بن عبد القوی منذری متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
41	الجامع الصغير	جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
42	كنز العمال	علی متقی بن حسام الدین متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
43	مجمع الزوائد	علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ	دار الفکر، بیروت
44	المقاصد الحسنة	محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ	دار الکتاب العربی، بیروت
45	جامع الأحاديث	عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت
46	حلية الأولياء	احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
47	الحصن الحصين	محمد بن محمد ابن الجزری متوفی ۸۳۳ھ	المکتبۃ العصریۃ، بیروت
48	عمل اليوم والليلة	احمد بن محمد بن اسحاق دینوری متوفی ۳۶۴ھ	دار الکتاب العربی، بیروت
	كتب شروح الحديث		
49	عمدة القاري	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ	دار الحدیث، ملتان
50	فتح الباري	احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
51	نزهة القاري	مفتی شریف الحق امجدی متوفی ۱۴۲۰ھ	برکاتی پبلشرز
52	شرح النووي	ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی ت ۶۷۶ھ	بنگلہ اسلامک اکیڈمی، یوپی
53	التيسير	عبد الرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ	المکتبۃ الشاملۃ
54	فيض القدير	عبد الرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
55	مرقاة المفاتيح	علی بن سلطان قاری متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر، بیروت

56	أشعة اللمعات	عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	کوئٹہ
57	لمعات التنقيح	عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	لاہور
58	مرآة المناجيح	مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلیکیشنز
		كتب أصول الحديث	
59	تيسير مصطلح الحديث	محمود طحان	باب المدینہ، کراچی
60	نزهة النظر	احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۳ھ	فاروقی کتب خانہ، ملتان
		كتب أسماء الرجال	
61	الموضوعات	عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی متوفی ۵۹۷ھ	دارالفکر، بیروت
62	تهذيب التهذيب	احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۳ھ	دارالعاصمۃ، ریاض
63	تقريب التهذيب	احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۳ھ	دارالعاصمۃ، ریاض
64	اللآلي المصنوعة	عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
65	الكامل لابن عدي	ابو احمد عبداللہ بن عدی جرجانی ۳۶۵ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
		كتب العقائد	
66	الفقه الأكبر	ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی متوفی ۱۵۰ھ	باب المدینہ، کراچی
67	منح الروض الأزهر= شرح فقه أكبر	علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ	باب المدینہ، کراچی
68	شرح المواقف	قاضی عضد الدین عبدالرحمٰن ایجی متوفی ۷۵۶ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
69	المسامرة بشرح المسايرة	کمال الدین محمد بن محمد متوفی ۹۰۶ھ	مطبعۃ السعادۃ، مصر
70	الصواعق المحرقة	احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ	ملتان
71	المعتقد المنتقد (مترجم)	علامہ فضل رسول بدایونی متوفی ۱۲۸۹ھ مترجم: مولانا اختر رضا خان مدظلہ العالی	مکتبہ برکات المدینہ

كتب أصول الفقه			
72	الأشباه والنظائر	زین الدین بن نجیم متوفی ۹۷۰ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
73	غمز عيون البصائر	سید احمد بن محمد حموی مصری متوفی ۱۰۹۸ھ	باب المدینہ، کراچی
74	أنوار البروق في أنواء الفروق= الفروق	احمد بن ادریس صنہاجی قرافی متوفی ۶۸۴ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
كتب الفقه			
75	الهداية	علی بن ابی بکر مَرغینانی متوفی ۵۹۳ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت
76	المبسوط	محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی متوفی ۴۹۰	کوئٹہ
77	بدائع الصنائع	علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت
78	تنوير الأبصار	محمد بن عبد اللہ بن احمد تمرتاشی متوفی ۱۰۰۴ھ	دار المعرفۃ، بیروت
79	الدر المختار	محمد بن علی حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفۃ، بیروت
80	رد المحتار	محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفۃ، بیروت
81	التاتارخانية	عالم بن علاء انصاری دہلوی متوفی ۷۸۶ھ	باب المدینہ، کراچی
82	الولوالجية	عبد الرشید بن ابی حنیفہ متوفی ۵۴۰ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
83	النهر الفائق	سراج الدین عمر بن ابراہیم متوفی ۱۰۰۵ھ	باب المدینہ کراچی
84	فتح القدير	محمد بن عبد الواحد المعروف بابن ہمام متوفی ۶۸۱ھ	کوئٹہ
85	البحر الرائق	زین الدین بن ابراہیم متوفی ۹۷۰ھ	کوئٹہ
86	الفتاوى الهندية	شیخ نظام و جماعۃ من علماء الہند	کوئٹہ
87	المسلك المتقسط	ملا علی بن سلطان قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ	باب المدینہ، کراچی
88	حاشية الطحطاوي على الدر	احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی ۱۲۴۱ھ	کوئٹہ
89	حاشية الطحطاوي على المراقي	احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی ۱۲۴۱ھ	باب المدینہ کراچی

90	خلاصة الفتاوى	طاہر بن عبد الرشید بخاری متوفی ۵۴۲ھ	کوئٹہ
91	الحاوي للفتاوي	عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت
92	حلية =حلبة المجلي	ابن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ	مخطوطہ
93	هامش الحلبة	امام اہلسنّت احمد رضا خان ت ۱۳۴۰ھ	مخطوطہ
94	جد الممتار	امام اہلسنّت احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی
95	جواهر البيان في أسرار الأركان	مولانا نقی علی خان متوفی ۱۲۹۷ھ	مکتبہ مہریہ رضویہ، سیالکوٹ
96	الفتاوى الرضوية	امام اہلسنّت احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
97	تجلي اليقين بأنّ نبيَّنا سيّد الرسلين	امام اہلسنّت احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
98	تيسر الماعون للسكن في الطاعون	امام اہلسنّت احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور
99	بهار شريعت	مفتی امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ، کراچی
100	رفيق الحرمين	امیر اہلسنّت مولانا الیاس قادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ، کراچی
		كتب السيرة	
101	المواهب اللدنية	شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
102	شرح المواهب اللدنية	محمد بن عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
103	نسيم الرياض	احمد بن محمد بن عمر خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
104	الشفا بتعريف حقوق المصطفى	قاضی ابو الفضل عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنّت برکات رضا، ہند
105	السيرة الحلبية	علی بن ابراہیم بن احمد حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
106	السيرة النبوية	عبد الملک بن ہشام معافری متوفی ۲۱۳ھ	دار المعرفۃ، بیروت
107	البداية والنهاية	اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ	دار الفکر، بیورت
108	سرور القلوب في ذكر المحبوب	مولانا نقی علی خان متوفی ۱۲۹۷ھ	شبیر برادرز، لاہور

109	الخيرات الحسان	احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ مترجم: مفتی سید شجاعت علی قادری	مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی
110	بهجة الأسرار	نور الدین علی بن یوسف شطنوفی متوفی ۷۱۳ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
	كتب التصوف		
111	إحياء علوم الدين	ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر، بیروت
112	اتحاف السادة المتقين	محمد بن محمد حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
113	الرسالة القشيرية	عبد الکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
114	الطريقة المحمدية	محمد پیر علی المعروف بہ برکلی متوفی ۹۸۱ھ	دار الطباعۃ العامرہ
115	الحديقة الندية	سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی متوفی ۱۱۴۱ھ	دار الطباعۃ العامرہ
116	البريقة المحمودية	محمد بن مصطفیٰ نقشبندی حنفی متوفی ۱۱۷۶ھ	المکتبۃ الشاملہ
117	کیمیائے سعادت	ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ	انتشارات گنجینہ، تہران
118	كشف المحجوب	علی بن عثمان ہجویری متوفی ۴۸۵ھ غالبًا	نوائے وقت پرنٹرز، لاہور
119	قوت القلوب	محمد بن علی مکی متوفی ۳۸۶ھ	مرکز اہلسنّت برکاتِ رضا، ہند
120	روض الرياحين	عبد اللہ بن اسعد یافعی متوفی ۷۶۸ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
121	مثنوی مولانا روم (مترجم)	جلال الدین محمد بن محمد رومی متوفی ۶۷۰ھ مترجم: محمد عالم امیری	خدیجہ پبلیکیشنز، لاہور
122	گلستان سعدی	مصلح الدین سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ	نشر محمد، ایران
	كتب التأريخ		
123	تأريخ دمشق=ابن عساكر	علی بن حسن دمشقی متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر، بیروت
124	مرآة الجنان	عبد اللہ بن اسعد یافعی یمنی متوفی ۷۶۸ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
	كتب الأعلام		
125	معرفة الصحابة	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت

126	وفيات الأعيان	احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابوبکر متوفی ۶۸۱ ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
127	الأعلام للزركلي	خیرالدین زرکلی متوفی ۱۳۹۶ھ	دارالعلم للملایین، بیروت
128	معجم المؤلفين	عمر رضا کحالہ متوفی ۱۴۰۸ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت
129	هدية العارفين	اسماعیل کمال باشا متوفی ۱۳۳۹ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
130	الجواهر المضية	عبدالقادر ابن ابی الوفاء محمد بن محمد بن نصر اللہ قرشی متوفی ۶۹۶ ھ	باب المدینہ، کراچی
131	كشف الظنون	مصطفیٰ بن عبداللہ قسطنطینی متوفی ۱۰۶۷ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
	كتب الأدب واللغة		
132	ثمرات الأوراق	ابوبکر بن حجہ حنفی حموی متوفی ۸۳۷ھ	المکتبۃ الشاملہ
133	تحرير التحبير في صناعة الشعر والنثر	عبدالعظیم بن عبدالواحد متوفی ۶۵۴ ھ	المکتبۃ الشاملہ
134	القاموس الفقهي	سعدی ابوحبیب	باب المدینہ، کراچی
135	اردو لغت	ادارہ ترقی اردو بورڈ	ترقی اردو بورڈ، کراچی
136	اسلامی انسائیکلو پیڈیا	سید قاسم محمود	الفیصل ناشران وتاجران کتب
137	اردو دائرہ معارف اسلامیہ		زیر اہتمام: دانش گاہ، لاہور
	كتب المتفرقة		
138	حدائق بخشش	امام اہلسنّت احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ ورضا اکیڈمی، بمبئی
139	ارمغانِ مدینہ	امیر اہلسنّت مولانا الیاس قادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ، کراچی
140	مغیلانِ مدینہ	امیر اہلسنّت مولانا الیاس قادری مدظلہ العالی	مکتبۃ المدینہ، کراچی
141	الرحمة في الطب والحكمة	عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ	مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت

مجلس المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے پیش کردہ159کتب ورسائل مع عنقریب آنے والی 18 کتب ورسائل

﴿شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت علیه رحمة رب العزت﴾

اردو کتب:

عربی کتب:

عنقریب آنے والی کتب

3......اولاد کے حقوق کی تفصیل (مشعلۃ الارشاد)

شعبہ تراجم کتب

1...... جہنم میں لے جانے والے اعمال. جلد اول (الزواجر عن اقتراف الکبائر) (کل صفحات:853)

2......جنت میں لے جانے والے اعمال (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ) (کل صفحات:743)

3......احیاء العلوم کا خلاصہ (لباب الاحیاء) (کل صفحات:641)

4......عُیُوْنُ الْحِکَایَات (مترجم، حصہ اول) (کل صفحات:412)

5......آنسوؤں کا دریا (بَحْرُ الدُّمُوْع) (کل صفحات:300)

6...... الدعوۃ الی الفکر (کل صفحات:148)

7......نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں (قُرَّۃُ الْعُیُوْنِ وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن) (کل صفحات:138)

8......مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روشن فیصلے (اَلْبَاھِرُ فِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاھِر) (کل صفحات:112)

9......راہِ علم (تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِیْقَ التَّعَلُّم) (کل صفحات :102)

10...... دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی (اَلزُّھْدُ وَ قَصْرُ الْاَمَل) (کل صفحات:85)

11......حسنِ اخلاق (مَکَارِمُ الْاَخْلَاق) (کل صفحات:74)

12......بیٹے کو نصیحت (اَیُّھَا الْوَلَد) (کل صفحات:64)

13...... شاہراہ اولیاء (مِنْھَاجُ الْعَارِفِیْنَ) (کل صفحات:36)

14......سایۂ عرش کس کس کو ملے گا...؟ (تَمْھِیْدُ الْفَرْشِ فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَۃِ لِظِلِّ الْعَرْش) (کل صفحات:28)

15......حکایتیں اور نصیحتیں (الروض الفائق) (کل صفحات:649)

16......آداب دین (الأدب فی الدین) (کل صفحات:63)

17......اللہ والوں کی باتیں (حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء) پہلی قسط: تذکرۂ خلفائے راشدین (کل صفحات:217)

18......عیون الحکایات (مترجم حصہ دوم) (کل صفحات:413)

19...... امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیتیں (وصایا امام اعظم) (کل صفحات:46)

20......نیکی کی دعوت کے فضائل (الامر بالمعروف و نھی عن المنکر) (کل صفحات:98)

عنقریب آنے والی کتب

1......راہ نجات ومہلکات جلد اول (الحدیقۃ الندیۃ)

2......حلیۃ الاولیاء (مترجم، حصہ اول)

شعبہ درسی کتب

1...... اتقان الفراسۃ شرح دیوان الحماسہ (کل صفحات:325)

2......نصاب الصرف (کل صفحات:343)

3...... اصول الشاشی مع احسن الحواشی (کل صفحات:299)

4......نحو میر مع حاشیہ نحو منیر (کل صفحات:203)

5......دروس البلاغۃ مع شموس البراعۃ (کل صفحات:241)

6...... گلدستہ عقائد و اعمال (کل صفحات : 180)

7...... مراح الارواح مع حاشیۃ ضیاء الاصباح (کل صفحات:241)

8......نصاب التجوید (کل صفحات:79)

9......نزهة النظر شرح نخبة الفكر (كل صفحات:280)
10......صرف بهائی مع حاشيه صرف بنائی(کل صفحات :55)
11......عناية النحو فی شرح هداية النحو (كل صفحات:175)
12......تعريفاتِ نحويه (كل صفحات:45)
13......الفرح الكامل علی شرح مئة عامل(كل صفحات: 158)
14......شرح مئة عامل(كل صفحات:44)
15......الاربعين النووية فی الأحاديث النبوية (كل صفحات:155)
16...... المحادثة العربية(كل صفحات:101)
17......نصاب النحو(كل صفحات:288)
18......نصاب المنطق(كل صفحات:168)
19......مقدمةالشيخ مع التحفةالمرضية (كل صفحات:119)

عنقریب آنے والی کتب

1...... قصيده برده مع شرح خرپوتی 2......حسامی مع شرحه النامی 3...... شرح، شرح العقائد مع جمع الفرائد

شعبہ تخریج

1......بہارِشریعت،جلداوّل (حصہ اول تا ششم،کل صفحات1360)
2......جنتی زیور (کل صفحات:679)
3......عجائب القراٰن مع غرائب القراٰن (کل صفحات:422)
4......بہارِشریعت (سولہواں حصہ،کل صفحات312)
5......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کاعشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کل صفحات:274)
6......علم القرآن (کل صفحات:244)
7......جہنم کے خطرات (کل صفحات:207)
8......اسلامی زندگی (کل صفحات:170)
9......تحقیقات (کل صفحات:142)
10......اربعین حنفیہ (کل صفحات:112)
11......آئینۂ قیامت (کل صفحات:108)
12......اخلاق الصالحین (کل صفحات:78)
13......کتاب العقائد (کل صفحات:64)
14......اُمہات المؤمنین (کل صفحات:59)
15...... اچھے ماحول کی برکتیں (کل صفحات:56)
16...... حق وباطل کا فرق (کل صفحات:50)
17 تا23......فتاویٰ اہل سنت (سات حصے)
24......بہشت کی کنجیاں (کل صفحات:249)
25......سیرت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم (کل صفحات:875)
26......بہارِشریعت حصہ ۷ (کل صفحات133)
27......بہارِشریعت حصہ ۸ (کل صفحات206)
28......کراماتِ صحابہ (کل صفحات346)
29...... سوانح کربلا (کل صفحات:192)
30......بہارِشریعت حصہ ۹ (کل صفحات218)
31......بہارِشریعت حصہ ۱۰ (کل صفحات:169)

عنقریب آنے والی کتب

1......بہارِشریعت حصہ ۱۱،۱۲ 2......منتخب حدیثیں 3......معمولات الابرار 4......جواہر الحدیث

شعبہ اصلاحی کتب

1......ضیائے صدقات (کل صفحات:408)
2......فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)
3......رہنمائے جدول برائے مدنی قافلہ (کل صفحات:255)
4......انفرادی کوشش (کل صفحات:200)
5...... نصاب مدنی قافلہ (کل صفحات:196)
6......تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)

7.....فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)
8.....خوفِ خدا عزوجل (کل صفحات:160)
9.....جنت کی دو چابیاں (کل صفحات:152)
10.....توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124)
11.....فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)
12.....غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے حالات (کل صفحات:106)
13..... مفتیِ دعوتِ اسلامی (کل صفحات:96)
14.....فرامین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (کل صفحات:87)
15.....احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)
16.....کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات: تقریباً 63)
17.....آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات:62)
18.....بدگمانی (کل صفحات:57)
19.....کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43)
20.....نماز میں لقمہ کے مسائل (کل صفحات:39)
21.....تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33)
22.....ٹی وی اور مووی (کل صفحات:32)
23.....امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)
24.....طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)
25.....فیضانِ زکوۃ (کل صفحات:150)
26.....ریاکاری (کل صفحات:170)
27.....عشر کے احکام (کل صفحات:48)
28.....اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں (کل صفحات:49)

شعبہ امیر اہلسنت دامت برکاتھم العالیہ

1..... آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات 275)
2.....قومِ جنّات اور امیر اہلسنّت (کل صفحات:262
3.....دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220)
4.....شرح شجرہ قادریہ (کل صفحات:215)
5.....فیضان امیر اہلسنّت (کل صفحات:101)
6.....تعارفِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:100)
7..... گونگا مبلغ (کل صفحات:55)
8.....تذکرۂ امیر اہلسنت قسط (1) (کل صفحات:49)
9..... تذکرۂ امیر اہلسنت قسط (2) (کل صفحات:48)
10.....قبر کھل گئی (کل صفحات:48)
11 ..... غافل درزی (کل صفحات:36)
12.....میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟ (کل صفحات:33)
13.....کرسچین مسلمان ہوگیا (کل صفحات:32)
14.....ہیرونچی کی توبہ (کل صفحات:32)
15.....ساس بہو میں صلح کا راز (کل صفحات:32)
16.....مردہ بول اٹھا (کل صفحات:32)
17.....بدنصیب دولہا (کل صفحات:32)
18.....عطاری جن کا غسلِ میّت (کل صفحات:24)
19.....حیرت انگیز حادثہ (کل صفحات:32)
20..... دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)
21.....قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)
22.....تذکرۂ امیر اہلسنت قسط سوم (سنّت نکاح) (کل صفحات:86)
23.....مدینے کا مسافر (کل صفحات:32)
24.....فلمی اداکار کی توبہ (کل صفحات:32)

25......معذور بچی مبلغہ کیسے بنی؟(کل صفحات:32)

26......جنوں کی دنیا(کل صفحات:32)

27......25 کرسچین قیدیوں اور پادری کا قبولِ اسلام(کل صفحات:33)

28......صلوٰۃ وسلام کی عاشقہ(کل صفحات:33)

29......کرسچین کا قبول اسلام (کل صفحات:32)

30......بے قصور کی مدد(کل صفحات:32)

31......سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام عطار کے نام (کل صفحات:49)

عنقریب آنے والے رسائل

1......اعتکاف کی بہاریں(قسط1)

2......انفرادی کوشش کی مدنی بہاریں قسط2(نومسلم کی درد بھری داستان)

3...... V.C.D کی مدنی بہاریں قسط3(رکشہ ڈرائیور کیسے مسلمان ہوا؟)

﴿شعبہ مدنی مذاکرہ﴾

1......وضو کے بارے میں وسوسے اور ان کا علاج(کل صفحات:48)

2......مقدس تحریرات کے ادب کے بارے میں سوال جواب(کل صفحات:48)

3...... پانی کے بارے میں اہم معلومات(کل صفحات:48)

4...... بُلند آواز سے ذکر کرنے میں حکمت (کل صفحات:48)

عنقریب آنے والے رسائل

1......اولیائے کرام کے بارے میں سوال جواب

2......دعوت اسلامی اصلاحِ امت کی تحریک